An International Urdu Magazine Globally circulated

مدیر: رانا عبدالرزاق خان

سہ ماہی قندیل حق انٹرنیشنل لندن

شمارہ: 35

جنوری، فروری، مارچ 2026ء

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : ranarazzaq52@gmail.com

حضرت مولانا رحمت علی صاحب پہلے مبلغ سلسلہ انڈونیشاء

جن کی انتھک محنت اور دعاؤں سے انڈونیشاء میں احمدیت کا آغاز ہوا

1925 تا 2025ء جماعت احمدیہ کے قیام پر 100 سال ہو چکے ہیں

اس موقع پر قندیل حق انٹرنیشنل کا خصوصی انڈونیشاء نمبر

مسجد محمود سانڈ ینگ انڈونیشاء ، احمدیہ مسلم جماعت کی پہلی تعمیر شدہ مسجد

مسجد انور انڈونیشاء

مجلس ادارت

نگرانِ اعلیٰ و مدیر

رانا عبدالرزاق خان۔لندن

نائب

بی اے کنساس، امریکہ

ایڈیٹوریل بورڈ

ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز۔لندن

ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر۔تنزانیہ

کولمبس خان۔جرمنی

انجنیئر محمود مجیب اصغر۔لندن

خواجہ محمد افضل بٹ۔امریکہ

شہزادہ قمر الدین مبشر۔گلاسگو

صفدر نذیر گولیکی

نجم الثاقب کاشغری

جمیل احمد بٹ

رند ملک

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انڈونیشیا جایا لہ انڈونیشیا۔اداریہ	5
2	اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھنے کی وجہ۔ملفوظات	6
3	کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام	7
4	سیرت المہدی سے انتخاب	8
5	انڈونیشیا کا قومی ترانہ	10
6	انڈونیشیا۔کلام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ	11
7	انڈونیشیا کے جغرافیائی اور معاشرتی و مذہبی حالات۔مرسلہ صفدر نذیر	13
8	انڈونیشا میں احمدیت کی ابتدائی تاریخ۔صفدر نذیر جاوید گولیکی	23
9	انڈونیشیا کے آزادی کے حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ کی زرّیں ہدایات۔مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی	30
10	احباب انڈونیشیا کے نام۔حضرت مصلح موعودؓ کے پیغامات	33
11	سفیر انڈونیشیاء الحاج ڈاکٹر محمد رشیدی صاحب کی ربوہ میں آمد	39
12	حضرت مولوی رحمت علی صاحب۔غلام مصباح بلوچ	54
13	میڈیا میں حضرت مولوی رحمت علی صاحب کے بارے میں معلومات	62
14	مجاہد احمدیت مکرم مولانا سید شاہ صاحب۔	65
15	غزل، لوگ یوں ہی مجھے بیکار سمجھ لیتے ہیں۔فوزی بٹ	66
16	محترم مولانا محمد صادق سماٹری صاحب۔صفدر نذیر جاوید گولیکی	67
17	محترم مولانا محمد شفیع صاحب کا ذکر خیر۔صفدر نذیر جاوید گولیکی	72
18	نئی اک محبت کی بستی بسادی۔ثاقب زیروی	75
19	خادمِ احمدیت مکرم راڈن یوسف صاحب	76
20	مکرم مولانا ابوبکر صاحب آف پاڈانگ	77
21	مکرم میاں عبدالحئی صاحب کے حالات زندگی	80
22	ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم	82
23	مکرم عبدالباسط شاہد صاحب مرحوم امیر جماعتہائے انڈونیشیا	84
24	انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کی مساجد۔صفدر نذیر جاوید گولیکی	88

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
25	جماعت احمدیہ انڈونیشا کو حضرت مصلح موعودؓ کا ایک قیمتی تحفہ	89
26	صد سالہ سال بسال ترقی	91
27	تاریخ احمدیت انڈونیشیا کی چند اہم و یادگار تصاویر	101
28	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دورہ انڈونیشاء۔مکرم نصیر احمد قمر	106
29	شہدائے احمدیت۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ	112
30	غزل۔ہیں دو چیزیں ہی اصلِ دین و دنیا۔قدسیہ نور فضا	113
31	انڈونیشیا میں جماعت کے ابتدائی حالات اور مخالفتوں پر صبر و استقامت۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ	114
32	نورصرف احمدیوں کے ساتھ ہے۔جمیل احمد بٹ	126
33	امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں ''قول بلیٰ'' کی بصیرت افروز تفسیر۔طارق احمد مرزا	130
34	نبوت کے نام پر مولوی کا جھوٹ۔شاہین سانگلوی	133
35	قبول احمدیت کی کہانی۔احسان علی سندھی۔مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی	148
36	تحریک لبیک پر عذاب۔رانا عبدالرزاق خان	160
37	غامدی صاحب کے احمدیہ مسلم جماعت کے حوالے سے بیان کردہ چند شبہات۔ابن قدسی	164
38	درد۔ایک تو ہے درد کا جس سے ذکر میں نے کیا۔بشریٰ حفیظ	177
39	خاندانی تعارف اور ہمارا علمی ورثہ۔مکرم محمود مجیب اصغر انجینئر سویڈن	178
40	سیکھوانی برادران کا مختصر تعارف۔خواجہ محمد افضل بٹ۔امریکہ	185
41	ہاں کہا تھا لبیک یا رسول اللہ!چوہدری نعیم احمد باجوہ	191
42	غزل۔رنگ لائے گی مری معصومیت کا پاک خوں	191
43	خادم رضوی صاحب کے مغالطوں کے جواب۔شاہین سانگلوی	194
44	حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کا دلنشین اندازِ نصیحت۔عبدالباسط طارق مربی سلسلہ	208
45	عبدالسلام اختر ایم اے اور آپ کی شاعری۔طیبہ شہناز کریم	209
46	سارے جہاں سے اچھا، دارالاماں ہمارا۔کلام حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکملؓ	213
47	پسر موعود کے دعویدار جناب عبدالغفار جنبہ صاحب سے نہایت ادب کے ساتھ 24 ضروری سوالات۔ابن صدیق	214
48	خوفزدہ اکثریت۔جمیل احمد بٹ	222

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ادار یہ

انڈونیشیا زندہ باد۔جایالہ انڈونیشیا

رانا عبدالرزاق خان

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔(الہام 1886ء)

آج تمام احمدی جماعت کے افراد خدائے تعالیٰ کے آگے سجدہ شکر بجالاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو جو بات حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً فرمائی تھی وہ حرفاً حرفاً پوری ہورہی ہے۔جب حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا الہام فرمایا۔ اس وقت کی حالت خود مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

میں تھا غریب وبیکس وگمنام وبے ہنر ۔۔۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر

پھر اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوئے اور دیکھتے دیکھتے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا آج ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پیغام ہی نہیں پہنچایا بلکہ اس پر 100 سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے۔216 ممالک کے احمدی باسی زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سچے مہدی و مسیح موعود ہیں **اسمعوا صوت السماء جاء المسیح، جاء المسیح**۔اللہ تعالیٰ جب وہ دن لائے گا جسے میں آج تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں کہ اندونیشاء میں آج سے سو سال بعد 2125 میں جب ملک کا ترانہ گایا جائے گا تو ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی نظم جایالہ انڈونیشیا زندہ باد بڑی شان سے سارے ملک میں گائی جائے گی۔ان شاءاللہ

1925ء میں احمدیت کا باقاعدہ انتظام انڈونیشیا میں شروع ہوا اور پہلے مبلغ حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ وہاں تشریف لے گئے۔آج 2025ء (گزرگیا) صد سالہ جشن تشکر کے طور پر منا رہے ہیں اور ان سالوں میں دیگر ممالک میں بھی احمدیت کے 100 سال پورے ہورہے ہیں۔الحمدللہ۔جماعت احمدیہ جرمنی، جماعت احمدیہ سیرالیون، جماعت احمدیہ غانا، جماعت احمدیہ نائیجیریا اور کئی ممالک شامل ہیں۔

جماعت احمدیہ انڈونیشیاء نے کتنی ترقی کی ہے اس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔رسالہ قندیل حق کو یہ سعادت مل رہی ہے کہ ان کی صد سالہ خوشیوں میں شامل ہوکر کچھ گذشتہ تاریخی واقعات کو پیش کیا جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان ایام کو یاد کریں اور ان ابتدائی مخلصین کرام کو اپنی پوری دعاؤں میں یاد رکھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 2000ء کے دورہ کے دوران پیشگوئی فرمائی تھی۔''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نئی صدی کے اختتام سے قبل انڈونیشیاء سب سے بڑا احمدی مسلم ملک ہوگا ان شاءاللہ۔(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خطاب 2000)

اس میگزین میں حصہ کثیر مکرم مولانا صفدر نذیر جاوید گولیکی واقفِ زندگی کینیڈا کی کاوش شامل ہے جوانہوں نے اپنے مقالے''انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کے مشن کے سو سال''میں تحریر کیا ہے۔انہوں نے 100 سالہ تاریخ کو کوزے میں بند کردیا ہے۔650 صفحات پر مشتمل میں سے ادارہ قندیل حق کچھ چیدہ چیدہ باتیں پیش کررہا ہے۔سب جماعت احمدیہ کی طرف سے ادارہ قندیل حق تمام انڈونیشیاء کے احمدیوں کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔''مبارک صد مبارک''اوردعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت انڈونیشیا کے حق میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پیشگوئی پوری فرمائے۔ان کو ہمت اور توفیق دے کہ وہ بھرپور طریقے سے کام کریں۔اور یہ بھی دعا ہے کہ قندیل حق کی کاوش مقبول عام ہو۔

اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھنے کی وجہ

دربار امام مہدی علیہ السلام سے خصوصی انتخاب

ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا جو خاتم المؤمنینؐ، خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے

اس فرقہ کا نام مسلم فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے دونام تھے ایک محمد ﷺ۔ دوسرا احمد ﷺ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دونا موں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت ﷺ کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا۔ اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔ تا اس نام کو سُنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔

سواے دوستو! آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے یہ فرقہ بشارت دیتا ہے نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں۔ تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلّی ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا ان کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین‘‘

ایک مسلمان صاحب آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ یہ بات هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (الحج:79) کے برخلاف ہے۔

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

’’مسلمان بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آچکا ہے اسلام کے تہتر (73) فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے...... اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے۔ آج کل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت، دوزخ، وحی، ملائک سب باتوں کا منکر ہے...... غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے لئے اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا گیا

(بدر مؤرخہ 3 نومبر 1905 صفحہ 3)

کلام

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام

حمد رب العلمین

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کیا عجب تونے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 4 مطبوعہ 1886ء)

محاسنِ قرآن کریم

سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
اَب اُن میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گزر گئے
پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں
غافل ہیں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں
مقصود اُن کا جینے سے دنیا کمانا ہے
مومن نہیں ہیں وہ کہ قدم فاسقانہ ہے
تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں اُن کے زنگ
دنیا ہی ہوگئی ہے غرض دین سے آئے تنگ
وہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں
ایسا خدا ہے اُس کا کہ گویا خدا نہیں
پھر اُس سے سچی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
اور خاص وجہ صفوتِ ملّت ہی کیا رہی
نُور خدا کی اُس میں علامت ہی کیا رہی
توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
لوگو! سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں
مُردہ پرست ہیں وہ جو قصہ پرست ہیں
پس اس لئے وہ موردِ ذِل و شکست ہیں

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 11 نصرۃ الحق مطبوعہ 1908ء)

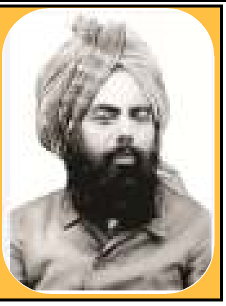

سیرت المہدی سے انتخاب

عورتیں کمزور ہوتی ہیں۔ مردوں کو چاہئے کہ نرمی اختیار کریں

(1) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اہلیہ صاحبہ مولوی فضل الدین صاحب زمیندار کھاریاں نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ آپؑ کو سردی بہت لگا کرتی تھی۔ آپؑ اپنی پگڑی کو کمر سے باندھ لیا کرتے تھے۔ جب آپؑ اندر نہ بیٹھ سکتے تھے تو حضرت اُمّ المومنین کو فرماتے کہ ’’میں اندر نہیں بیٹھ سکتا باہر چلو۔‘‘ آپؑ اُمّ المومنین سے الگ نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپؑ کو الہام ہو رہا ہوتا اور حضرت بیوی صاحبہ آپ کے پاس ہوتیں۔ آپ کو ان سے بہت اُنس و محبت تھی۔ ایک دن حضرت اُمّ المومنین نے فرمایا کہ ’’دنیا میں رشتے تو بہت ہوتے ہیں مگر میاں بیوی کا رشتہ سب سے بڑا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ مروں‘‘۔

(سیرت المہدی جلد دوم، حصہ پنجم، روایت 1440 صفحہ 251، ایڈیشن 2008ء)

(2) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت ام ناصر صاحبہ حرم اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ و بنت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضور علیہ السلام مجھ پر نہایت مہربانی اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔ مجھے جس چیز کی ضرورت ہوتی حضورؑ سے عرض کرتی حضورؑ اس کو مہیا کر دیتے اور کبھی انکار نہ کرتے۔

میرا اور سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا روزمرہ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد ایک دن مَیں اور ایک دن مبارکہ بیگم حضورؑ کے پاس جاتے اور کہتے کہ حضورؑ بھوک لگی ہے۔ حضورؑ کے سرہانے دو لکڑی کے بکس ہوتے تھے۔ حضورؑ چابی دے دیتے۔ مٹھائی یا بسکٹ جو اس میں ہوتے تھے جس قدر ضرورت ہوتی ہم نکال لیتے، ہم کھانے والی دونوں ہوتی تھیں مگر ہم تین یا چار یا چھ کے اندازہ کا نکال لیتیں اور حضورؑ کو دکھا دیتیں تو حضور علیہ السلام نے کبھی نہیں کہا کہ زیادہ ہے اتنا کیا کرو گی۔ (سیرت المہدی جلد دوم، حصہ پنجم، روایت 1446 صفحہ 253، ایڈیشن 2008ء)

(3) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت ام ناصر صاحبہ حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز و بنت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھے جب پہلا بچہ نصیر احمد پیدا ہونے والا تھا میری طبیعت خراب تھی۔ مجھے دورہ ہو گیا۔ میں اس وقت بیت الدعا میں تھی۔ خادمہ مجھے دبا رہی تھی۔ حضور علیہ السلام بار بار دریافت فرماتے تھے کہ ’’کیا حال ہے؟‘‘ حضورؑ نے مجھے دوا بھی بھیجی تھی۔ حضرت خلیفہ ثانی اس وقت گھر میں نہیں تھے۔ جب آئے تو حضورؑ نے فرمایا کہ ’’محمود تم کو معلوم نہیں کہ محمودہ بیمار ہے؟ جاؤ دیکھو اور مولوی صاحب (حکیم الامت) کو بلا کر علاج کراؤ‘‘ حضرت میاں صاحب پہلے میرے پاس آئے، حال پوچھا اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بلا کر علاج کرایا۔ (سیرت المہدی جلد دوم، حصہ پنجم، روایت 1452 صفحہ 255، ایڈیشن 2008ء)

(4) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ومغفور نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ بڑے زلزلہ کے بعد جب میں آگرہ سے آئی تھی تو خادمہ اصغری کی والدہ اور دوسری عورتوں نے مجھے بتایا تھا کہ حضور مسیح موعود علیہ السلام میاں محمود یعنی خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تعریف فرماتے تھے کہ ''اس نے ایسے گھبراہٹ اور خطرناک وقت پر جو زلزلہ کے خوف سے پیدا ہو گیا تھا اپنی بیوی کو سنبھالے رکھا اور اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ ایسے نازک وقت پر عورتیں بسا اوقات اپنے بچوں کو بھی بھول جاتی ہیں۔''

(سیرت المہدی جلد دوم، حصہ پنجم، روایت 1463، صفحہ 258، ایڈیشن 2008ء)

(5) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حافظ حامد علی صاحب کی بیوی نے اپنے خاوند رضی اللہ عنہ سے خفا ہو کر حضورؑ کی خدمت میں ان کی شکایات کیں اور کہا کہ میں اب گھر میں نہیں جاؤں گی۔ وہ ایک دن شاید نہیں گئی تھی۔ حضورؑ نے حافظ صاحب کو جو حضورؑ کے قدیمی خادم تھے طلب فرما کر سمجھایا تھا کہ ''عورتیں کمزور ہوتی ہیں۔ مردوں کو چاہیئے کہ نرمی اختیار کریں۔ میں ایسی سختی پسند نہیں کرتا''۔ ان کو سمجھا کر ان کی بیوی کو گھر بھیج دیا تھا۔ حافظ صاحب نے معافی بھی مانگی تھی۔

(سیرت المہدی جلد دوم، حصہ پنجم، روایت 1433، صفحہ 249، ایڈیشن 2008ء)

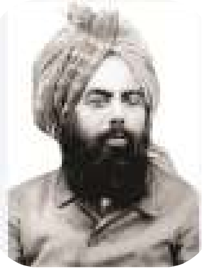

فارسی منظوم کلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بکوشید اَے جواناں، تا بہ دیں قُوّت شَوَد پیدا
بہار و رَونق، اندر رَوضۂ مِلّت شَوَد پیدا

اے نوجوانو! کوشش کرو کہ دین اسلام میں قوت پیدا ہو اور ملت اسلام کے باغ میں بہار اور رونق آئے۔

اگر اِمروز فکرِ عزّتِ دیں در شُما جوشد
شُمارانیز، واللہ، رُتبت و عزّت شَوَد پیدا

اگر آج دین کی عزت کا خیال تمہارے دل میں جوش مارے تو خدا کی قسم! اس سے تمہاری بھی عزت اور رتبت پیدا ہو جائے گی۔

دو روزِ عُمرِ خُود، درکارِ دیں کوشید، اَے یاراں
کہ آخر ساعتِ رِحلت بصد حسرت شَوَد پیدا

اے دوستو! اپنی اس دوروزہ عمر کو دین کے کام میں گزارو ورنہ مرنے کی گھڑی سینکڑوں حسرتیں لے کر آجائے گی۔

بجو از جان و دِل، تا خدمت ازدستِ تو آید
بقائے جاوداں یابی، گر ایں شربت شَوَد پیدا

دل وجان سے کوشش کرو تا کہ تمہارے ہاتھوں سے کوئی خدمت اسلام ہو جائے۔ اگر یہ شربت پیدا ہو جائے تو تم ہمیشہ کی بقا حاصل کر لوگے۔

بمُفت ایں اجرِ نُصرت را، دہندت اَے اخی ورنہ
قضائے آسمانَ ست ایں، بہرحالت شَوَد پیدا

اے بھائی! مفت میں تجھے نصرت کا اجر دے رہے ہیں۔ ورنہ یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔

انڈونیشیا کا قومی ترانہ

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی۔کینڈا

انڈونیشیا کا قومی ترانہ ایک احمدی نے لکھا تھا

عظیم انڈونیشیا (انڈونیشیائی:Indonesia Raya) انڈونیشیا کا قومی ترانہ ہے۔اس کے ڈویلپر ہیں موسیقار واگے رُڈ آلف سُوپرَتمن،جنھوں نے اسے 1924ء میں بنایا تھا اور قومی ترانہ کو سب سے پہلے 28 اکتوبر،1928ء کو بتاویا (اب جکارتا) میں منعقد ایک نیشنل یوتھ کانفرنس میں پیش کیا گیا تھا۔اس ترانہ کے بعد سے انڈونیشیا میں قوم پرست تحریک کا آغاز ہوا تھا۔انڈونیشیا رایا کی پہلی چند سطور کو قومی ترانہ کے طور پر منتخب کیا گیا جب انڈونیشیا نے 17 اگست،1945ء کو اپنی آزادی کا اعلان کیا۔

Indonesia, tanah airku, tanah tumpah darahku
Di sanalah aku berdiri, jadi pandu ibuku
Indonesia, kebangsaanku, bangsa dan tanah airku
Marilah kita berseru"Indonesia bersatu"!
Hiduplah tanahku, hiduplah negeriku,
Bangsaku, rakyatku, semuanya
Bangunlah jiwanya, bangunlah badannya
Untuk Indonesia Raya!
Indonesia Raya, merdeka, merdeka!
Tanahku, negeriku yang kucinta
Indonesia Raya, merdeka, merdeka!
Hiduplah Indonesia Raya!
Indonesia Raya, merdeka, merdeka!
Tanahku, negeriku yang kucinta
Indonesia Raya, merdeka, merdeka!
Hiduplah Indonesia Raya!

اردو ترجمہ

انڈونیشیا،میری بنیادی زمین،وہ زمین جہاں میں نے خون خرابے کیا
وہیں،میں کھڑا ہوں،اپنی مادر وطن کا سپاہی بن کر
انڈونیشیا،میری قومیت،میرا ملک اور میرا مادر وطن
آؤ اعلان کریں،"ایک انڈونیشیائی"
میری زمین حیات رہے،میرا ملک حیات رہے
میرا ملک،میرے لوگ،سب نے
اس روح سے پیدا،اس کا جسم بنایا
عظیم انڈونیشیا کے لیے
عظیم انڈونیشیا،آزاد اور خودمختار!
میری زمین،میرا ملک جس سے مجھے محبت ہے
عظیم انڈونیشیا،آزاد اور خودمختار!
انڈونیشیا حیات رہے!
عظیم انڈونیشیا،آزاد اور خودمختار!
میری زمین،میرا ملک جس سے مجھے محبت ہے
عظیم انڈونیشیا،آزاد اور خودمختار!
انڈونیشیا حیات رہے!

انڈونیشیا

کلام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل منظوم کلام جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے 75 ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کی بابرکت موجودگی میں پڑھا گیا۔

اے عظیم-انڈونیشیا

جایالہ–انڈونیشیا

تجھ میں تھیں جو چشم ہائے تر	رحمت علی سے بہرہ ور
آج بھی ہیں ان میں سے کئ	نرگسی خصال ، دیدہ ور
جن کو نور کر گی عطاء	وہ خدا کا ہے بے ریا بشر
وہ فقیر جس کی آنکھ میں	نور مصطفیٰ تھا جلوہ گر

اے عظیم-انڈونیشیا

جایالہ–انڈونیشیا

ابراہیم وقت کا سفیر	تھا جسے تسلط آگ پر
وہ غلام اس کے در کا تھا	جس کی آگ تھی غلام در
بے شمار گھر جلا کے جب	پہنچی شعلہ زن وہ اُس کے گھر
سرد پڑے پڑ گئی اور ہو گئی	ڈھیر آپ ، اپنی راکھ پر

اے عظیم-انڈونیشیا

جایالہ–انڈونیشیا

تیری سرزمیں کی اک سے	مثل آدم اولیاء اُٹھے
پھر انہی کی خاکپاک سے	بے شمار باخدا اُٹھے
اُن کی سرمدی قبورسے	آج بھی یہی ندا اُٹھے
کاش تیری مٹی سے مدام	جو اُٹھے وہ پارسا اُٹھے

اے عظیم-انڈونیشیا

جایالہ–انڈونیشیا

کتنا خوش نصیب ہوں کہ میں	تجھ سے ہو رہا ہوں ہمکلام
اک غلام خیر الانبیاء	کا غلام در غلام در غلام
تحفہ خلوص لایا ہوں	تجھ پے بھیجتا ہوا سلام
نفرتوں کا میں نہیں نقیب	صلح و آشتی کا ہوں پیام

اے عظیم-انڈونیشیا

جایاله-انڈونیشیا

تیرا سر ہے تاجدارحسن	خاک پا ہے سبزہ زارحسن
ہر حسین کو ہسار سے	پھوٹتی ہے آبشار حسن
جس سے وادیوں میں ہرطرف	بہ رہی ہے رُود بار حسن
ہر گھڑی ہوں تجھ پہ گل نثار	سبز پوش اے نگارحسن

اے عظیم-انڈونیشیا

جایاله-انڈونیشیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا عظیم الشان الہام

”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 312)

زمین کے کنارے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمین کے کناروں کا ذکر فرمایا ہے۔

”اے جماعت جن وانس! اگر تم میں طاقت ہے تو آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل بھاگو۔ نکل ہی نہیں سکو گے مگر پروانگی کے ساتھ“ (الرحمٰن:34)

خدا تعالیٰ چاہتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا“

(رسالہ الوصیت صفحہ 6-7)

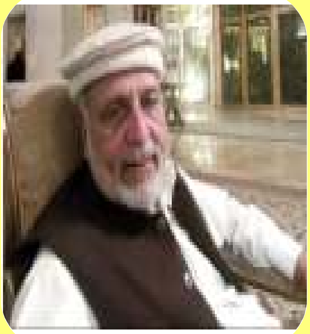

انڈونیشیا کے جغرافیائی اور معاشرتی اور مذہبی حالات

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

انڈونیشیا ایک جزیرہ نما ہے جو خط استوا کے پار واقع ہے اور زمین کے طواف کے آٹھویں حصے کے برابر فاصلہ پھیلا ہوا ہے۔اس کے جزیروں کو سماٹرا (سماٹرا) کے عظیم سنڈا جزائر، جاوا (جاوا)، بورنیو کی جنوبی حد (کالیمانتان)، اور سیلیبس (سولاویسی) میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؛ بالی کے چھوٹے جزائر سنڈا (نوسا ٹینگارا) اور جزائر مشرق کی طرف جاتی ہے تیمور؛ Celebes اور جزیرے نیوگنی کے درمیان MalukuMoluccas)) ؛ اور نیوگنی کی مغربی حد (عام طور پر پاپوا کے نام سے جانا جاتا ہے)۔دارالحکومت جکارتہ جاوا کے شمال مغربی ساحل کے قریب واقع ہے۔ 21 ویں صدی کے اوائل میں انڈونیشیا جنوب مشرقی ایشیا کا سب سے زیادہ آبادی والا ملک اور دنیا کا چوتھا سب سے زیادہ آبادی والا ملک تھا۔

انڈونیشیا کو پہلے ڈچ ایسٹ انڈیز (یا نیدرلینڈ ایسٹ انڈیز) کہا جاتا تھا۔اگرچہ آزادی کے وقت تک انڈونیشیا ملک کا سرکاری نام نہیں بنا تھا، لیکن یہ نام 1884 کے اوائل میں ایک جرمن جغرافیہ دان نے استعمال کیا تھا۔خیال کیا جاتا ہے کہ یہ یونانی انڈو سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "انڈیا،" اور نیسوس، جس کا مطلب ہے "جزیرہ۔" دوسری جنگ عظیم کے دوران جاپانیوں (1942–45) کے قبضے کے بعد، انڈونیشیا نے 1945 میں نیدرلینڈز سے اپنی آزادی کا اعلان کیا۔تاہم، اس کی آزادی کی جدوجہد 1949 تک جاری رہی، جب ڈچ نے انڈونیشیا کی خودمختاری کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا۔یہ اقوام متحدہ تک نہیں تھا۔(UN) نے 1969 میں نیوگنی کے مغربی حصے کو انڈونیشیا کے حصے کے طور پر تسلیم کیا کہ اس ملک نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی۔ مشرقی تیمور کے سابقہ پرتگالی علاقے (تیمور-لیسٹے) کو 1976 میں انڈونیشیا میں شامل کیا گیا تھا۔1999 میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ریفرنڈم کے بعد، تاہم، مشرقی تیمور نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور 2002 میں مکمل خودمختار بن گیا۔

زمین:: انڈونیشیا جنوب مشرقی ایشیا کا سب سے بڑا ملک ہے، جس کا زیادہ سے زیادہ طول و عرض مشرق سے مغرب تک تقریباً 3,200 میل (5,100 کلومیٹر) ہے اور شمال سے جنوب تک 1,100 میل (1,800 کلومیٹر) کی حد ہے۔اس کی سرحد بورنیو کے شمالی حصے میں ملائیشیا اور نیو گنی کے وسط میں پاپوا نیوگنی کے ساتھ ملتی ہے۔انڈونیشیا تقریباً 17,500 جزائر پر مشتمل ہے جن میں سے 7,000 سے زیادہ غیر آباد ہیں۔انڈونیشیا کے تقریباً تین چوتھائی علاقے کو سماٹرا، کالیمانتان، اور مغربی نیوگنی نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔Java, Celebes اور Moluccas ملک کے باقی ماندہ رقبے کے بیشتر حصے پر مشتمل ہیں۔

ماؤنٹ اگونگ

سماٹرا سے جاوا اور لیزر سنڈا اس کے ذریعے جزائر کے سلسلے کا بیرونی (جنوبی) حصہ جنوب مشرقی ایشیائی لینڈ ماس کا سب سے بڑا کنارہ بناتا ہے۔اس کی خصوصیت فعال آتش فشاں ہیں، جو جنوب اور مغرب میں گہرے سمندری خندقوں کی ایک سیریز سے جڑے ہوئے ہیں۔ جزائر کے اندرونی

(شمالی) جانب آتش فشاں پہاڑ دلدل، نشیبی علاقوں اور اتھلے جاوا سمندر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ پناہ گاہ والا سمندر پلائسٹوسین ایپوک (تقریبا 12,000 سال پہلے) کے اختتام پر تشکیل دیا گیا تھا، اور سابقہ زمینی پلوں کے شواہد موجود ہیں، جنھوں نے براعظم ایشیا سے پودوں اور جانوروں کی نقل مکانی میں سہولت فراہم کی۔

سنڈا شیلف کے جزائر

بورنیو دنیا کا تیسرا سب سے بڑا جزیرہ ہے اور سنڈا شیلف کا مرکزی جزیرہ ہے۔ ماؤنٹ کنابالو، جنوب مشرقی ایشیائی جزیرہ نما کی بلند ترین چوٹی، دراصل انڈونیشیا میں نہیں ہے۔ یہ ملائیشیا کی ریاست صباح میں جزیرے کے شمال مشرقی کونے میں 13,455 فٹ (4,101 میٹر) تک بڑھتا ہے۔ دوسری صورت میں، جزیرے کی امداد شاذ و نادر ہی 5,600 فٹ (1,700 میٹر) کی بلندی سے تجاوز کرتی ہے، اور زیادہ تر جزیرہ 1,000 فٹ (300 میٹر) سے نیچے ہے۔ ساختی رجحانات ملحقہ جزائر کی طرح متعین نہیں ہیں، حالانکہ ایک وسیع پہاڑی نظام (جس میں ماؤنٹ کنابالو بھی شامل ہے) شمال مشرق سے جنوب مغرب تک تقریباً چلتا ہے۔ کلیمانتن، جو تشکیل دیتا ہے۔ جزیرے کا تقریباً تین چوتھائی حصہ، زیادہ تر غیر منقطع نشیبی علاقوں پر مشتمل ہے، جس میں ساحل کے قریب جلی ہوئی دلدل اور گہرے اندرونی حصے میں جنگل سے ڈھکے پہاڑ ہیں۔

دیریاؤ جزیرہ نما سماٹرا کے مشرق میں آبنائے ملاکا کے جنوبی حصے کے قریب واقع ہے۔ ان جزیروں میں گرینائٹ کور ہے اور اسے جزیرہ نما مالائی کی جسمانی توسیع سمجھا جا سکتا ہے۔ مغربی اور جنوبی علاقوں میں کچھ پہاڑی علاقوں کو چھوڑ کر، ریاؤ گروپ کے جزائر عام طور پر نشیبی دلدلی خطوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

سماٹرا خط استوا پر پھیلا ہوا ہے، جو شمال مغرب سے جنوب مشرق تک 1,000 میل (1,600 کلومیٹر) سے زیادہ تک پھیلا ہوا ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی (بشمول آف شور جزائر) تقریباً 325 میل (525 کلومیٹر) ہے۔ یہ اس کے بیرونی (مغربی) کنارے پر غیر آتش فشاں جزیروں کی ایک تار سے جڑا ہوا ہے، بشمول Nias، Simeulue، اور Mentawai گروپ، جن میں سے کوئی بھی گنجان آباد نہیں ہے۔ سماٹرا ان کی سرزمین چار اہم جسمانی علاقوں میں تقسیم ہے: مغرب کے ساتھ تنگ ساحلی میدان؛ دیباریسن پہاڑ، جو جزیرے کی لمبائی کو اس کے مغربی کنارے کے قریب پھیلاتا ہے اور اس میں متعدد فعال آتش فشاں شامل ہیں۔ نیچی پہاڑیوں کا ایک اندرونی غیر آتش فشاں علاقہ جو ایشیائی سرزمین کے مستحکم پلیٹ فارم کی طرف نیچے گرتا ہے؛ اور وسیع اللووی نچ لینڈ، سطح سمندر سے 100 فٹ (30 میٹر) سے زیادہ نہیں، جو جزیرے کے مشرقی نصف کو تشکیل دیتا ہے۔ مشرقی نشیبی علاقے کا زیادہ تر حصہ دلدلی جنگل ہے جس میں گھسنا مشکل ہے۔

جاوا تقریباً 660 میل (1,060 کلومیٹر) لمبا ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی تقریباً 125 میل (200 کلومیٹر) ہے۔ اس کی طبعی تقسیم سماٹرا کی طرح الگ نہیں ہے، کیونکہ براعظمی شیلف تیزی سے بحر ہند میں گرتی ہے۔ جزیرے کے جنوبی حصے میں۔ جاوا کو پانچ عرض البلد فزیوگرافک علاقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا خطہ، چونا پتھر کے پلیٹ فارمز کا ایک سلسلہ، جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ کچھ علاقوں میں پلیٹ فارم ایک کٹے ہوئے کارسٹ خطہ کی تشکیل کرتے ہیں (یعنی، اچانک پہاڑیوں، بے قاعدہ چٹانوں، غاروں اور زیر زمین ندیوں کے ساتھ جڑے ہوئے ڈوبوں سے نشان زد) جو سفر اور رہائش کو مشکل بنا دیتا ہے۔ جزیرے کے مغربی حصے میں صرف شمال کی طرف ایک پہاڑی پٹی، دوسرا خطہ بناتی ہے۔ یہ جزوی طور پر کٹے ہوئے آتش فشاں سے حاصل ہونے والے تلچھٹ پر مشتمل ہے اور اس میں خاص طور پر بانڈونگ کے شہروں کے آس پاس بہت زیادہ کاشت کی

جانے والی آلوویئل بیسن شامل ہیں۔اورگاروت.آتش فشاں کی پٹی جو جزیرے کے مرکز سے گزرتی ہے تیسرا خطہ بناتی ہے۔اس میں تقریباً50فعال شنک اور تقریباً20 آتش فشاں ہیں جو20ویں صدی کے آغاز سے اب تک پھٹ چکے ہیں۔ایک شمالی اللوویئل بیلٹ،چوتھا خطہ،سنڈا شیلف میں سمندر کی طرف پھیلتا ہے اور ڈیلٹا کی تشکیل کے ذریعے پھیلا ہوا ہے،خاص طور پر آتش فشاں کی سرگرمیوں کے دوران۔اس جھاڑی والے علاقے کی گہری اندرونی توسیعیں ہیں،جو وسطی جاوا میں جنوبی ساحل تک جاتی ہیں۔آخر میں،مدورا کے شمالی ساحل (جاوا کے شمال مشرقی ساحل پر ایک جزیرہ)اور مشرقی جاوا کے ملحقہ حصے کے ساتھ چونا پتھر کا دوسرا پلیٹ فارم ایریا ہے۔

کے بہت سے جزائر جاوا کے مشرق میں کم سنڈا س جاوا سے بہت چھوٹے،کم گنجان آباد اور کم ترقی یافتہ ہیں۔بالی اور لومبوک کی فزیوگرافی مشرقی جاوا سے ملتی جلتی ہے۔کم سنڈا جزائر سمباوا اور فلورس سے ہوتے ہوئے بتدریج تنگ ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نقشے پر آتش فشاں جزیروں کی ریڑھ کی ہڈی کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں جو شمال مشرق کی طرف بندہ جزائر میں داخل ہوتے ہیں۔وہی آتش فشاں نظام شمالی Celebes میں دوبارہ نمودار ہوتا ہے۔سمبا اور تیمور غیر آتش فشاں جزیروں کا ایک بیرونی (جنوبی) کنارے بناتے ہیں جو سماٹرا کے قریب سنڈا شیلف کے مغربی کنارے سے ملتے جلتے ہیں۔

آتش فشاں میراپی پہاڑ

انڈونیشیا میں 100 سے زیادہ فعال آتش فشاں ہیں اور سینکڑوں مزید ہیں جنہیں معدوم سمجھا جاتا ہے۔وہ ہلال کی شکل کی لکیر میں ملک کے بیرونی حاشیے کے ساتھ،سماٹرا اور جاوا سے ہوتے ہوئے فلورس تک،پھر بحیرہ بندہ سے ہوتے ہوئے شمالی سیلیبس کے آتش فشاں کے ساتھ ایک سنگم تک چلتے ہیں۔آتش فشاں پھٹنا کسی بھی طرح غیر معمولی نہیں ہے۔ماؤنٹ میراپی،جو وسطی جاوا میں یوگیاکارتا (جوگجاکارتا) کے قریب 9,551 فٹ (2,911 میٹر) تک بلند ہوتا ہے،اکثر پھٹتا ہے۔اکثر سڑکوں،کھیتوں اور دیہاتوں کو بڑے پیمانے پر تباہی کا باعث بنتا ہے لیکن ہمیشہ مٹی کو بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔مشرقی جاوا میں کیڈیری کے قریب ماؤنٹ کیلود(5,679 فٹ[1,731 میٹر]) خاص طور پر تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے،کیونکہ اس کی بڑی گڑھی جھیل کا پانی پھٹنے کے دوران باہر پھینک دیا جاتا ہے،جس سے کیچڑ کا زبردست بہاؤ ہوتا ہے جو میدانی علاقوں میں دوڑتا ہے اور سب کچھ بہا دیتا ہے۔ان کے سامنے ہے۔

(KrakatauKrakatoa) آتش فشاں کراکاٹوا کا پھٹنا

شاید سب سے مشہور آتش فشاں ہے۔کراکاتوا (کراکاتو)،سماٹرا اور جاوا کے درمیان آبنائے سنڈا میں واقع ہے،جو1883 میں تباہ کن طور پر پھوٹ پڑا۔آس پاس کے جزیرے کے گروپ پر تمام زندگی تباہ ہوگئی۔پھٹنے کی وجہ سے پورے جنوب مشرقی ایشیا میں سمندری لہریں ہوئیں،جس سے دسیوں ہزار افراد ہلاک ہوئے،اور راکھ کے بادل جو زمین کے گرد چکر لگاتے تھے،نے شمسی تابکاری کو کم کیا اور ایک سال سے زیادہ عرصے تک شاندار غروب آفتاب پیدا کیا۔ایک اور بڑا واقعہ1963 میں پیش آیا،جب بالی پر ماؤنٹ اگونگ140 سال سے زائد عرصے تک غیر فعال رہنے کے بعد پرتشدد طور پر پھٹ پڑا۔2006 میں پٹرولیم کی تلاش کے کنویں کی کھدائی نے

ایک غیر معمولی دھماکہ کو متحرک کیا مشرقی جاوا کے ایک بہت زیادہ آبادی والے علاقے میں مٹی کا آتش فشاں۔ اگلے کئی سالوں تک کنویں سے گرم مٹی بہتی رہی، بالآخر درجنوں دیہاتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لی، سڑکوں اور ریلوے میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں، اور دسیوں ہزار مکینوں کو بے گھر کر دیا۔ 2010 میں شمالی سماٹرا میں واقع ماؤنٹ سینابنگ 400 سال سے زائد عرصے کے بعد پھٹ پڑا، جس سے دسیوں ہزار لوگ اپنے گھر خالی کرنے پر مجبور ہوئے۔

نکاسی آب دریائے تیلین

اس کی انسولرٹی کی وجہ سے، انڈونیشیا میں ایشیائی سرزمین کے مقابلے میں کوئی بڑا دریا نہیں ہے۔ انڈونیشیا کے دریا عام طور پر نسبتاً چھوٹے ہوتے ہیں اور اندرونی پہاڑوں سے سمندر کی طرف بہتے ہیں۔ Kapuas (710 میل [1,140 کلومیٹر] لمبا)، Barito (560 miles [900 km]، اور Mahakam (480 mile [770 km]) کالیمانتان کے دریا سب سے طویل ہیں، لیکن ان کے منہ پر ریت کی پٹیاں منتقل کرنے سے ان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ بڑے جہاز کی نقل و حمل۔ مغربی نیو گنی، جس میں زیادہ تر بارشیں ہوتی ہیں، بہت سے بڑے دریاوں سے بہہ جاتے ہیں، جن میں بالیم، ممبرامو اور دیگل شامل ہیں۔

سماٹرا پر متعدد قابل ذکر جھیلیں ہیں، جن میں سب سے مشہور جھیل ٹوبا ہے، جو شمال میں سطح سمندر سے تقریباً 3,000 فٹ (900 میٹر) کی بلندی پر واقع ہے اور تقریباً 440 مربع میل (1,140 مربع کلومیٹر) پر محیط ہے۔ Celebes کے پاس کئی بڑی، گہری جھیلیں بھی ہیں، جن میں جزیرے کے جنوبی حصے میں Lakes Towuti اور Matama اور مرکز میں Poso جھیل شامل ہیں۔

انڈونیشیا کے آس پاس کے سمندروں کو بھی اہم ہائیڈرولوجک خصوصیات کے طور پر دیکھا جانا چاہئے جو مواصلات کے ذرائع اور جزائر کی مخصوص ثقافتی اور ماحولیاتی خصوصیات کی حفاظت میں رکاوٹوں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ بہت سے جزیروں کے درمیان اتھلے سمندر غیر ملکی پٹرولیم، قدرتی گیس، معدنیات اور خوراک کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔

انڈونیشیا کی مٹی

انڈونیشیا مٹی کی تشکیل میں آب و ہوا اور ماخذ چٹان کے درمیان تعلق کو واضح کرتا ہے۔ جاوا کی چٹانیں بنیادی طور پر اینڈیسیٹک آتش فشاں ہیں (گہرے بھوری رنگ کی چٹانیں جو بنیادی طور پر معدنیات oligoclase یا feldspar پر مشتمل ہوتی ہیں)، جب کہ راوَلائٹس (گرینائٹ کی تیزابی لاوا شکل) سماٹرا پر غالب ہیں، ریاؤ جزیرہ نما میں گرینائٹ، گرینائٹ اور کاتالان میں۔ مغربی نیو گنی میں تلچھٹ۔ مرطوب علاقوں میں نتیجے میں پیدا ہونے والی مٹی بنیادی طور پر لیٹریٹک (آئرن آکسائیڈز اور ایلومینیم ہائیڈرو آکسائیڈ پر مشتمل) اور ماخذ چٹان کے لحاظ سے مختلف زرخیزی کی ہوتی ہے۔ ان میں بھاری سیاہ یا سرمئی سیاہ مارگلائٹ مٹی اور چونے کے پتھر کی مٹی شامل ہیں۔ کالی مٹی ان علاقوں میں پائی جاتی ہے جن کا موسم خشک ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ زرخیز مٹیوں میں اینڈو مٹی ہیں، جو سماٹرا کے شمال مشرقی ساحل کے اینڈیسیٹک آتش فشاں تلچھٹ پر تیار ہوئی ہیں۔ انتہائی زرخیز زمینیں، جو

بنیادی اینڈیسیٹک آتش فشاں مواد سے حاصل کی گئی ہیں یا ان سے افزودہ ہیں، جاوا اور سیلیبس پر بھی پائی جاتی ہیں۔قیمتی آتش فشاں راکھ کو ہوا کے ذریعے منتقل کیا جاتا ہے اور وسیع علاقوں میں یکساں، تازہ غیر نامیاتی مواد کی ایک تہہ کے طور پر جمع کیا جاتا ہے۔ یہ ندیوں اور آبپاشی کے راستوں میں معطل مواد کے طور پر بھی لے جایا جاتا ہے۔جو معدنیات مٹی سے نکلتی ہیں ان کی جگہ دریاؤں سے نکلنے والے جلوؤں کے ذریعے لے لی جاتی ہے، جیسا کہ کالی منتن کے کچھ حصوں میں، یا بند پانی یا چاول کی چھتوں میں جمع ہو کر۔ عام طور پر، انڈونیشیا کے زیادہ تر حصے میں مسلسل بلند درجہ حرارت اور بھاری بارش نے تیزی سے کٹاؤ اور گہرے کیمیائی موسم اور رساؤ کا سبب بنتا ہے، جو عام طور پر غریب مٹی پیدا کرتی ہے۔اشنکٹبندیی بارشی جنگلات سے ڈھکے ہوئے علاقوں میں، جیسے کالیمانتان، زمینوں کو جنگل کے چکر سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ جیسے جیسے پودے مرجاتے ہیں، وہ تیزی سے گلتے ہیں، ایسے غذائی اجزا جاری کرتے ہیں جو نئے پودوں کی نشوونما سے دوبارہ جذب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ایسی مٹی ایک پر تعیش نشوونما کو سہارا دیتی ہے، لیکن وہ ایک بڑی زرعی آبادی کو سہارا نہیں دے سکتی، کیونکہ جنگل کو صاف کرنے سے یہ سائیکل ٹوٹ جاتا ہے اور مٹی کی تیزی سے خرابی ہو سکتی ہے۔

آب وہوا

انڈونیشیا کی آب وہوا کا تعین جزوی طور پر اس کے جزیرے کی ساخت اور خط استوا پر اس کی پوزیشن سے ہوتا ہے، جو کہ اعلی، حتیٰ کہ درجہ حرارت کو یقینی بناتا ہے۔اس کے علاوہ، ایشیا اور آسٹریلیا کے دوزمینی خطوں کے درمیان اس کا محل وقوع اسے مون سون ہواؤں کے ذریعے آنے والی بارش کے موسمی نمونوں سے آشنا کرتا ہے۔علاقائی درجہ حرارت کی تبدیلی عرض البلد کی بجائے بلندی کا کام ہے۔ساحل کے ساتھ ساتھ درجہ حرارت سب سے زیادہ ہے، جہاں اوسط سالانہ ریڈنگ 70 کی دہائی کے وسط سے اوپری 80°F (کم 20 سے کم 30°C) تک ہوتی ہے۔2,000 فٹ (600 میٹر) سے اوپر والے علاقے نمایاں طور پر ٹھنڈے ہیں، لیکن پاپوا کے صرف ماؤ کے پہاڑ برف حاصل کرنے کے لیے کافی اونچے ہیں۔ جکارتہ میں روزانہ درجہ حرارت کا فرق جنوری اور جولائی کے اعلی اور کم درجہ حرارت کے فرق سے کم از کم پانچ گنا زیادہ ہے۔جکارتہ میں غیر معمولی گرم دن میں درجہ حرارت تقریباً 100°F (38°C) تک پہنچ سکتا ہے، جب کہ خاص طور پر ٹھنڈے دن یہ تقریباً 65°F (18°C) تک گر سکتا ہے۔

انڈونیشین "ہندومت" ہندو مذہبی تصورات کی آمد

مغربی اور خاص طور پر جنوبی ایشیا کے ساتھ ان ثقافتی (اور تجارتی) تبادلوں کے حتمی اثرات کو عام طور پر اجتماعی طور پر "ہندوائزیشن" کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہندو مذہب کو تاجروں نے نہیں بلکہ انڈونیشیا لے جایا تھا، جیسا کہ پہلے سوچا جاتا تھا۔ سے برہمن ہندوستان جس نے سکھایا شیوازم اور ذاتی لافانی کا پیغام۔ سنسکرت 5ویں اور 6ویں صدی سے منسوب نوشتہ جات، مشرقی کلیمانتن (انڈونیشیائی بورنیو) میں، بین الاقوامی تجارتی راستے سے کافی فاصلے پر، اور مغربی جاوا میں بھی پائے گئے ہیں۔ وہ انکشاف کرتے ہیں کہ ہندوستانی ادبی، یا ان کے انڈونیشی شاگردوں کو کچھ شاہی درباروں میں عزت دی جاتی تھی۔راکا کہلانے والے حکمران ان علاقوں میں دیہاتوں کے گروپوں کے ممتاز سربراہ تھے جہاں آبپاشی اور دیگر ضروریات نے انٹرویلج تعلقات اور سپراویلج اتھارٹی کی ترقی کو متحرک کیا تھا۔نوشتہ جات، اور چینی ذرائع سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کچھ حکمران جنگ میں ملوث تھے، شاید اپنے اثرورسوخ کو بڑھانے کی کوشش میں۔شیویت برہمنوں نے فالک علامت کی پوجا کی نگرانی کی۔شیو، لنگا (لنگم)، اپنے شاہی سرپرستوں

کی طرف سے دیوتا کے احسانات کو نلانے کے لیے۔ یہ برہمن اُس وقت کے ہندوستانی ہندومت میں ایک تیزی سے اثر انداز ہونے والی عقیدتی تحریک (بھکتی) کے نمائندے تھے، اور انہوں نے شاید اپنے سرپرستوں کو یہ سکھایا کہ کس طرح ''سادگی، طاقت، اور خود ضبطی'' کے ذریعے دیوتا کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کرنا ہے۔ کلیمنتن سے ایک نوشتہ۔ اس لیے حکمرانوں کو حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ اپنی دنیاوی کامیابیوں کو شیو کے فضل سے منسوب کریں۔ فضل شیو کو پیش کی جانے والی عقیدت مندانہ مشقوں کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا اور ممکنہ طور پر اسے موت کے بعد کی زندگی میں اعلی درجہ کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ یہ شیو فرقے ایک مراعات یافتہ روحانی زندگی اور وقار کا ذریعہ تھے۔ اور شاہی اتھارٹی۔

انڈونیشیا کے مذہبی تصورات

انڈونیشیا کے باشندے، جو مُردوں کی تعظیم اور تدفین کے لیے چھتوں والے مندر۔ مقدس پہاڑوں کی علامت بنانے کے عادی تھے، برہمنوں کے اس نظریے سے پریشان نہیں ہوئے ہوں گے کہ شیو بھی ایک مقدس پہاڑ پر رہتے تھے۔ Megaliths جو پہلے سے ہی پہاڑی چھتوں پر رسمی مقاصد کے لیے رکھے گئے تھے، آسانی سے شیو کے قدرتی پتھر کے لنگا سے پہچانے جا سکتے تھے، جو تمام لنگوں میں سب سے زیادہ معزز ہے۔ انڈونیشیا کے باشندے، جو پہلے سے ہی مرنے والوں کی آخری رسومات اور فلاح و بہبود کے بارے میں فکر مند تھے اور جو دھات کاری کی وسیع رسومات کو روحانی تبدیلی اور روح کی آزادی کا استعارہ سمجھتے تھے، شیو کے ٹھکانے میں امریت کے حصول کے لیے ہندو عقیدتی تکنیکوں پر خاص توجہ دیتے۔ مراقبہ کرنے والا ہوسکتا ہے کہ انڈونیشیا میں ہندومت کے سنیاسی سے پہلے داخلی دشمن (پادری۔صحت مند) نے کیا ہو۔ اس کے علاوہ، یہ تصور کہ پانی ایک صاف کرنے والا ایجنٹ ہے کیونکہ اسے شیو کی تخلیقی توانائی سے اس کے پہاڑ کی چوٹی پر صاف کیا گیا تھا، پہاڑوں کی پرستش کرنے والے انڈونیشیا کے لوگوں کے لیے قابل فہم ہوتا، خاص طور پر اگر وہ پہلے ہی اپنے دیوتاؤں کی پہاڑی چوٹیوں سے بہنے والے پانی کو الٰہی کے ساتھ عطا کر چکے ہوں۔ انڈونیشیا کے مذہبی فریم ورک میں برہمنوں کا داخلہ ممکنہ طور پر پہلے بدھ مت کے مشنریوں نے جزیرہ نما میں ہموار کیا تھا، جنہوں نے مذہبی نجات کے لیے ہندوؤں کی تشویش کا اشتراک کیا تھا۔ ان لوگوں کے نقطہ نظر جنہوں نے سب سے پہلے برہمنوں کو سنا، تاہم، یقینی طور پر مقامی مذہبی تصورات سے آگاہ کیا گیا تھا۔ خاص طور پر اساتذہ (گرو) کے طور پر قابل احترام برہمنوں نے مذہبی اہداف کے حصول کے طریقوں کا مظاہرہ کر کے انڈونیشیائیوں کا اعتماد حاصل کیا جو عقائد کے مقامی نظام میں پہلے سے اہم تھے۔ بہر حال، انڈونیشیا کے حالات اور محرکات ہندوستانی شکلوں کو اپنانے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ نوشتہ جات میں ہندو اصطلاحات کا استعمال مقدس سے مناسب استعاراتی تاثرات تلاش کرنے کی انڈونیشیائی کوششوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اپنی حقیقتوں کو بیان کرنے کے لیے سنسکرت ادب۔ مخطوطات پر یا زبانی روایت کے طور پر ہندوستان سے درآمد کردہ سنسکرت ادب، خاص طور پر اس وقت سے تیار کیا گیا ہوگا جب درباری ادبی ان حکمرانوں کو بیان کرنے کی کوشش کر رہے تھے جنہوں نے شیو کے ساتھ گہرا ذاتی تعلق حاصل کیا تھا۔ انڈونیشیا کے باشندوں کو، دوسرے ابتدائی جنوب مشرقی ایشیائی لوگوں کی طرح، اپنے آپ کو ہندو تہذیب کی آفاقی اقدار سے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں تھی جس کی نمائندگی مقدس ادب سے کی گئی ہے۔ جب کہ ہندوستانی ادبی اور قانونی کاموں نے انڈونیشی تخلیقی تحریر کے لیے مفید رہنما خطوط فراہم کیے ہیں، لیکن انھوں نے جزیرہ نما کی مکمل ہندوائزیشن نہیں لائی جس سے زیادہ ہندوستانی برہمن جزیرہ نما کی ابتدائی سلطنتوں کی تشکیل کے لیے ذمہ دار تھے۔ اس کے بعد، ہندوستان کو مذہبی مہارتوں کا ایک ہتھیار سمجھا جانا چاہئے، جس کا استعمال انڈونیشیائیوں کے سروں کے تابع تھا۔ مواصلات میں توسیع کا مطلب یہ تھا کہ انڈونیشیائیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ہندوستانی فکر میں دلچسپی لینے لگی۔ سمندری مالائی تاریخ کا پہلا معقول دستاویزی دور ہندوستانی مذہبی تصورات کے انڈونیشیائی موافقت کا

مزید ثبوت فراہم کرتا ہے۔

ملائی بادشاہت کیسری وجیا۔ پالمبنگ

سری وجے کی بادشاہی کا ذکر سب سے پہلے چینی بدھ یاتری کی تحریروں میں ملتا ہے۔آئی چنگ، جس نے کینٹن سے 20 دن سے بھی کم سفر کے بعد 671 میں اس کا دورہ کیا۔ وہ شمال مشرقی ہندوستان میں نالندہ کے عظیم درس گاہ کے سفر کے پہلے مرحلے پر تھے۔سری وجئے کے حکمران نے آئی چنگ کی اس کے سفر میں مدد کی۔

20 ویں صدی کے اواخر سے پیلمبنگ شہر کے مغرب میں فوری طور پر کیے گئے آثار قدیمہ کے سروے نے مواد کی اتنی مقدار کا انکشاف کیا ہے جس سے عملی طور پر یہ یقینی ہو گیا ہے کہ یہ 7 ویں اور اس کے بعد کی تین صدیوں میں سری وجے کا مرکز تھا۔چینی سیرامکس کے ایک ہزار سے زیادہ شارڈز کی سطح کی باقیات، جن میں سے اکثر 8 ویں سے 10 ویں صدی تک قابل ڈیٹا ہیں، کئی مقامات سے برآمد ہوئے ہیں۔ 11 ویں سے 14 ویں صدی تک علاقے میں کہیں اور پائے جانے والے شارڈز پالمبنگ کے علاقے میں سیاسی اور تجارتی سرگرمیوں کی تبدیلیوں کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔شارڈز آس پاس پر پائے گئے۔دوسری طرف Seguntang Hill (Bukit Seguntang) ان تمام صدیوں پر محیط ہے۔رومانو۔انڈین رولیٹیڈ ویئر کا ایک ٹکڑا، جو ابتدائی صدی عیسوی سے منسوب ہے، دریا کے قریب پالمبنگ میں دریافت ہوا ہے۔یہی سامان جکارتہ کے قریب جاوا میں ملا ہے۔مزید برآں، دریائے موسیٰ کے علاقے سے برآمد ہونے والے بودھ، ہندو اور دیگر مجسموں کا بڑا حصہ یہ تجویز کرتا ہے کہ طاس میں سمندر کے قریب ایک پولٹی کی جگہ موجود تھی جس سے کافی بین الاقوامی رابطوں کا لطف اٹھایا گیا تھا۔آخر کار، سیگنتا نگ پہاڑی کے دامن میں سٹوپا کے باقیات دریافت ہوئے ہیں۔ یہ دریافتیں اس متنی ثبوت کو تقویت دیتی ہیں کہ پالیمبینگ واقعتاً مرکز تھا۔سری وجے سلطنت۔

پالمبنگ میں بدھ مت

ایک تجارتی گٹھ جوڑ کے طور پر اور بدھ مت کی مشق کے لیے جنوب مشرقی ایشیائی مرکز کے طور پر سری وجے۔ پالمبا نگ کی اہمیت ایک طویل عرصے پر محیط عرب اور چینی تاریخی ذرائع نے قائم کی ہے۔اس کے اپنے ریکارڈ، پرانے مالے (ملائی زبان جو ہندوستانی رسم الخط میں لکھے گئے) میں نوشتہ جات کی شکل میں ہیں، تقریباً مکمل طور پر ساتویں صدی کے دوسرے نصف تک محدود ہیں۔نوشتہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ حکمران کی خدمت ایک درجہ بندی کے ذریعہ کی گئی تھی۔حکام کی اور یہ کہ اس کے پاس دولت تھی۔جس دور میں یہ نوشتہ جات لکھے گئے وہ ایک مشتعل زمانہ تھا۔لڑائیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اور حکمران کو اپنی راجدھانی پر عدم اطمینان اور سازش کا حساب دینا پڑتا تھا۔ درحقیقت، نوشتہ جات کا مرکزی موضوع ان لوگوں پر لعنت ہے جنہوں نے مقدس پانی پی کر وفاداری کے حلف کو توڑا۔ بے وفائی کی سزا موت تھی، لیکن حکمران کی اطاعت کرنے والوں کو ابدی نعمتوں کا وعدہ کیا گیا تھا۔آئی چنگ نے ایک ہزار سے زیادہ راہبوں کے ساتھ پالمبا نگ کو ایک بہترین مرکز کے طور پر تجویز کیا جہاں سے بدھ مت کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا جائے۔تاہم ساتویں صدی کے نوشتہ جات کا تعلق بدھ مت کی کم علمی خصوصیات سے ہے۔کے اثرات دکھا رہا ہے۔وجر یانا، یا تانترک بدھ مت، وہ بڑے پیمانے پر ینتروں کے ساتھ کام کرتے ہیں، جادوئی طاقت کی مدد کے لیے علامتیں جنہیں حکمران نے وفادار نوکروں کے حق میں تقسیم کیا تھا۔(حکمران کے کچھ مخالفوں نے ینتر بھی تقسیم کیے، تاہم) 684 کا تلنگ تووکا نوشتہ، جس میں بادشاہ کی دعا درج ہے کہ اس نے ایک پارک دیا ہے جو تمام جانداروں کو فائدہ دے سکتا ہے، خاص طور پر سیاق وسباق کے اندر بدھ مت کی موجودگی کی نشاندہی کرتا ہے۔شاہی طاقت کے.اس نوشتہ کی زبان اور انداز، ہندوستانی

تانترک تصورات کو شامل کرتے ہوئے، یہ واضح کرتا ہے کہ حکمران خود کو بودھی ستوا کے طور پر پیش کر رہا تھا۔ـ وہ جسے خود بدھا بننا تھا۔اعلیٰ روشن خیالی کی طرف کئی مراحل کی تعلیم دینا۔جزیرہ نما کی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ کسی حکمران کی جانب سے مذہبی رہنما کا کردار ادا کیا گیا ہے۔نوشتہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ مہایان بدھ مت کے تانترک اسکول کی تعلیمات، مافوق الفطرت مقاصد کے حصول کے لیے اپنے جادوئی طریقہ کار کے ساتھ، ساتویں صدی کے اختتام سے پہلے پالمبنگ تک پہنچ چکی تھیں۔تانترک بدھ مت صرف 7 ویں صدی میں ہندوستان میں مقبول ہوا، اور پالمبنگ میں اس کے ظاہر ہونے کی ہم آہنگی نہ صرف سماٹرا اور ہندوستان کے درمیان جہاز رانی کے رابطوں کی باقاعدہ عکاسی کرتی ہے بلکہ اس سے بھی اہم بات یہ ہے۔ذاتی روحانی طاقت کے منبع کے طور پر تانترزم کے بارے میں مالائیوں کا فوری ادراک۔نوشتہ جات میں ''لعنت'' کا لفظ مالائی ہے، اور یہ سمجھنا مناسب ہے کہ ملائیوں نے تانترک تکنیکوں کو دیسی جادوئی طریقہ کار میں پیوند کیا تھا۔مقدس Seguntang ہل کو جو وقار عطا کیا گیا تھا، ایک ایسی جگہ جو روحانی طاقت کی تلاش میں جاتے تھے، غالباً مالائی مذہب کی جاندار یت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔اس بات کا امکان نہیں ہے کہ یہ مقام محض 7 ویں صدی کے دوران تانترک تصورات میں ٹریفک کے نتیجے میں ایسا روحانی مرکز بن گیا ہوگا۔نوشتہ جات میں ظاہر ہونے والی اشتعال انگیزی اور مصیبت، اس کے بعد، ایک ابھرتی ہوئی بادشاہی کے بڑھتے ہوئے درد ہونے کا امکان ایک پہلے سے اہم بادشاہی کے حصول یا شاید بحالی کی کوششوں سے کم ہے۔

Islam in Indonesia by Ethnic Groups (2010)[16]

Javanese (44.7%)	Sundanese (17.6%)	Malay (4.17%)
Madurese (3.46%)	Betawi (3.19%)	Minangkabau (3.11%)
Buginese (3.06%)	Bantenese (2.24%)	Banjarese (1.98%)
Batak (1.81%)	Acehnese (1.64%)	Sasak (1.52%)
Dayak (0.49%)	Chinese (0.06%)	Balinese (0.06%)
	Others (11.2%)	

عیسائی ملک میں بکھرے ہوئے ہیں، خاص طور پر فلورس، تیمور، شمالی سیلیبس، کلیمانتان کے اندرونی حصے اور مولکاس میں۔زیادہ تر پروٹسٹنٹ یا آزاد عیسائی ہیں، اور باقی بنیادی طور پر رومن کیتھولک ہیں۔شہروں میں بہت سے چینی بھی عیسائی ہیں، لیکن کچھ بدھ مت یا کنفیوشس ازم کی پیروی کرتے ہیں، بعض اوقات عیسائیت کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں۔ہندو تمام انڈونیشیا کے 2 فیصد سے بھی کم ہیں، حالانکہ ہندو مت بالی پر غالب مذہب ہے اور لومبوک میں اس کے بہت سے پیروکار ہیں۔کچھ دور دراز علاقوں میں مقامی مذاہب پر عمل کیا جاتا ہے۔

پالمبنگ

انڈونیشیا کے بڑے مذاہب سبھی ساحل پر متعارف ہوئے تھے اور سوائے جاوا اور جنوبی سماٹرا جیسے کھلے علاقوں کے (جو قدرتی رکاوٹوں سے پاک تھے) آہستہ آہستہ اندرون ملک داخل ہوئے۔ وسطی کالیمانتان اور مغربی نیوگنی جیسے علاقے، شمالی سماٹرا کے پہاڑ، اور دیگر پہاڑی جزیروں کے اندرونی حصے طویل عرصے تک بیرونی مذاہب سے بالکل اچھوت رہے۔تاہم، 20 ویں صدی کی

زیادہ تر عیسائی مشنری سرگرمیوں نے اندرون ملک رہنے والے ان لوگوں پر توجہ مرکوز کی ہے۔

بورو بدور میں سٹوپا

انڈونیشیائی تاریخ کی سب سے قدیم ریکارڈ ہندوستان سے وسیع مذہبی اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ ابتدائی انڈونیشیا کی ریاستیں جو جاوا یا سماٹرا پر مرکوز تھیں ہندومت اور تھیرواڈا اور مہایانا بدھ مت کی بہت سی شکلوں سے تیار ہوئیں۔ 9ویں صدی عیسوی کے دوران، ہندومت اور بدھ مت دونوں ہی عدالتی مذاہب کے طور پر رائج تھے۔شیو اور بدھ کو ایک ہی روحانی وجود کے مظہر کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔دونوں مذاہب کا اختلاط 14ویں صدی تک جاری رہا، جب اسلام، بنیادی طور پر جنوبی ایشیا سے مسلمان تاجر لائے۔جاوا اور سماٹرا کے ساحلوں پر غالب مذہب کے طور پر ابھرا۔15ویں صدی تک اسلام نے جزیرہ نما کے دیگر جزائر کے ساحلی علاقوں میں بھی مضبوط قدم جما لیے تھے۔

عدالتی سطح پر ہونے والی تمام مذہبی تبدیلیوں کے دوران، عام لوگوں نے ہر نئے مذہب کے حصے کو اپنے روایتی مقامی عقائد کے اوپر ایک اضافی تہہ کے طور پر اپنایا۔نیتجتاً، اسلام کا اظہار انڈونیشیا میں مشرق وسطیٰ کے مقابلے مختلف انداز میں کیا جاتا ہے۔آچے، مغربی سماٹرا، مغربی جاوا، جنوب مشرقی کلیمانتن، اور کچھ کم سنڈا جزائر میں مذہب پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔جاوا پر، مسلمان جو آرتھوڈوکس طریقوں کی پیروی کرتے ہیں انہیں سنتری کہا جاتا ہے۔اس کے برعکس، ابنگان مانتے ہیں۔ایک زیادہ ہم آہنگی والی روایت کی طرف، جو آبائی عقائد اور طریقوں سے سخت متاثر ہے۔زیادہ مذہب سے آگاہ متوسط طبقے کی ترقی کے ساتھ، خاص طور پر 20ویں صدی کے اواخر سے، عقیدہ ختم کرنے کا طریقہ پسپائی اختیار کر رہا ہے، جب کہ زیادہ آرتھوڈوکس مسلم طریقوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔تاہم، پیدائش، موت اور شادی سے جڑی بہت سی مقامی رسومات کا ہر سطح پر لوگ احتیاط سے مشاہدہ کرتے ہیں، اور تمام خاص مواقع پر تقاریب (سیلامتن) منعقد کی جاتی ہیں۔

ولی سانگو

میں یہاں پر انڈونیشیا میں اسلام پھیلانے والوں کا ذکر کروں گا جو کہ عام طور پر انہیں ولی سانگو کہا جاتا ہے جب میں نے اپنی کتاب ”مجددین امت محمدیہ اور ان کے تجدیدی کارنامے“ تحریر کی جو کہ مکرم مولانا نصیر احمد انجم مرحوم کے ساتھ مل کر لکھی گئی ہے اور یہ کتاب نیٹ پر موجود ہے جب میں یہ کتاب لکھ رہا تھا تو مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب کے پاس مسودہ دکھانے کے لئے گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے انڈونیشیا میں جو اسلام پھیلانے والے ولی تھے ان کا ذکر نہیں کیا میں نے مکرم عبدالباسط شاہد صاحب جو امیر انڈونیشیا تھے انہیں میں نے تحریر کیا اور میرے جامعہ کے کلاس فیلو بھی تھے انہیں بتایا کہ میں ولی سانگو کے بارے میں لکھنا چاہتا ہوں تو انہوں نے ۱۵ صفحات پر مشتمل انڈونیشیا زبان میں معلومات بھجوائیں جس کا ترجمہ مکرم مولانا محمود احمد چیمہ صاحب مرحوم نے کیا جسے میں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸۳ سے صفحہ ۲۹۳ تک شامل کتاب کیا ”تمام ولی سانگو کے جاوا میں اسلام پھیلانے سے قبل نشانات اسلام موجود تھے کیونکہ کہ وہاں پر ایک مسلمان عورت فاطمہ بنت میمون کی قبر ہے جو ۴۷۵ ہجری 1082 میں فوت ہوئیں لیکن بدھوں اور ہندوؤں کے مقابل پر ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی ۱۴۰۴ میں سلطان محمد اول جو اس وقت ترکی میں حاکم تھا اس نے پہلی دفعہ ایک عالم جس کا نام مولانا ملک ابراہیم تھا کو جاوا میں اسلام پھیلانے کے لیے بھیجا اس کے بعد انہوں نے کچھ اور علماء کو بھیجا جو ان کے مددگار تھے جن کے نام امام مولانا اسحاق سمرقند۔احمد جمادل کبریٰ مصر۔مولانا محمد المغربی مراکش۔مولانا محمد اسرائیل ترکی۔مولانا محمد علی اکبر ایران۔مولانا حسن الدین فلسطین۔مولانا

علاء الدین فلسطین ۔ شیخ سوبا کرایران کے فرد ہیں ان سب کو والی سانگو کہتے ہیں گو یا ولی سانگو ایک دیوان مبلغین تھا جو کہ ۹ افراد پر مشتمل تھا اور انہوں نے اسلام کی ترویج وترقی کے لئے بھرپور کوشش کی ۔ یہاں تک کہ اسلام کافی پھیلا لیکن میں نے غور کیا ہے کہ وہ آنے والے جو اسلام کی تعلیم لے کر آئے تھے انہوں نے مقامی رہنے والے لوگوں کے طریق واطوار کو نہیں بدلا بلکہ ان کو اسی میں شامل کرتے رہے تا کہ وہ ناراض نہ ہو جائیں آج اگر ہم غور کریں تو بہت ساری باتیں جو اسلام کا حصہ نہیں ان پر عمل پیرا ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یہ بھی ایک بات ہے جو میری کتاب میں پڑھی جا سکتی ہے آج اگر دیکھا جائے تو ولی سانگو نام کی کوئی چیز نہیں اس کی وجہ مسیح موعودؑ کی آمد ہے جن کے بعد ان تمام مصنوعی راستوں کو اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا اور اپنے نمائندہ کو اس دنیا کی راہنمائی کے لئے بھیج دیا الحمدللہ

قادیاں میں رہتے ہو

(بشریٰ سعید عاطف . مالٹا)

مبارک اہلِ وفا قادیاں میں رہتے ہو
نگینۂ دل و جانِ جہاں میں رہتے ہو
تمہیں نصیب ہے وہ قربِ مہدیء دوراں
کہ تم تو سایہِ لطفِ عیاں میں رہتے ہو
جہاں ہر ایک قدم پر ہے روشنی کی کرن
تم اس زمیں کی درخشاں اماں میں رہتے ہو
تمہاری رات ہے تسبیح و نعت سے روشن
تم ایسی نور بھری داستاں میں رہتے ہو

وہی حریمِ محبت، وہی جنوں کا مقام
تم ایک خاکِ درِ مہرباں میں رہتے ہو
جہاں کے ذرے بھی لگتے ہیں آئنے جیسے
تم ایسے پاک نگینوں کے ہاں میں رہتے ہو
تمہیں جو قربِ امامِ زماں نصیب ہوا
اسی بہارِ ازل کے سماں میں رہتے ہو
جہاں پہ نورِ ہدایت اتر کے بستا ہے
تم اس مقامِ صفا کے مکاں میں رہتے ہو
تمہیں ملا ہے شرف ہر قدم پہ برکت کا
تم ایک رحمتِ خاصاں، نشاں میں رہتے ہو
زباں پہ جاری درود اور دل میں شوقِ وصال
تم ایک حلقہ ذکر و اذاں میں رہتے ہو
تمہارا قلب منوّر ہو کیوں نہ ہر لمحہ
کہ تم تو مہرِ کرم کی کماں میں رہتے ہو
جو آفتابِ ہدایت کا تم پہ ہے سایہ
تم ان کی نور بھری کہکشاں میں رہتے ہو
یہی ہے وقت کا مرکز، یہی ہے دل کا سکوں
تم اک نظیرِ جمالِ جہاں میں رہتے ہو
تمہارا ذکر ہو جیسے بہار کی خوشبو
تم ایک وجد بھری داستاں میں رہتے ہو
تمہیں سلام یہ بشریٰؔ کا صبح و شام ملے
تم اہلِ فضل ہو، تم قادیاں میں رہتے ہو

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

انڈونیشیا میں احمدیت کی ابتدائی تاریخ

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمانوں کی از سر نو ترقی اور عروج کے بارہ میں یہ تاریخی الہام بھی نازل ہوا کہ ”بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمد یاں بر منار بلند تر محکم افتاد“ یعنی خوش ہو کہ تیری ترقی کا وقت قریب آ پہنچا اور مسلمانوں کا قدم ایک بہت بلند مینار پر مضبوط پڑا۔ اس الہام الٰہی میں مسلمانان عالم کے عظیم الشان اور روشن مستقبل کی خبر دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ان بشارتوں کے مطابق اس کے فضل سے نہ صرف 14 اگست 1947ء سے پاکستان ایسی عظیم الشان اسلامی مملکت معرض ظہور میں آ چکی ہے بلکہ دنیا کے مسلمان پستی کی حالت سے نکل کر آہستہ آہستہ شان و شوکت کے اس مضبوط اور بلند مینار کی طرف آ رہے ہیں جس کی خبر آپ کو دی گئی تھی۔ ایران مصر، ٹیونس، مراکش اور لیبیا اب غیر ملکی چنگل سے آزاد ہو چکے ہیں۔ سوڈان خودمختار ہو چکا ہے۔ انڈونیشیا میں مسلمان حکومت قائم ہو چکی ہے۔ ترکی بڑی تیزی سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ الجیریا وغیرہ ممالک گو ابھی تک غلامی کی زنجیروں میں ہیں مگر ان کی تحریک آزادی عالمی رائے کا مرکز بن رہی ہے۔ غرض 1883ء کے مایوس کن اور خطرناک حالات کا نقشہ یکسر بدل چکا ہے اور اس کی جگہ ایک حوصلہ افزا ماحول نے لے لی ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 228)

سب سے پہلے احمدی مکرم احمد نورالدین صاحب مکرم ابوبکر ایوب صاحب مکرم زینی دھلان صاحب

طلباء سماٹرا

1925ء کی شوریٰ میں حضورِ انور نے فرمایا ”اسی طرح ایک اور بات ہے جسے صیغہ دعوۃ و تبلیغ کو بھی لینا چاہئے تھا اور وہ سماٹرا کے لڑکوں کا آنا ہے جو بہت ہوشیار اور بڑے مخلص ہیں ان میں تبلیغ کا اس قدر جوش ہے کہ ابھی سے انہوں نے اپنے ملک کے لوگوں میں تبلیغ شروع کر دی ہے اور اچھا اثر ڈال رہے ہیں یہ بھی نیا کام ہے ان طلباء کے ذریعہ چین فلپائن اور جاپان میں بھی تبلیغ ہو سکتی ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ طلباء ان علاقوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔“

طلباء سماٹرا کا اخلاص

وہ نظارہ دیکھنے کے قابل تھا جب ان طلباء نے سفر یورپ سے آنے پر مجھے ایڈرس دیا تھا اس سے نہ صرف خوشی کے جذبات ظاہر ہوتے تھے بلکہ وہ ایک دردناک نظارہ بھی تھا۔ جس طالب علم نے ایڈریس پڑھا اس کی عجیب حالت تھی اس کے آنسو رواں تھے اس نے نہایت دردناک اپیل کی کہ ہمارے ملک کو لوگوں کو اس وقت تک کیوں اس نعمت

Ahmadi students and converts from the Dutch East Indies in the presence of the Caliph HazratMirza Basheer-ud-Din Mahmood Ahmad(ATBA)

سے محروم رکھا گیا ہے۔ تو ان طلباء کا جوش اور سلسلہ کے لئے غیرت قابل رشک ہے۔ اور بہت اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ سلسلہ کے ایسے کام تھے جن سے جماعت کو واقف کرنا ضروری تھا کیونکہ واقفیت کے بغیر جوش نہیں پیدا ہو سکتا۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء ص 18۔19)

پہلے مبلغ احمدیت انڈونیشیا

1925ء میں سلسلہ احمدیہ کا ایک اور بیرونی مشن جزائر شرق الہند انڈونیشیا کے جزیرے سماٹرا میں قائم کیا گیا اس در التبلیغ کی داغ بیل اتفاقاً پڑی اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان جزائر میں سے تین نوجوان مولوی ابوبکر ایوب صاحب مولانا محمد نور الدین صاحب اور مولوی زینی دحلان صاحب حصول علم دین کے لئے لکھنؤ پہنچے اور وہاں ایک عالم سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی ان لوگوں نے دیکھا کہ ان کا استاد اپنے کسی استاد یا پیر کی قبر پر سجدہ کر رہا ہے یہ نظارہ دیکھ کر تینوں لکھنؤ سے لاہور آ گئے اور چند ماہ تک احمدیہ بلڈنگ میں قیام کیا مگر ان کی تعلیم کا کوئی تسلی بخش انتظام نہ ہو سکا اسی اثنا میں انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان قادیان میں مقیم ہے یہ تینوں صاحب اگست ۱۹۲۳ میں قادیان تشریف لے گئے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا کہ ہم دینی تعلیم کے لئے آئے تھے مگر ہمارا کوئی معقول انتظام نہیں کیا گیا حضور نے فرمایا میں دینی تعلیم کا انتظام کر سکتا ہوں مگر شرط یہ ہوگی کہ آپ چھ ماہ تک صرف اردو زبان پڑھیں چنانچہ انہوں نے پہلے اردو سیکھی اور پھر دینیات کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور جلد ہی احمدیت میں داخل ہو گئے کچھ عرصہ بعد ان کی مساعی سے کئی اور سماٹری اور جاوی طلباء قادیان میں پہنچ گئے ساتھ ہی ان لوگوں نے اپنے رشتہ داروں سے تبلیغی خط و کتابت شروع کی جس کے نتیجہ میں بعض لوگ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسی عرصہ میں ایمان لے آئے۔ بعض مستعد ہو گئے اور بعض نے مخالفت کا رنگ اختیار کیا اور بحث شروع کر دی ان حالات نے طلبہ کو تبلیغ کی طرف اور بھی متوجہ کر دیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ جب سفر سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے 29 نومبر 1924 کو حضور کے اعزاز میں ایک دعوت دی اور مخلصانہ ایڈریس پیش کر کے استدعا کی کہ حضور مغرب کی طرف تشریف لے گئے ہیں اب مشرق کی طرف بھی تشریف لے چلیں حضور نے وعدہ فرمایا کہ ان شاءاللہ میں خود یا میرا کوئی نمائندہ آپ کے ملک میں جائے گا (یہ پیشگوئی 2000 میں اس وقت پوری ہوئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انڈونیشیا کا دورہ فرمایا) چنانچہ حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جزائر شرق الہند کے لئے مولوی رحمت علی صاحب فاضل کو پہلا مبلغ احمدیت مقرر فرمایا قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب آپ اپنی مشہور کتاب ”سلسلہ احمدیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں اس مہم کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کی مردم شناس آنکھ نے مولوی رحمت علی صاحب کو منتخب کیا۔ مولوی صاحب مولوی فاضل تھے مگر سادہ مزاج رکھتے تھے اور بعض حلقوں میں خیال کیا جاتا تھا کہ شاید وہ اس نازک کام میں کامیاب نہ ہو سکیں مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت خلیفۃ المسیح کی روحانی توجہ کے طفیل اس مشن نے حیرت انگیز رنگ میں ترقی کی اور بعض لحاظ سے دوسرے سب مشنوں کو مات کر گیا۔ مولوی رحمت علی صاحب 17 اگست 1925 کو قادیان سے روانہ ہوئے حضور نے آپ کو رخصت کرتے ہوئے کی نصیحتیں فرمائیں مثلاً علم کا گھمنڈ رکھنے والوں اور علماء سے خلوت میں گفتگو کریں کریں۔ تبلیغ کا کام بتدریج ہو۔ جہاں جہاں جماعتیں قائم ہوں وہاں انجمن بھی قائم کریں اور انجمن کو باقاعدہ کرنے کے ساتھ ساتھ نئے احمدیوں میں تبلیغ کی عادت بھی پیدا کریں اور عمدہ نمونہ بنیں۔ تا لوگ احمدیت کی حقیقت سمجھ سکیں۔ مولوی رحمت علی صاحب احمدیت کا پیغام لے کر ستمبر 1925ء کو اس ملک میں پہنچے اور سب سے پہلے سماٹرا کے قصبہ ”تاپک توان“ میں فروری

۱۹۲۷ءتک قیام کیا۔اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک جماعت پیدا کردی''تاپک توان''میں احمدیت کا بیج بو دینے کے بعد آپ مارچ 1927 میں پاڈانگ گئے۔اور وہاں اپنا مرکز قائم کر کے ایک رسالہ''اقبال''نامی میں جاری کیا اور پبلک لیکچروں اور اخبارات اور انفرادی ملاقاتوں سے عوام اور حکومت دونوں حلقوں میں تبلیغ شروع کردی۔علماء نے احمدیت کا اثر ونفوذ دیکھا تو وہ متفقہ طور پر آپ کو ملک سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے لیکن حکام نے مذہبی معاملات میں دست اندازی کرنے سے انکار کردیا اسی دوران میں قادیان سے حاجی محمود احمد صاحب بھی علم دین حاصل کر کے پہنچ گئے اور آپ کا ہاتھ بٹانے لگے۔مسلمانوں میں تبلیغ کے علاوہ عیسائیت کے خلاف محاذ قائم کیا گیا اور عیسائی پادریوں سے متعلق مذاکرات مباحثہ ہوئے۔

(مجلس مشاورت 1927 کی رپورٹ کے مطابق مشن ہاؤس تاپک توان سے پاڈانگ قائم کردیا ہے مکرم رحمت علی صاحب انچارج ہیں 135 احباب جماعت میں شامل ہوئے دو احمدی جماعتیں قائم ہوئیں بنی بنائی مسجد مل گئی قادیان میں 17 جاوا اور سماٹرا کے طلباء جو محنت اور محبت سے دین سیکھ رہے ہیں اپنے ملک کے اخبارات میں مضمون لکھ کر تبلیغ کر رہے ہیں۔سماٹرا میں مشن ہاؤس ہے 80 روپے ماہوار خرچ ہوتے ہیں۔(رپورٹ مجلس مشاورت 1927 ص252)دسمبر 1927ء کے آخر میں پاڈانگ میں غیر احمدی علماء سے آپ کا ایک عظیم شان مباحثہ ہوا یہ مناظرہ مولوی رحمت علی صاحب کے الفاظ میں احمدیت کی حیات وموت اور ترقی وتنزل کا سوال تھا میں اٹھانی پڑی اور تحقیق پسند طبائع پر سلسلہ کی حقانیت کھل گئی اور گو اس کے نتیجہ میں ایک کثیر طبقہ احمدیت کا دل سے قائل ہو گیا مگر علماء کی سختیوں کی وجہ سے علی الاعلان صداقت کا اظہار نہ کرسکا۔تاہم احمدیت میں ان کے داخلہ کی رفتار پہلے سے تیز ہوگئی۔تاپک توان اور پاڈانگ کے بعد ڈوکو میں جماعت قائم ہوگئی اور تبلیغ کو مزید وسعت دینے کے لیے میں مئی 1928ء میں کرائے کے مکان میں باقاعدہ مشن ہاؤس قائم کردیا گیا اس وقت تک جماعت سماٹرا میں ہی قائم ہوئی تھی اور جاوا کا جزیرہ خالی پڑا تھا مگر۔1929-30ء میں سماٹرا کے ایک احمدی ابوبکر بگنڈ و مہار جو تجارتی کاروبار کے سلسلے میں وہاں گئے اور جاوا میں بھی ایک مختصر جماعت پیدا ہوگئی چار سال کی محنت شاقہ کے بعد مولوی رحمت علی صاحب صاحب مرکز کی ہدایت پر 19اکتوبر 1929ء کو واپس تشریف لائے آپ کے ساتھ ابوبکر صاحب(پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ پاڈانگ)اور ایک معزز دوست ڈمنگ داتو پوتی صاحب بھی تھے۔مولوی رحمت علی صاحب حضور ایدہ اللہ کے حکم پر دوبارہ 6نومبر 1930ء کو روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ مولوی محمد صادق صاحب بھی تھے جنہیں حضور نے سماٹرا کی تبلیغ کے لئے منتخب فرمایا تھا۔یہ دونوں مبلغ 2 دسمبر 1930ء کو پاڈانگ پہنچے جہاں مولوی رحمت علی صاحب کچھ عرصہ مولوی محمد صادق صاحب کے ساتھ رہنے کے بعد اپریل 1931ء میں جاوا روانہ ہوئے اور وہاں نئے دارالتبلیغ کی بنیاد رکھی۔جاوا میں بہت مشکلات تھیں مگر آپ نے استقلال سے مقابلہ کیا اور پہلے سال چپو، بٹاوی(جاکرتا)اور بوگور میں جماعتیں قائم ہوگئیں اور آپ کا مرکز بٹاوی میں تھا۔جنوری 1935ء میں مولوی رحمت علی صاحب گاروت اور تاسکملایا کے شہروں میں گئے اور مختلف انجمنوں میں تقریریں کرنے کے علاوہ عیسائیوں سے مباحثے کئے اس سے پہلے عام مسلمان عیسائیوں کے اعتراضات سے سخت پریشان تھے لیکن اب جو انہوں نے دیکھا کہ عیسائی احمدی مبلغ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تو انہوں نے مولوی صاحب کو بہت مبارک باد دی مگر علماء نے ان کی مخالفت شروع کردی اور عوام کو بتایا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں مگر یہی مخالفت بعض سعید روحوں کو احمدیت میں لانے کا موجب بن گئی مولوی رحمت علی صاحب جاوا جانے سے پہلے جو تبلیغی میدان قائم کر چکے تھے اسے مولوی محمد صادق صاحب نے اور وسیع کرنے کی طرف توجہ دی۔چنانچہ آپ نے پندرہ روزہ اخبار''اسلام''(مولوی احمد نورالدین صاحب سماٹری کی ادارت میں)نامی جاری کیا جو بعد میں ماہنامہ میں تبدیل کردیا گیا اس رسالہ کے اجراء پر عیسائی حضرات احمدیت کے مقابلہ میں آ گئے اس کے علاوہ عیسائیوں سے عام خط وکتابت کے ذریعے بھی بحث ہونے لگی۔مئی ۱۹۳۴ء میں آپ نے سماٹرا کے دارالحکومت''میڈان''میں جاکر

کام شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک جماعت قائم ہوگئی 1934.1935 کا زمانہ تا پک توان اور لہوسوکن کی جماعت کے لئے بھاری ابتلاء کا زمانہ تھا کیونکہ اس میں جماعت کو تبلیغ بلکہ نماز کی ادائیگی سے روک دیا گیا اسی طرح لہوسوکن کی جماعت کو وہاں کے راجہ نے اپنے مظالم کا تختۂ مشق بنایا۔ تاہم حق وصداقت کی اشاعت کا سلسلہ خطوط ومضامین اشتہارات اخبارات اور مستقل کتابوں کی تصنیف کے ذریعہ بھی جاری رہا اور مباحثات کے ذریعے بھی۔ چنانچہ پاڈانگ میں ایک اور میڈان میں تین نہایت کامیاب مناظرے ہوئے پہلا مناظرہ مولوی محمد صادق صاحب نے پاڈانگ میں ایک عیسائی سے کیا جس نے دلائل سے تنگ آکر مولوی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ شخص جنوں کو استعمال کرتا ہے'' دوسرا مباحثہ مولوی ابو بکر ایوب سماٹری کی کا ایک عرب فاضل سے ہوا میں میڈان میں یہ پہلا مذہبی مناظرہ تھا جس خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ غیر احمدی اخباروں نے بھی احمدیت کی فتح کا کھلا کھلا اقرار کیا کیا تیسرا اور چوتھا مباحثہ ابوبکر ایوب صاحب نے ایک مجلس شرعی کے صدر سے کیا ان کے علاوہ انہی دنوں 6 اور مناظروں میں بھی اللہ تعالی نے کامیابی بخشی اور غیر احمدی علماء جو پہلے احمدیت کی مخالفت میں پوری قوت صرف کررہے تھے اب احمدی مبلغوں کے مقابل پر آنے سے جھجکنے لگے اب جاوا اور سماٹرا میں سلسلہ کی تبلیغ کا کام روز بروز وسیع ہورہا تھا اس لیے حضور نے ۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو مکرم ملک عزیز احمد خان صاحب اور مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری کو قادیان سے اور سید شاہ محمد صاحب کو سنگاپور سے وہاں بھجوایا۔ ۱۹۳۶ء۔ ۱۹۳۷ء میں مولوی ابوبکر ایوب صاحب نے سماٹرا میں قریبا دو ہزار میل کا تبلیغی سفر کیا اسی زمانہ میں گاروت (جاوا) میں سے احمدیہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ ایک پریس خریدا گیا۔ مکرم مولوی رحمت علی صاحب کچھ عرصہ کے لئے مرکز لے گئے اور دوبارہ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں واپس جاوا آئے اور تبلیغ سلسلہ میں مصروف ہوگے ان دنوں گاروت میں مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری سورابایا میں ملک عزیز احمد صاحب۔ بہرواکرتو میں سید شاہ محمد صاحب اور تاسکملایا میں محمد طیب صاحب فریضہ تبلیغ ادا کررہے تھے ان مبلغین کی کوششوں سے احمدیت قبول کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ ایک خاص اثر یہ بھی ہوا کہ دو جماعتوں کے سوا جو ظاہرا مخالفت کرتی تھی باقی مخالف جماعتیں ایک ایک کرکے میدان سے ہٹ گئیں۔

نومبر 1940ء کے تیسرے ہفتہ میں مولوی رحمت علی صاحب بٹاویہ (جاوا) سے سماٹرا آئے 14 دن میڈان میں تین ماہ پاڈانگ میں رہ کر مارچ 1941ء میں واپس جاوا تشریف لے گئے قیام کے دوران میں آپ نے جماعت کو وعظ ونصیحت سے متمتع کیا۔ آپ کی آمد پر پاڈانگ میں چار جلسے ہوئے جن میں مولوی محمد صادق صاحب اور مولوی ابوبکر صاحب کے علاوہ آپ نے لیکچر دیئے سماٹرا میں ایک مبلغ ناکافی تھا اس لیے مولانا ابوبکر صاحب جو پہلے جاواں میں کام کررہے تھے سماٹرا میں فریضہ تبلیغ سرانجام دینے لگے اسی اثنا میں 8 مارچ 1942ء کو جاپانیوں نے جزائر شرق الہند پر قبضہ کرلیا اور مشکلات اور تکالیف کا ایک نہایت المناک سلسلہ شروع ہوا قبضہ کے دوران جاپانیوں نے ملکی باشندوں پر جو وحشیانہ مظالم توڑے وہ نہایت ہی دردناک تھے ایک جماعت کے سوا جسے حکومت اپنے سیاسی اغراض کے لئے قائم کیا تھا باقی سب سیاسی اور مذہبی تنظیمیں حکما بند کردیں تاہم انفرادی تبلیغ جاری رہی اور اس حصہ میں جماعت کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا اس زمانے میں احمدی مبلغین نے جن میں مولوی رحمت علی صاحب اور ملک عزیز احمد خان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں مختلف کتابوں کے تراجم کیے جو بعد میں شائع ہوئے۔ جاوا میں تبلیغ کی ممانعت کردی اس پر مولوی محمد صادق صاحب نے حکومت جاپان کو مفصل خط لکھا جس میں احمدیت کی غرض وغایت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی کہ جاپان کی لڑائی ہرگز جہاد فی سبیل اللہ نہیں اس کی علمبردار صرف مسلمان قوم ہوسکتی ہے اور آپ مسلمان نہیں۔ جماعت احمدیہ کے ایک وفد جس میں مولوی محمد صادق صاحب بھی شامل تھے جاپانی حکومت کے گورنر آف سماٹرا کے سامنے یہ خط پیش کیا۔ جاپانی حکومت نے اس سے سخت برافروختہ ہوکر مولوی محمد صادق صاحب کو سزائے موت کا

حکم صادر کردیا اس کے بالمقابل جاوا کے احمدی مبلغین جاپانی حکومت نے قید میں ڈال دیئے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ 1944ء میں مغربی جاوا کے مقام پر بغاوت ہوئی بعض مقامی علماء نے نے جاپانی حکام سے کہا کہ بغاوت میں احمدیوں کا ہاتھ ہے اس شکایت پر بعض دوسرے احمدیوں کے علاوہ ملک عزیز احمد خاں صاحب ۔مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری اور سید شاہ محمد صاحب گرفتار کر لیے گئے ۔غرضیکہ جاوا اور سماٹرا دونوں جگہ صرف احمدی مبلغین جاپانی مظالم کا نشانہ بنائے گئے ۔اور بظاہر نجات کی کوئی صورت باقی نہ رہی ۔مگر اس سے پہلے کہ جاپانی اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوتے اس ظالم حکومت کا تختہ الٹ گیا اور قدرت الٰہی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انقلاب کی نسبت احمدی مبلغوں کو قبل از وقت اطلاع دی گئی تھی جاپانی حکومت کا خاتمہ ہوا تو ڈاکٹر سکارنو نے 17 اگست 1945 کو انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کردیا اور ولندیزیوں کے خلاف سارے ملک میں تحریک آزادی لڑی جانے لگی اس موقع پر مبلغین احمدیت اور دوسرے احمدیوں نے حضرت خلیفۃ الثانی ایدہ اللہ کے ارشاد پر پر تحریک آزادی میں بھی سرگرم حصہ لیا مولوی عبدالواحد صاحب اور ملک عزیز احمد خان صاحب نے تقریباً دو تین ماہ ریڈیو اردو پروگرام نشر کیا اور سید شاہ محمد صاحب تو تحریک میں اس جوش خروش سے شامل رہے کہ انڈونیشیا کے سابق وزیر داخلہ نے کہا کہ ہم شاہ محمد صاحب کو اپنی قوم کا ہی فرد سمجھتے ہیں چنانچہ ۱۹۴۹ میں جس روز صدر سکارنو ڈچ حکومت سے چارج لینے کے لیے کے جن بارہ آدمیوں کے ہمراہ دارالحکومت میں پہنچے تو ان میں سید شاہ محمد صاحب بھی تھے ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے 1948ء میں جب کہ انڈونیشیا کی آزادی جاری تھی مولوی محمد سعید صاحب انصاری صاحب کو سماٹرا بھجوایا ۔نومبر 1949ء میں جماعت کی از سر نو تنظیم کرنے کے لیے مولوی رحمت علی صاحب کی صدارت میں تمام مبلغین کا پہلا اجتماع منعقد ہوا اس اجتماع میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے لیے قواعد وضوابط مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے ممبر شاہ محمد صاحب مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری اور ملک عزیز احمد صاحب تھے اور معاون مسٹر راڈن ہدایت انڈونیشین زبان میں قواعد مرتب ہوئے تو 9۔10۔11 دسمبر کو جماعتہائے انڈونیشیا کی پہلی سالانہ کانفرنس جاکارتا میں منعقد جس کا سلسلہ ایک سال کے وقفے کے ساتھ اب تک خدا کے فضل سے جاری ہے مولوی رحمت علی صاحب ۳۰ اپریل ۱۹۵۰ کو واپس تشریف ربوہ تشریف لائے اسی سال مولوی امام الدین صاحب ۔مولوی عبدالحیٰ صاحب مولوی محمد زہدی صاحب اور حافظ قدرت اللہ صاحب اور دو سال بعد حکیم عبدالرشید ارشد ان علاقوں میں تبلیغ کے لیے بھیجے گئے ان کے بعد حضور نے 6 جون 1954ء کو صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کو مع اہل وعیال انڈونیشیا روانہ فرمایا صاحبزادہ صاحب نے وہاں ملک میں پھیلی ہوئی جماعتوں کا دورہ کرکے ان میں غیر معمولی بیداری پیدا کی ۔اور 22 مارچ 1956 کو واپس تشریف لائے ۔1954 کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لیے جماعتہائے انڈونیشیا کے وائس پریذیڈنٹ راڈن ہدایت صاحب ربوہ آئے تو واپسی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے انڈونیشیا کی جماعتوں کے اخلاص اور قربانی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ایک تحریری جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور ''حقیقۃ الوحی'' کے مسودہ کا حصہ ہے بطور تبرکت بھجوائی۔

(اس کی سکین شدہ کاپی آپ ملاحظہ فرمائیں گے)

1962ء میں ملک عزیز احمد صاحب انتقال فرما گئے اور اسی سرزمین میں میں دفن کیے گئے جولائی 1963 میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد وکیل تبشیر تحریک جدید مشرق بعید کے مشنوں کا جائزہ لینے کے لئے انڈونیشیا بھی تشریف لے گئے اور بانڈونگ انڈونیشیا کی چودھویں سالانہ کانفرنس منعقدہ (26 تا 28 جولائی 1963) میں شمولیت کی اس کانفرنس میں میں ساٹھ احمدیہ جماعتوں کے قریب 2000 نمائندے شامل ہوئے کانفرنس کے دوران 9 افراد داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے ۔دارالتبلیغ سماٹرا اور جاوا جس کا آغاز محض اتفاقی رنگ میں ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی ترقی کر چکا ہے ابتداء اس کے اخراجات مرکز برداشت کرتا تھا مگر انیس سو سینتالیس کے بعد سے انڈونیشیا مشن خود کفیل مشن بن چکا ہے جاوا اور سماٹرا میں مندرجہ ذیل مقامات پر

مشہور احمدی جماعتیں قائم ہیں۔

(جاوا غربی) جاکرتا۔ بوگور۔ چیسا لاڈلا۔ سوکا بومی۔۔ چیانجو۔ چیارائے، چہارنگ بوجنگ۔ پینگلاں۔ تجرانگ۔ گرادنگ۔ لاویمانگو۔ بونیجایا۔ سوکاتابی۔ ولیچنگ۔ چیاعت۔ کڈنگبالنگ۔ گوڈرنگ۔ چریبون۔ مانسلور؛ (جاوا وسطی) پوروکرتو۔ جوگجکارتا۔ پابوداران۔ کڈنگمالنگ (جاوا شرقی) سورابایا۔ (سماٹرا شمالی) میڈان۔ تابنگ تنگی۔ تجونگ بالائی۔ (سماٹرا وسطی) پاڈانگ۔ تالنگ پگن بارو۔ بوکیت تینگی ڈوکو۔ (سماٹرا جنوبی) لاہت۔ 1962ء کی رپورٹ کے مطابق ۵۱ مساجد اور ۱۳ مشن ہاؤسز قائم ہیں۔ انڈونیشیا میں اس وقت میں مندرجہ ذیل مبلغین اعلائے کلمہ اسلام میں مصروف ہیں سید شاہ محمد صاحب (رئیس التبلیغ) مولوی ابوبکر ایوب صاحب مرکزی مبلغ۔ مولوی عبدالحی شاہ صاحب۔ مرکزی مبلغ۔ مولوی امام الدین صاحب مرکزی مبلغ، مکرم صالح شبیبی صاحب مرکزی مبلغ۔ مکرم مولوی عبالواحد صاحب مرکزی مبلغ۔ مولوی محمد ایوب صاحب لوکل مبلغ۔ مولوی زینی دحلان صاحب۔ مولوی منصور احمد صاحب۔ مولوی احمد رشدی صاحب ۔ مولوی سلیمان عباس صاحب۔ مولوی محی الدین صاحب۔ حاجی بصری صاحب دیہاتی مبلغ۔ محمد شیتری صاحب دیہاتی مبلغ۔ سلیمان صاحب دیہاتی۔ عبدالرحمن صاحب دیہاتی مبلغ مکرم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب مکرم مولانا راجا نصیر احمد صاحب مکرم مولانا امام دین صاحب مکرمولانا سعید احمد انصاری صاحب اس دارالتبلیغ کی اسلامی خدمات کی نسبت دوسروں کی چند آراء بطور نمونہ درج ذیل کی جاتی ہیں۔

(1) سفیر انڈونیشیا الحاج محمد رشید صاحب نے ستمبر 1957ء میں ایک پبلک جلسہ میں جماعت احمدیہ کی انڈونیشیا میں اسلامی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ ’’انڈونیشین قوم جو عیسائیت کے سیلاب کے آگے بہہ جارہی تھی اس کو جماعت احمدیہ کے مبلغین نے اس خطرہ سے بچالیا۔

(2) سلسلہ احمدیہ کے ایک شدید مخالف ڈاکٹر حاجی عبدالکریم امراللہ نے اپنی کتاب ’’القول الصحیح‘‘ میں لکھا

’’ہم روئے زمین کے مسلمانوں کی طرف سے جماعت احمدیہ قادیان کا اس بارے میں شکریہ ادا کرتے ہیں تو اس نے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر یورپی ممالک میں کئی عیسائیوں کو اسلام کی طرف کھینچا ہے۔

(۳) ڈی ۔ اے۔ آر۔ گب اپنی کتاب (Mohammadanism) ایڈیشن جولائی 1955ء آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے صفحہ 2۴1 پر لکھتے ہیں ’۔۔۔۔۔جماعت احمدیہ قادیان انڈونیشیا، جنوبی، مشرقی اور مغربی افریقہ میں عیسائی مشنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کررہی ہے ’’جسٹس دان ڈیرکودوف‘‘ دی مسلم ورلڈ جنوری

نوائے سروش

مکرم مصلح الدین احمد

محبوبِ دل نواز کو پاتا ہے کون کون
کوئے وفا میں دھونی رماتا ہے کون کون
نفسانیت کے بند علائق کو توڑ کر
نقشِ دوئی کو دل سے مٹاتا ہے کون کون
افسردگی شوق کے آتش کدہ میں پھر
یادِ خدا کی آگ جلاتا ہے کون کون
منشائے ایزدی کے اشاروں کے سامنے
مثلِ ذبیح سر کو جھکاتا ہے کون کون
فاراں سے لیکے جلوہء یزداں کی روشنی
تیرہ دلوں کو طور بناتا ہے کون کون
انفاس عیسوی کی بہاروں سے چار سو
حسنِ ازل کے پھول کھلاتا ہے کون کون
مردہ سی کائنات کو دے کر پیامِ نو
اس کے حریم ناز میں لاتا ہے کون کون

انیس سو باسٹھ کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔انڈونیشیش کے ایک مشہور پبلشر نے مجھے بتایا کہ انڈونیشیا کا نوجوان طبقہ جماعت احمدیہ کا لٹریچر بڑے شوق کے ساتھ خریدتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ انڈونیشیا کے بڑے جزائر میں احمدی موجود ہیں بلکہ دور افتادہ علاقوں میں بھی پائے جاتے ہیں اگر چہ غالب اکثریت قادیانی احمدیوں کی ہے تا ہم ان دونوں احمدیہ فرقوں کا وجود مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں میں احیائے اسلام کا زبردست محرک ہے جماعت احمدیہ کا اثر ہندوستان سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل رہا ہے اس کی شاخیں اور اس طرح لٹریچر دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ چکا ہے یورپ کے لوگ اس کا مطالعہ کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے مبلغ بھی تمام ممالک میں فریضہ تبلیغ ادا کر رہے ہیں یورپ اور باقی علمی دنیا میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں اور اپنے اس امتیاز کے باعث ہم اس کے معترف اور ممنون ہیں

(نیشنل فرنٹ نیوز آف انڈونیشیا20دسمبر 1962ء تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۵۳۷ تا ۵۴۵)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تقریر سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا مطبوعہ خالد مارچ 1954ء صفحہ 5،7 یادر ہے کہ ہم نے اس عنوان کے تحت انڈونیشیا کے جزائر میں سے صرف سماٹرا اور جاوا کے تبلیغی حالات کا تذکرہ کیا ہے بورنیو اور دوسرے جزائر کے مشنوں کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 588)

جاوا

دوسری جنگ عظیم کے دوران مشرق بعید کے مجاہدین احمدیت کا رابطہ مرکز سے کٹ چکا تھا اور کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس حال میں ہیں یہ پہلا سال تھا جس میں خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی خیریت کی اطلاعات مرکز میں پہنچیں چنانچہ ریڈکراس کمشنر شملہ کی طرف سے 12 جولائی 1943ء کو بذریعہ تار اطلاع ملی کہ۔”دشمن کے ذرائع سے حاصل شدہ اطلاع مظہر ہے کہ مولوی رحمت علی صاحب زندہ اور بخیریت ہیں“

نغمۂ مہجور

ابوالعطاء جالندھری

والد محترم حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری 1931ء سے 1936ء تک خدمت دین کی خاطر بلاد عربیہ میں مقیم رہے۔اس دوران 20 نومبر 1931ء کو آپ نے نغمۂ مہجور کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو اخبار الفضل قادیان کے 22 مارچ 1932ء کے پرچہ میں طبع ہوئی۔آپ نے لکھا ہے کہ یہ آپ کی پہلی نظم تھی۔(عطاء المجیب راشد۔لندن)

کشتِ دل میں تخم الفت بو رہا ہے خوبرو
سن رہا ہوں اس کا نغمہ گو نہیں وہ روبرو
اس کے ہاتھوں نقش فطرت جلوہ گاہ حسن ہے
گا رہی ہیں جس فضا میں بلبلانِ خوش گلو
حسن کو دیکھا کیا، پھولوں کو میں سونگھا کیا
پر کہاں مطلوب میرا، اور کہاں یہ رنگ و بو
جستجوئے ذات وحدت سوئے صحراء لے چلی
ہم صفیرانِ چمن! تم کو مبارک ہاؤ ہو
ہوں تلاش یار میں، دیوانہ مت سمجھو مجھے
میں عبث پھرتا نہیں ہوں اس جہاں میں کو بکو
مدتوں تڑپا کیا، اور بارہا سجدے کئے
زاریاں بھی کر چکا، پوری نہ کی پر آرزو
دشتِ غربت میں گیا تو خود وہ یوں گویا ہوئے
امتحان منظور تھا، بس ہو گئے تم سرخرو
تشنگی بجھ جائے گی، جاتے رہیں گے ہم و غم
کلفتیں مٹ جائیں گی سنتے ہی اس کی گفتگو
منزل محبوب کا رستہ ہے خالد پُر خطر
بن چلے اس پر نہیں ملتی جہاں میں آبرو

انڈونیشیا کی تحریک آزادی کے حوالہ سے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی زرّیں ہدایات

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

۱۹۴۵ میں ہالینڈ کی ڈچ افواج نے ملک کو پہلے کی طرح اپنے زیر نگیں کرنے کے لئے مہم شروع کر دی اس اہم مرحلہ پر مولانا محمد صادق صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم پاڈانگ (سماٹرا) نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں انڈونیشیا کی تحریک آزادی سے متعلق چار اہم استفسارات بھیجے جن کے حسب ذیل جواب حضور نے اپنے قلم سے تحریر فرمائے:۔

سوال:۔ پہلے انڈونیشیا میں ڈچ حکومت تھی اسکے بعد جاپانی حکومت قائم ہوئی۔ پھر جاپانی حکومت بھی ختم ہوگئی۔ چونکہ اتحادی فوجوں کے آنے میں دیر ہوئی اس لئے انڈونیشیا کے لوگوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ آزادی کا اعلان اور حکومت کا قیام اتحادیوں کے مشورہ کے بغیر ہوا اسکے اتحادیوں نے آج تک انڈونیشین آزادی اور حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس صورت میں کیا اسلام کی رو سے انڈونیشیا واقعی آزاد قرار پاتا ہے؟ اور کیا انڈونیشین حکومت واقعی وہ حکومت ہے جس کی اطاعت رعیت پر فرض ہے یا کہ باغی جمعیت ہے؟

جواب:۔ واقعی حکومت تو وہی ہوگی جس کو ملک کی اکثریت قبول کرے گی باقی اگر ملک کی اکثریت آزاد حکومت بنائے تو شرعاً باغی نہیں کہلائے گی بلکہ حق پر سمجھی جائے گی کیونکہ ملک کو کلی طور پر فتح کر کے سابق حکومت کے قبضہ سے نکال لیا گیا تھا۔ باقی رہا سوال مصلحت اور حکمت کا۔ اسے وہاں کے لوگ خود سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مغربی حکومت کلی آزاد حکومت نہیں رہنے دے گی۔ اس لئے سمجھوتا کرنا مفید ہوگا۔

سوال: آزادی کی تحریک اور دوسرے سیاسی امور میں احمدی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً انڈونیشین حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر ڈچ لوگ دفتروں اور کارخانوں پر قابض ہو گئے تو ہم ان سے بائیکاٹ اور سٹرائیک کریں گے۔ کیا ایسے بائیکاٹ اور سٹرائیک میں شریک ہونا جائز ہے؟

جواب:۔ اگر انڈونیشین حکومت واقعی اکثریت کی حکومت ہے تو اوپر لکھا جا چکا ہے کہ وہ جائز حکومت ہے اس صورت میں اس کے احکام کی تعمیل شرعاً جائز ہی نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔

سوال:۔ اگر ڈچ لوگ اس علاقہ میں داخل ہوں اور انڈونیشین ان کا مقابلہ کریں تو جماعت احمدیہ کو کس طرف ہونا چاہیئے؟

جواب:۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مصلحت اسی میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل کر کے صلح کر لی جائے۔ کیونکہ سب مغربی حکومتیں منہ سے کچھ بھی کہیں ڈچ کے ساتھ ہونگی لیکن اگر فی الواقعہ ملک میں اکثریت کی حکومت قائم ہو چکی ہے تو چونکہ وہ جائز حکومت ہے احمدیوں کو اس کا ساتھ دینا جائز ہی نہیں پسندیدہ ہوگا۔ مگر یہ فعل انڈونیشین کا ہوگا خلاف حکمت۔

سوال:۔ اس آزادی کی تحریک میں حصہ لیتے ہوئے مرنے والا شہید ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو من قتل دون اھلہ ومالہ فَھُوَ شھید کا کیا

مطلب ہے؟

جواب:۔آزادی کی کوشش میں حصہ لینے والا شہید تو ضرر ہوتا ہے مگر یہ شہادت دینی نہیں۔ورنہ ہر انگریز اور جرمن بھی شہید ہونا چاہیئے۔شہید سے مراد یہ ہے کہ قوم کا ہیرو ہوگا۔یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا ہیرو ہوگا۔خدا تعالیٰ کا ہیرو وہی ہوگا جو دین کے لئے شہید ہوا ہے۔

ان جوابات کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے 12 ظہور اگست ۱۹۴۶ء کے خطبہ جمعہ میں انڈونیشیا کی آزادی کے حق میں کچھ پرزور آواز بلند کی اور دوسرے مسلمانوں کو بھی تحریک فرمائی کہ وہ مسلمانان انڈونیشیاء کی تحریک آزادی کی زبردست تائید کریں۔چنانچہ حضور نے فرمایا:

ساری دنیا میں صرف انڈونیشیا ایک ایسا علاقہ ہے جس میں چھ سات کروڑ مسلمان ایک زبان بولنے والے اور ایک قوم کے بستے ہیں اور جن کے علاقے میں غیر لوگ نہ ہونے کے برابر ہیں اور جن میں اتحاد کی روح اسوقت زور سے پیدا ہورہی ہے۔دنیا بھر میں اور کوئی علاقہ اسلامی مرکز ہونے کی اسقدر اہمیت نہیں رکھتا پس اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اخباروں میں،رسالوں اور اپنے اجتماعوں میں مسلمان اپنے ان بھائیوں کے حق میں آواز اٹھائیں اور ان کی آزادی کا مطالبہ کریں۔اگر اب ان کی امداد نہ کی گئی اور اگر اب انکی حمایت نہ کی گئی۔تو مجھے خدشہ ہے کہ ڈچ ان کی آواز کو بالکل دبا دیں گے۔وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کررہے ہیں کہ آہستہ آہستہ انڈونیشیا کے شور پر قابو پالیں اور اس کوشش میں وہ بہت حدتک کامیاب بھی ہو گئے ہیں (مولانا محمد صادق صاحب سماٹرا نے انہیں دنوں انڈونیشیا کی آزاد حکومت کے آئین کی تفصیل" کے عنوان سے ایک مضمون بھی لکھا تھا جو الفضل ظہور/تبوک 1335ہش/1946ء میں بالاقساط شائع ہوا) اور دنیا کی نظریں اب انڈونیشیا کی طرف سے ہٹ گئی ہیں اور انڈونیشیا کے لوگ خود بھی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اب ہم اکیلے رہ گئے ہیں لیکن اگر دنیا میں ان کی حمایت میں اور ان کی تائید میں آوازیں بلند ہوں ایک شور برپا ہوجائے تو وہ دلیری اور بہادری سے مقابلہ کریں گے۔کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ ہم اکیلے نہیں لڑ رہے بلکہ ہمارے کچھ اور بھائی بھی ہماری پشت پر ہیں۔یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تک انسان یہ سمجھتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے مقابلہ کو دیکھ رہے ہیں تو وہ زیادہ جوش کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔لیکن جب وہ دیکھتا ہے کہ میں اکیلا ہوں اور مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا تو اُس کے جوش میں کمی آجاتی ہے۔پس اگر انڈونیشیا کے لوگوں کے کانوں میں یہ آوازیں پڑتی رہیں کہ تمہاری ہر قسم کی امداد کریں گے اور جہاں تک ممکن ہوگا ہم تمہارے لئے قربانی کریں گے۔اس آزادی کی جنگ میں آپ لوگ اکیلے نہیں لڑ رہے۔بلکہ ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہیں اور پھر جہاں تک ممکن ہو دنیا کے مسلمان اپنے ان مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کی کوشش کریں تو وہ اپنی آزادی کے لئے بہت زیادہ جد جہد کریں گے۔اور امید کی جاسکتی ہے کہ ان کو جلد آزادی مل جائے حضرت مصلح موعودؓ کے گذشتہ فتوی کی روشنی میں انڈونیشیا کے مبلغین۔انڈونیشیا کے دوسرے ملکی باشندوں کے دوش بدوش جنگ آزادی میں شامل ہو گئے تھے۔اب حضور کے اس تازہ خطبہ کے بعد قادیان کے مرکزی پریس کے علاوہ دنیا بھر کے احمدی مشنوں نے بھی انڈونیشیا کی تحریک آزادی کے حق میں موثر آواز بلند کی یہاں تک کہ 17 ظہور اگست 1949ء ہش کو انڈونیشیا کو آزادی مل گئی۔(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 588 تا590)

(for new edition year 2007according to old edition)Volume 9Volume 10)

پاکستان کے داخلی مسائل میں سیدنا المصلح الموعود کی راہنمائی اور مخلصانہ مشورے۔پاکستان کی نوزائیدہ مملکت معرض وجود میں آتے ہی سینکڑوں ہزاروں داخلی وخارجی الجھنوں میں مبتلا ہوگئی تھی۔اس نازک موقعہ پر حضرت سیدنا المصلح الموعود پاکستان کی خدمت کا عظیم مقصد لے کر میدان عمل میں اتر سے اور آپ نے اس کی مضبوطی اور استحکام کے لئے اسی زوروشور اور شدومد سے خدمات انجام دینا شروع کردیں جس طرح حضور نے اور حضور کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے قیام پاکستان کے جہاد میں نمایاں اور سرگرم حصہ لیا تھا۔سب سے اوّل ضرورت اس امر کی تھی کہ ملک کے پیش آمدہ مسائل میں

اسلامی تعلیم اور ملکی تقاضوں کی روشنی میں اربابِ حل وعقد کی بروقت رہنمائی کی جائے اور اُن کو مخلصانہ مشورے دیئے جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے حضور نے ۱۹۴۷ء کے الفضل میں بہت سے قیمتی اداریئے سپرد قلم فرمائے جو حضور کی فراست وبصیرت اور علمی وسیاسی ذہانت کا شاہکار ہیں۔ ہم ذیل میں بطور نمونہ ان تاریخی اداریوں میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک

حضرت سیدنا المصلح الموعود نے حکومت پاکستان کو تحریک فرمائی کہ اسے انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے فوری طور پر سفارتی تعلقات قائم کرنے چاہئیں چنانچہ تحریر فرمایا کہ "بہت سے ضروری ممالک جن سے فوراً پاکستان کا تعلق قائم ہوجانا چاہیے تھا ان سے اب تک تعلق قائم نہیں ہو سکا اور شاید پاکستانی حکومت کے ذمہ داروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بعض طریقے ایسے بھی ہیں کہ بہت کم خرچ سے بیرونی ممالک سے تعلق قائم کئے جاسکتے ہیں۔اس وقت ہم تین ملکوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے پاکستان کے سیاسی تعلقات فوراً قائم ہو جانے چاہیئے تھے اور جن کی طرف حکومت پاکستان کو فوری توجہ دینی چاہیے تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔یہ ملک انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی عرب ہیں۔انڈونیشیا دوسرا بڑا اسلامی ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چھ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔پھر اس کا مقام وقوع ایسی جگہ پر ہے کہ اس کے تعلقات آئندہ پاکستان کی ترقی اور حفاظت میں بہت کچھ مد ہو سکتے ہیں لیکن جبکہ ہندوستان یونین اس کے ساتھ تعلق بڑھا رہی ہے پاکستان حکومت نے اب تک پوری جدوجہد سے کام نہیں لیا۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان کو مسلمان سے پیار ہے اور وہ ایک دوسرے سے ہمدردی رکھتے ہیں لیکن سیاسی معاملات کچھ ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ دوست دشمن بن جاتے ہیں اور دشمن دوست بن جاتے ہیں اور صرف مذہبی اتحاد کو سیاسی اتحاد کا پورا ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا۔۔۔۔

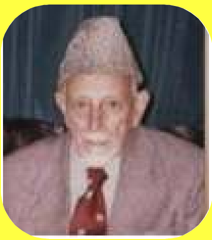

جلسہ سالانہ 1954ء

عبدالمنان ناہید

ہم نے ربوہ کے حسیں شام وسحر کو دیکھا
اپنی اس مملکت قلب و نظر کو دیکھا
قمقمے بجلی کے روشن ہوئے اس جنگل میں
آج تک جس نے نہ تھا ایک شرر کو دیکھا
کس قدر صبح و مسا کے تھے نظارے پیارے
شفقِ شام کو انوار سحر کو دیکھا
زیر تعمیر کھلی گلیاں کشادہ سڑکیں
ہم نے کس شوق سے ہر راہگذر کو دیکھا
مسجدیں، مدرسے، کالج بھی دفاتر بھی ہیں
اک نئی شان نظر آئی جدھر کو دیکھا
آل داؤد کے آباد گھرانے دیکھے
قصر شاہی میں گئے فضل عمر کو دیکھا
اک نگہ خفتہ نصیبوں کو جگا دے جس کی
پھر اسی صاحب بیدار نظر کو دیکھا
جس کی تعمیر یہ حیران تھا یہ ویرانہ بھی
آج آباد اس اللہ کے گھر کو دیکھا
ایک دن رکھی گئی جن سے بنائے ربوہ
ان ابراہیمی دعاؤں کے اثر کو دیکھ

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

احباب جماعت انڈونیشیا کے نام

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کے پیغامات

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

دوسری سالانہ کانفرنس کے موقع پر

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا احباب جماعت انڈونیشیا کے نام خصوصی پیغام

1955ء میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی دوسری سالانہ کانفرنس کے موقع پر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے ایک خصوصی پیغام ارسال فرمایا جس میں انڈونیشیا کے مخلص احمدیوں کو اپنے عملی نمونہ تعلیم وتربیت. مرکز احمدیت سے گہری وابستگی اور غیر متزلزل ایمان کے ذریعہ انڈونیشیا کی اکثریت کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شامل کرنے کی ولولہ انگیز تحریک فرمائی۔ اس پیغام سے انڈونیشیا کی احمدی جماعتوں میں ایک نیا ذوق وشوق اور جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ ذیل میں حضرت مصلح موعود کے اس پیغام کا متن درج کیا جاتا ہے:۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احباب جماعت انڈونیشیا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے عزیزم شاہ محمد صاحب مبلغ انچاج انڈونیشیا کے ایک خط سے یہ معلوم کر کے نہایت افسوس ہوا کہ گذشتہ سال باوجود ان کی تحریک کے میں جماعت انڈونیشیا کے سالانہ جلسہ میں کوئی پیغام نہ بھجوا سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں میں بیمار تھا اُن دنوں میں ایسا خط پہنچا ہے ورنہ جماعت انڈونیشیا جس نئے دور میں سے گزر رہی تھی اس کے لحاظ سے ضروری تھا کہ میں اسے پیغام بھجواتا۔ جہاں تک امام جماعت کے پیغاموں کا سوال ہے چونکہ جماعتیں اب ساری دنیا میں پھیل گئی ہیں یہ تو بعید از عقل ہے کہ امام جماعت کی طرف سے ہر جماعت کو ہر سال کوئی نیا پیغام پہنچے لیکن یہ خواہش ہر جماعت کی بالکل معقول ہے کہ کسی خاص اور اہم موقع پر جو اُسے پیش آئے اُس کے امام کی طرف سے اسکو کوئی تسلی، مبارکباد یا رہنمائی کا پیغام پہنچے۔ پس چونکہ انڈونیشیا کی جماعت ایک نئے نظام کے ماتحت چلائی جانے والی تھی میری طبیعت اچھی ہوتی تو میں ضرور مختصر پیغام اُن کی کانفرنس کے موقع پر بھجواتا لیکن گذشتہ سال جلسہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی میں شدید بیمار ہو گیا تھا۔ مجھے اس بات پر نہایت خوشی ہے کہ جماعت انڈونیشیا جس کی ابتداء 1926۔1927ء میں ہوئی تھی (سہو ہے یہ مشن 1925ء میں قائم ہوا تھا ناقل) اب خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی ترقی کر چکی ہے اور منظم ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجھے اس بات پر بھی خوشی ہے کہ انڈونیشیا کے نوجوان تعلیم کے لئے احمدیہ مرکز میں آتے رہتے ہیں۔ گو اتنی توجہ اس طرف نہیں ہوئی جتنی کہ ہونی چاہیئے تھی۔ میں سمجھتا ہوں اور تجربہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انڈونیشیا ان ممالک میں سے ہے جن کے لئے خدا تعالیٰ نے سعادت، مقدر کی

ہوئی ہے۔انڈونیشین لوگوں میں مجھے وہ کبر نظر نہیں آتا جو بعض دوسرے ممالک کے لوگوں میں نظر آتا ہے۔ان کی طبائع میں صلاحیت اور نرمی ہے اور وہ سچ کے متلاشی معلوم ہوتے ہیں۔پس میں سمجھتا ہوں اگر جماعت احمدیہ اپنے فرض کو اچھی طرح پہچانتی تو جماعت جو اس وقت دس ہزار کے قریب ہے یقیناً ایک لاکھ سے بھی زائد ہوتی۔پس میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں اور کم از کم یہ کوشش کریں کہ اُن کی جماعت اگلے سال دس ہزار سے بیس ہزار ہو جائے پھر اس سے اگلے سال بیس ہزار سے چالیس ہزار ہو جائے اور پھر اس سے اگلے سال پچالیس ہزار سے اسی ہزار ہو جائے اور اسی طرح ہر سالی جماعت اپنی تعداد میں بڑھتی چلی جائے مگر یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہر انڈونیشین احمدی اپنے فرض کو سمجھے اور مناسب لڑیچر کثرت کے ساتھ مہیا کیا جائے اور مبلغوں کی تعداد موجودہ تعداد سے زیادہ ہو۔موجودہ پولیٹیکل حالات ایسے ہیں کہ پاکستان کے مبلغ اس ملک میں زیادہ نہیں جا سکتے۔پس مناسب تدبیر یہی ہے کہ انڈونیشیا کے نوجوان تعلیم کے لئے پاکستان آئیں اور پھر یہاں سے تعلیم پا کر اپنے ملک کو واپس جائیں لیکن پچھلے ایک دو سال سے اس طرف کچھ توجہ دیکھتا ہوں مگر وہ توجہ ضرورت سے ابھی بہت کم ہے۔پھر جماعت کی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اُس کا امام سے براہ راست تعلق ہو اور وہ اس کی دعاؤں سے حصہ لے مگر مجھے افسوس ہے کہ امریکہ اور مغربی افریقہ کے مقابلہ میں جو دونوں علاقے امام کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں نہایت ہی آگے آگئے ہیں انڈونیشیا کی جماعتوں نے اُسی رنگ میں امام سے تعلق پیدا نہیں کیا۔اب کچھ عرصہ سے ایک دو جماعت کے عہدیداروں نے اور چند افراد نے خط و کتابت شروع کی ہے اور یہ ایک نیک تبدیلی انڈونیشیا میں پیدا ہوئی ہے لیکن ابھی اس میں بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔جس کو بھی جس زمانہ میں خدا تعالیٰ ساری جماعت کا امام بناتا ہے وہ باقی جماعت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔اور جب تک افراد جماعت کا تعلق اُس سے ایسی صورت میں نہ ہو جیسا کہ شریف اور نیک بیٹے کا اپنے باپ سے ہوتا ہے اس وقت تک وہ شخص یا وہ قوم یا وہ ملک ان روحانی برکات کا امیدوار نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن لوگوں پر نازل ہوتی ہیں جو اس کے مقرر کردہ خلیفہ کے ساتھ تعاون کرتے اور اس کے ناصر و مددگار بنتے اور اس کے کام کو دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ہماری جماعت ایک روحانی جماعت ہے اور اگر وہ سچی ہے تو پھر یہ بھی سچی بات ہے کہ جو کوئی بھی اس جماعت کے نظام کی اتباع کرے گا اور اس کی قدر کرے گا اور اس کے ساتھ تعاون کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہوگا۔کیونکہ جب ایک ادنی انسان بھی اپنے ساتھ تعاون کرنیوالے کی قدر کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے تو خدا تعالیٰ جو غیر محدود ذرائع رکھنے والا ہے اُس کی نسبت یہ کب اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ اس کے مقرر کردہ خلیفہ یا اُس کی مقرر کردہ جماعت کے ساتھ تعاون کرنے والوں اور محبت کرنیوالوں اور اخلاص رکھنے والوں کی قدر نہیں کرے گا اور ان کی مدد نہیں کرے گا۔یقیناً جو لوگ اس رستہ کو اختیار کریں گے وہ اپنی روح کے اندر ایک تبدیلی پائیں گے اور اپنے آپ کو خلیفہ وقت کا روحانی بیٹا ثابت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا اس دنیا میں روحانی فرزند بننے کا فخر حاصل کریں گے اسلام کا خدا محبت کرنے والا خدا ہے اور وہ فرمانبردار بندوں سے اس سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے جتنا کہ محبت کرنیوالا باپ اپنے بیٹوں سے محبت کرتا ہے۔مگر باپ کی محبت حاصل کرنے کے لئے بھی انسان کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔صلاحیت اور نیک اطوار اور تعاون اور محبت ہی باپ کی طبعی محبت کو ابھارتے ہیں۔اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت کے اُبھارنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ جو اس کے اظلال دنیا میں موجود ہوں اور جو اس کا نظام دنیا میں قائم ہو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے اور ان کی مدد کی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے کام کو دنیا میں پھیلایا جائے۔مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ انڈونیشیا ان ممالک میں سے ہے جن میں ارتداد بہت کم ہوتا ہے جو مانتے ہیں وہ سچے طور پر مانتے ہیں بعض اور ممالک میں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ ایمان اور ارتداد بالکل اس طرح چلتے ہیں جس طرح دو متوازی لیکن مختلف اطراف میں بہنے والے دریا۔میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اور بھی زیادہ اپنے عملی نمونہ اور تعلیم اور تربیت کے ساتھ اس بات کو ناممکن بنا دیں

گئے کہ کوئی شخص احمدیت میں داخل ہو کر پھر اس سے واپس لوٹے۔اسی طرح آپ لوگ ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھیں گے کہ مرکز احمدیت سے آپ لوگوں کا تعلق مضبوط ہو۔آپ کا ایمان غیر متزلزل ہو اور آپ کا رشتہ قطع نہ ہونے والا ہو۔زمین وآسمان ٹل سکیں مگر آپ لوگ اُسی وابستگی کو نہ چھوڑ سکیں جو خدا تعالیٰ نے آپ کے دلوں میں احمدیت اور اس کے مرکز سے پیدا کی ہے۔میں امید اور یقین اور دعا کے ساتھ اس پیغام کو ختم کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آپ لوگ ایک نئی طاقت اور نئی قوت کے ساتھ اشاعت احمدیت میں لگ جائیں گے اور مجھے وہ دن دیکھنے کی خوشی نصیب ہوگی جب انڈونیشیا کی اکثریت احمدی ہوگی اور احمدیت کی روشنی میں اسلام کے اولین علمبرداروں میں انڈونیشیا کا ملک بھی ہو جائے گا۔اللہ۔آمین

خاکسار(دستخط)مرزا محمود احمد۔51/9/29

(تاریخ احمدیت جلد14 صفحہ 384 تا387)(for new edition year 2007according to old edition.Volume 14Volume 15)

چوتھی سالانہ کانفرنس کے موقع پر

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا احباب جماعت انڈونیشیا کے نام خصوصی پیغام

حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام 26۔27۔28/دسمبر 1957ء کو تاسکملایا میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی چوتھی سالانہ منعقد ہوئی جس کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے درج ذیل پیغام ارسال فرمایا جو مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادران جماعت احمدیہ انڈونیشیا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی سالانہ کنونشن عنقریب ہونے والی ہے اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس کے لئے پیغام لکھ کر بھجواؤں۔اس وقت طبیعت کی خرابی کی وجہ سے میں زیادہ لمبا پیغام نہیں لکھوا سکتا مختصراً اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے سال گذشتہ کے پیغام کے نتیجہ میں جماعت انڈونیشیا نے دو ترقیاں تو یقینا کی ہیں ایک تو یہ کہ ان کا بجٹ شاندار طور پر ترقی کر گیا ہے ہمیں اس ترقی پر مغرور تو نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کام ہمارے سامنے بہت بڑا ہے اور اس کی نسبت سے رقم بہت تھوڑی ہے لیکن جو ترقی ہوئی ہے اس کی ہم ناشکری بھی نہیں کر سکتے اور اس سے ہم آنکھیں بھی بند نہیں کر سکتے پس دل سے آپ کی اس قربانی پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جزاکم اللہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو مزید قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا بجٹ لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں اور کروڑوں اربوں تک پہنچے تا کہ تمام مشرقی ایشیا میں آپ کے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کا جھنڈا بلند ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ظاہر اور باطن پر قائم ہو جائے۔اللھم آمین دوسرا امر جس میں آپ لوگوں نے ترقی کی ہے وہ مرکز سے تعلقات کا ہے۔اس سال کچھ نئے طالب علم بھی یہاں آئے ہیں اور بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اب آپ میں سے بہت سے لوگوں نے میرے ساتھ خط وکتابت بھی شروع کی ہوئی ہے جو کہ پہلے نہیں ہوتی تھی۔اس ذریعہ سے مجھے بھی آپ لوگ یاد آتے رہتے ہیں اور دعا کی بھی میرے دل میں تحریک ہوتی رہتی ہے اور

یہ خوشی بھی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس دور دراز ملک میں بھی مجھے ایسے روحانی فرزند بخش چھوڑے ہیں جن کے دلوں میں میری محبت ہے اور جن کے خیالات بار بار میری طرف پھرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کنونشن کو مبارک کرے اور گذشتہ سال سے بھی زیادہ خدمت کی توفیق دے۔ یاد رہے کہ بغیر اچھے لڑیچر کے تبلیغ نہیں ہوسکتی اس لئے آپ لٹریچر کی طرف زیادہ توجہ کریں اور مختلف مضامین کے متعلق کتابیں اور رسالے اپنی زبان میں لکھ کر اپنے ملک میں شائع کریں۔ دوسرے اس امر کا بھی خیال رکھیں کہ سب سے زیادہ انڈونیشیا کی حفاظت اور اس کی ترقی کی ذمہ داری احمدیوں کے کندھوں پر ہے کیونکہ آپ دوسروں سے زیادہ ایمان کے مدعی ہیں اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ (موضوعات کبیر ص35 از مولانا امام علی قاری طبع دوم مطبع مجتبائی دہلی 1896ء) وطن کی محبت بھی ایمان کا ایک جزو ہے پس اگر آپ میں ایمان زیادہ ہے تو آپ کی حب الوطنی بھی دوسروں سے زیادہ ہونی چاہئے لیکن حب الوطنی کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ انسان حُب بنی نوع انسان سے محروم ہو جائے۔ حب الوطنی حب بنی نوع کا ایک حصہ ہے جیسے انسان اپنے ماں باپ سے محبت کرنے کے بعد اپنے بھائی بہن کی محبت سے آزاد نہیں ہو جاتا بلکہ ماں باپ کی محبت جتنی زیادہ ہو بھائی بہنوں کی محبت اسی نسبت سے زیادہ ہونی چاہیئے ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خَلَقَ لَكُم مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ رکوع 1)، یعنی جو کچھ اس دنیا میں ہے سب ہم نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح زمین کے متعلق فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (البقرۃ (ع 4) پس حقیقتاً قرآن کریم نے ہمارا وطن ساری دنیا کو قرار دیا ہے۔ ہاں یہ بھی قرآن نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اپنے قریب ہمسایوں کی طرف توجہ کرو۔ اس کی وجہ سے ہم اپنے ملک کو اپنا وطن قرار دیتے ہیں لیکن حقیقتاً ساری دنیا مسلمان کا وطن ہے اور سارے بنی نوع انسان اس کے بھائی ہیں پس اپنے ملک اور اہل ملک سے محبت کے یہ معنے نہیں کہ اپنے زیادہ وسیع ملک اور اپنی زیادہ وسیع برادری کو انسان بُھول جائے مومن کو چاہیے کہ اپنی نظروں کو وسیع کرے اور ساری دنیا کی بہتری اور ترقی کی طرف توجہ کرے۔ آپ آج تھوڑے اور کمزور ہیں دُنیا آپ کو اس وسیع کام کے نااہل سمجھتی ہے اور نہ اس کا ذمہ دار سمجھتی ہے لیکن آنے والا دن یہ ذمہ داریاں آپ پر ہی ڈالنے والا ہے پس اگر آپ آج ان ذمہ داریوں کے اٹھانے کے لئے تیاری نہیں کریں گے اور اگر آپ آج اپنے خیالات کو وسیع نہیں کریں گے تو کل جب وہ وقت آئے گا آپ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر رہ جائیں گے پس یہ نہ دیکھیں کہ آج آپ کے سپرد یہ کام نہیں ہے بلکہ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ آپکے سپرد یہ کام ہونے والا ہے اور ہر کام کو ہاتھ میں لینے سے پہلے اس کے لئے پوری تیاری کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی وسیع ذمہ داریوں کی سمجھ عطا فرمائے اور اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

خاکسار مرزا محمود احمد

(ہفت روزہ فاروق لاہور 4 مارچ 1953ء ص 11)

اس روح پرور پیغام نے انڈونیشین احمدیوں پر ایک خاص روحانی کیفیت طاری کردی اور کئی ایک مخلصین اشکبار ہوئے۔

پیغام امام کا انڈونیشین میں ترجمہ کیا گیا اور اس کی ہزار کاپیاں حضور کے عکسی دستخطوں کے ساتھ شائع کی گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 357 تا 359)

حضرت مصلح موعود نے سالانہ کانفرنس کے لئے درج ذیل پیغام ارسال فرمایا۔

"تبلیغ پر زور دیں بہت مدت سے وہاں تبلیغ جاری ہے اور اس وقت تک سارا ملک احمدی ہو جانا چاہئے تھا آپ کا علاقہ اسلام کے پھیلنے کے لئے بہت

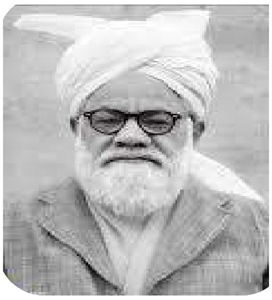

مفید ہے آپ کو تبلیغ کی طرف بہت توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق دے اور آپ کی زبان میں اثر پیدا کرے۔ آمین"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کا خصوصی پیغام

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے بھی اس موقعہ کے لئے ایک پیغام ارسال فرمایا جسمیں آپ نے پانچ امور کی طرف توجہ دلائی۔

(اول) اپنی زندگیوں کو احمدیت کی تعلیم کے مطابق ڈھالیں

(دوئم) اشاعت احمدیت کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی قربانی سے کام لیں۔

(سوئم) اپنے عمل سے ثابت کردیں کہ آپ کی زندگیاں احمدیت کے لئے وقف ہیں۔

(چہارم) مستورات میں احمدیت کی تعلیم پھیلائیں اور انہیں تلقین کریں کہ وہ احمدیت کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی کے لئے تیار رہیں۔

(پنجم) اپنی آئندہ نسل کی ایسے رنگ میں تربیت کریں کہ وہ بھی احمدیت کے خادم اور مجاہدین بن جائیں تا کہ یہ سلسلہ آپ ہی پر ختم نہ ہو جائے بلکہ نسلاً بعد نسل قیامت تک اپنی مقدس روایات کے ذریعہ چلتا چلا جائے۔ محترم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے کانفرنس کے ابتداء میں مندرجہ بالا پیغامات پڑھ کر سنائے۔ اس دوران احباب پر رقت کی کیفیت طاری تھی۔ ان پیغامات کے بعد جناب رئیس التبلیغ صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں اس امر کا اظہار کیا کہ خواہ ہمارے راستہ میں لاکھوں روکاوٹیں ہوں احمدیت ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ یہ خدا کی ایک اٹل تقدیر ہے جسے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ آپ نے احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ اس ہستی کو نمونہ بنائیں جسے خدا نے کامل نمونہ قرار دیا ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات۔

رئیس التبلیغ کے علاوہ درج ذیل احباب نے اس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

(1) جناب حسن احیا برمادی صاحب (2) مکرم محمد ایوب صاحب (3) مکرم میاں عبدالحی صاحب (4) مکرم بیٹی پونتو صاحب (5) مکرم مولوی امام الدین صاحب (6) مکرم مولوی محمد زہدی صاحب (7) مکرم مولوی عبدالواحد صاحب (8) مکرم ملک عزیز احمد صاحب (9) مکرم مولوی ابوبکر ایوب صاحب (10) جناب راڈن ہدایت صاحب۔ کانفرنس میں 1400 سے زائد افراد شامل ہوئے۔ کانفرنس کے انعقاد سے قبل 17 سے 22 جولائی تک خدام الاحمدیہ کا اجتماع ہوا اور 22 جولائی کو لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے اجلاس ہوئے۔ کانفرنس کے تبلیغی جلسہ میں معزز طبقہ کے غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوئے۔ اور کانفرنس کے دوران شوریٰ کا اجلاس بھی ہوا۔ سالانہ کانفرنس کے دوران مکرم جناب عبدالرحیم صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ انڈونیشیا نے جماعت کی سالانہ رپورٹ پیش کی جس میں مالی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ۔ انڈونیشیا کی جماعتوں میں باقاعدہ چندہ ادا کرنے کی طرف دن بدن توجہ بڑھ رہی ہے اور جماعت کی آمد میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح تحریک جدید کے وعدوں میں بھی اس سال بہت اضافہ ہوا۔ کئی ایک جماعتوں نے سابقہ وعدوں سے کئی گناہ زیادہ وعدہ لکھ دیا۔ ملک میں انتہائی گرانی کے باوجود جماعت کے اخلاص میں کمی نہیں آئی۔ انڈونیشیا میں اس وقت سینکڑوں احباب موصی ہیں بعض 1/10 اور بعض 1/9 کی شرح سے چندہ ادا کر رہے ہیں لیکن علاوہ واجبی چندوں اور تحریک جدید کے بعض دوسری طوعی تحریکوں میں بھی احباب حصہ لیتے رہتے ہیں۔" جلسہ سالانہ فنڈز کی طرف جماعتوں کی توجہ نہیں تھی۔ حضرت مصلح

موعود نے 1955ء میں جناب راڈن ہدایت صاحب کو ارشاد فرمایا تھا کہ جماعت کو اپنی مالی حالت مستحکم کرنی چاہیئے۔انہوں نے حضور کی ہدایت سے جماعت کو مطلع کیا جس کے بعد مالی امور پر غور کرنے کے لئے سب کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں آئی۔حضور کے اس ارشاد کی روشنی میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے عہدیداران اعلیٰ اور مبلغین کی ایک مشترکہ میٹنگ ہوئی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام جماعتوں میں سلسلہ کے مخیر احباب کو جلسہ سالانہ فنڈ میں چندہ خاص دینے کے لئے تحریک کی جائے۔احباب جماعت نے اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے قابل تعریف نمونہ دکھایا صرف جاکرتا کی جماعت سے مکرم جناب سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ کی کوشش وتحریک سے تقریباً تیس ہزار روپیہ کی خطیر رقم مخلصین جماعت نے تھوڑے ہی عرصہ میں جمع کر دی۔پاڈانگ کی جماعت سے مکرم مولوی ابوبکر ایوب صاحب نے تقریباً چھ سات ہزار روپیہ کی رقم اس مد میں بھجوائی۔اسی طرح بعض دیگر مقامات سے بھی مثلاً سمارنگ (وسطی جاوا) اور تاسکملایا سے بھی مناسب امداد ملی۔ایک دوست نے مکرم سید شاہ محمد صاحب کو ان کی بیماری کے پیش نظر علاج وغیرہ کے لئے تین ہزار روپے پیش کئے یہ رقم آپ نے ساری کی ساری جلسہ سالانہ کے چندہ میں جمع کرادی۔بعض احباب نے دس ہزار روپیہ تک کی خطیر رقم چندہ خاص میں دی۔علاوہ ازیں مختلف ضروریات کے لئے احباب جماعت نے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے کئی شعبوں میں بے نظیر خدمات انجام دیں۔اگر چہ ملکی حالات کے پیش نظر پبلک تبلیغی جلسے کرنے بہت مشکل تھے پھر بھی جماعتیں دوران سال متفرق اوقات میں تبلیغی جلسے منعقد کرتی رہیں۔ان تبلیغی کوششوں میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی برکت ڈالی اور جولائی 1955ء سے جون 1960ء تک انڈونیشیا میں 495 افراد داخل سلسلہ ہوئے۔اور تین نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔وسطی جاوا کے ایک گاؤں میں تبلیغی جلسہ میں دو دفعہ ایک ایک ہزار دوست شامل ہوتے رہے۔دوران سال یہاں 170 افراد نے بیعت کی۔ان افراد تک پیغام حق پہنچانے میں ایک لوکل مبلغ مکرم احمد رشدی صاحب نے اہم کردار ادا کیا۔امسال دانا

ابن کریم

خلافت سے وابستگی زندگی ہے
خلافت کے دربار سے جب بھی آیا
وہ پیغام سینے سے ہم نے لگایا
یہ پیغام جامِ بقا کی طرح ہے
کئی مردہ روحوں کو اس نے جلایا
مسیح زماں کا ہے سندیس یہ بھی
خلافت نے جس کو ہے آگے بڑھایا
کہ آ جاؤ بھٹکے ہوئے راہگیرو
تمہیں رستہ منزل کا ہم نے بتایا
ادھر آؤ تم خیر ہی خیر ہے یہ
حصار عافیت کا تمہیں ہے دکھایا
ابھی وقت ہے زندگی کو سنبھالو
بہت وقت تم نے ہے پہلے گنوایا
یہاں برکتیں رحمتیں رب کی پاؤ
کرے گا خدا تم پہ شفقت کا سایہ
یہ اک بات حافظ کے دل میں رہی ہے
خلافت سے وابستگی زندگی ہے

سِرِّ نہاں۔طارق بشیر۔عشق*

عشق میں ہی موجزن ہے کیف و مستی کا سرور
عشق سے ہی آدمی کو اپنی ہستی کا شعور
عشق ہی تو ہے بڑھاتا آگے بڑھنے کی لگن
عشق سے ہی آدمی ہے کارِ ہستی میں مگن

ربوہ پاکستان میں سفیر انڈونیشیا

الحاج ڈاکٹر محمد رشیدی صاحب کی آمد

مرسلہ:صفدر نذیر جاوید گولیکی

ستمبر 1957ء کے تیسرے ہفتہ میں انڈونیشیا کے سفیر الحاج ڈاکٹر محمد رشیدی صاحب ربوہ تشریف لائے۔آپ بیرونی ممالک کے پہلے سفیر تھے جو مرکز احمدیت کی زیارت کے لیے آئے۔سفیر انڈونیشیا کا قیام ربوہ بہت مختصر تھا جس کے دوران انہوں نے حضرت امام جماعت احمدیہ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔سلسلہ احمدیہ کے انتظامی اور تعلیمی ادارے دیکھے اور اہل ربوہ اور وکالت تبشیر کی استقبالیہ تقاریب سے خطاب فرمایا۔آپ 21 ستمبر کو ساڑھے چھ بجے شام اپنی بیگم اور بچوں کے ہمراہ لاہور سے بذریعہ کار ربوہ پہنچے۔

مکرم چوہدری اسداللہ خاں صاحب بیرسٹر اور جماعت احمدیہ لاہور کے چند دوسرے ارکان اور مکرم مولوی ابوبکر ایوب صاحب سماٹری مبلغ سلسلہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔اہلِ ربوہ نے جو کثیر تعداد میں اڈہ پہ موجود تھے آپ کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔استقبال کرنے والوں میں بزرگان سلسلہ اور ممتاز کارکنان بھی تھے۔پختہ سڑک سے ربوہ میں داخل ہوتے ہی ایک نہایت شاندار آرائشی محراب بنی ہوئی تھی۔جس پر سنہری حروف میں **اَھْلاً وَ سَھْلاً وَ مَرْحَبًا** لکھا ہوا تھا۔اس طرح لجنہ اماءاللہ کے ہال اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی کوٹھی کے پاس بھی ایسی ہی شاندار محراب بنی ہوئی تھیں سڑک کے دونوں طرف انڈونیشیا اور پاکستان کی مملکتوں کے جھنڈے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر گاڑھے ہوئے تھے سڑک پر دونوں طرف اہالیان ربوہ اپنی محلہ وار تنظیم کے ماتحت اپنے اپنے صدر تنظیم کے ماتحت اپنے اپنے صدر اور عہدہ داران کی نگرانی میں نہایت وقار اور سکون سے کھڑے تھے اس کے لیے قبل از وقت جگہیں مخصوص کردی گئی تھیں۔اپنے معزز مہمان کے استقبال کے لیے یہ تمام احباب پختہ سڑک سے لے کہ آپ کی قیام گاہ (کوٹھی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاںصاحب) تک ہاتھوں میں انڈونیشیا اور پاکستان کے جھنڈے لیے ایستادہ تھے۔جونہی سفیر محترم کار سے اترے" **اَھْلاً وَسَھْلاً وَ مَرْحَبًا** انڈونیشیا زندہ باد، پاکستان زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اُٹھی۔

سفیر محترم کار سے اُترے تو وکالت تبشیر کی طرف سے مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر اور سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں زری کا ہار پہنایا۔اور پھر جماعت کے چیدہ بزرگوں اور کارکنوں کا جو اس وقت وہاں موجود تھے فرداً فرداً آپ سے تعارف کرایا گیا۔اس کے بعد سفیر محترم راستہ بھر اہالیان ربوہ کے نعروں اور السلام علیکم کی محبت آمیز صداؤں کا جواب دیتے ہوئے پیدل اپنی قیام گاہ تک تشریف لے گئے جس وقت وہ اپنی قیام گاہ میں داخل ہوئے تو باہر سینکڑوں افراد کا ہجوم۔اسلام زندہ باد انڈونیشیا اور سفیر انڈونیشیا زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا آپ کے ساتھ آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ اور آپ کا ایک صاحبزادہ اور ایک چھوٹی صاحبزادی بھی تھیں۔جو اڈہ سے کار میں ہی اپنی قیام گاہ تک گئیں۔جہاں لجنہ اماءاللہ کی بعض ممتاز کارکنوں نے ان کا استقبال کیا۔

22 ستمبر کو ساڑھے 8 بجے سفیر معظم جماعت احمدیہ کے مرکزی دفاتر دیکھنے تشریف لے گئے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر آپ کے ساتھ تھے۔صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر ناظر اعلیٰ اول حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور ناظر اعلیٰ ثانی میاں غلام محمد صاحب اختر نے

دکھائے سفیر محترم کی خدمت میں ہر دفتر اور شعبہ کے متعلق ضروری تفصیلات بہم پہنچائیں ۔ سفیر محترم جماعت احمدیہ کے دفاتر کو دیکھ کر ازحد مسرور ہوئے آپ نے بعض شعبوں کے متعلق خود بھی دریافت فرمایا۔ چنانچہ ان کو معلومات بہم پہنچائی گئیں ۔آپ پہلے صدر انجمن احمدیہ کے بعد ازاں تحریک جدید کے دفاتر میں تشریف لے گئے ۔اور بیرونی تبلیغ کے مختلف شعبوں میں خاص دلچسپی کا اظہار فرمایا۔

سفیر صاحب کی آمد کی خوشی میں استقبالیہ

نو بجے صبح اہل ربوہ نے پروگرام کے تحت لجنہ اماء اللہ کے ہال میں اپنے معزز مہمان کی خدمت میں تہنیت نامہ پیش کرنے کی غرض سے مجلس استقبالیہ منعقد کی ۔احباب جوق در جوق اس میں شرکت کے لیے تشریف لائے ۔ جو اس امر کا آئینہ دار تھا کہ ربوہ کے رہنے والوں کو ایک اسلامی مملکت کے معزز سفیر کی تشریف آوری سے کس قدر خوشی اور مسرت ہے ۔ لجنہ اماء اللہ کے ہال کے اندر کوئی چار سو سے زائد کرسیوں کا انتظام تھا۔ جس کے لیے ربوہ کے چیدہ شہریوں اور بیرونجات کے معزز احباب کے لیے باقاعدہ دعوت نامے جاری کیے گئے تھے ۔کرسیوں کے علاوہ حال کے باہر کی طرف باقی جگہ کے لیے کوئی پابندی نہیں تھی ۔اور ہر شخص وہاں پہنچ کر اپنے معزز مہمان کے استقبال میں شریک ہوسکتا تھا۔ ہال کے اندر سٹیج اور دوسرا انتظام نظارت امور عامہ کی نگرانی میں تھا جسے نظارت کے کارکنوں نے نہایت خوش سلیقی سے سرانجام دیا۔ نو بج ابھی چند منٹ ہوئے تھے کہ ہال کے عقبی دروازہ سے مکرم مرزا مبارک احمد صاحب وکیل البشیر کی معیت میں سفیر محترم سٹیج پر تشریف لائے ۔ جہاں ان کی خدمت میں لوکل جنرل پریذیڈنٹ جناب مولوی محمد صدیق صاحب نے اہالیان ربوہ کی طرف سے ایڈریس پڑھا۔ اور پھر ایک نہایت خوبصورت نقرئی کشتی میں سفیر محترم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس تقریب کی صدارت مرزا عبدالحق صاحب پراونشل امیر نے فرمائی۔ ایڈریس پیش کرنے سے قبل انہیں شام سے آئے ہوئے احمدی نوجوان السید سلیم الجابی صاحب نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کی اور آپ کے بعد مکرم حافظ عزیز الرحمن صاحب منگلا نے عربی زبان میں لکھا ہوا خیر مقدمی قصیدہ پیش کیا۔

اہل ربوہ کی طرف سے حسب ذیل ایڈریس پیش کیا گیا

فضیلت مآب !السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

جماعت احمدیہ کے مرکز ربوہ میں آپ کی تشریف آوری کے موقع پر ہم اہل ربوہ نہایت خلوص ومحبت اور خوشی کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہدیہ مبارک پیش کرتے ہوئے آپ کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں ۔ جناب عالی ۔ ہمارے لیے یہ امر نہایت مسرت کا باعث ہے کہ آپ کی ذات گرامی ہمارے درمیان ایک ایسی تقریب میں رونق افروز ہے ۔ جو انڈونیشیا اور پاکستان جیسی دو عظیم الشان اور باوقار اسلامی مملکتوں کے باشندوں کے درمیان محبت اور دوستی کا بہت بڑا نشان اور اس کے آئندہ قیام اور مضبوطی کا ایک کامیاب ذریعہ ہے ۔ جناب والا ! آپ کی خدمت میں یہ عرض کردینا یقیناً مناسب ہوگا۔ کہ آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے انڈونیشیا جیسی مضبوط اور امن پسند سلطنت اور اس کے عوام کے لیے محبت کے ان جذبات کو اور زیادہ بڑھانے کا موجب ہوگی ۔ جو ہمارے دلوں میں پہلے سے موجود ہیں ۔ جناب والا کو علم ہوگا کہ ربوہ جماعت احمدیہ کا مرکز ہے ۔ جسے ہم جماعت احمدیہ کے افراد نے قیام پاکستان کے بعد اپنے مقدس امام کی نگرانی میں رضا کارانہ بنیادوں پر اپنی ہمت اور کوشش سے تعمیر کیا ہے ۔اور اب سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ہر قسم کی روحانی دینی علمی اور سماجی سہولتوں سے متمتع ہو رہے ہیں اس وقت ہمارے درمیان ہمارے وہ بھائی ہیں جو انڈونیشیا کے علاوہ دوسرے ممالک مثلاً چین سیلون ۔ بھارت ۔ افغانستان ۔ مشرقی ومغربی افریقہ۔ سعودی عرب شام عدن ۔ ترکی ۔ فلسطین ۔ ڈچ ۔ گی آنا ۔ ٹرینی ڈاڈ ۔ امریکہ ۔ جرمنی ۔ اور یورپ کے کئی دوسرے علاقوں کے رہنے والے ہیں ۔ اور اب ہمارا حصہ اور جز ہیں ۔ انڈونیشیا سے ہمارے بیسیوں بھائی پہلے

ہمارے مرکز قادیان میں اور اب یہ ربوہ میں تعلیم دین کی غرض سے آتے ہیں۔ اور ہمارے درمیان رہتے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔ اسی طرح درجنوں افراد یہاں سے انڈونیشیا گئے۔ اور ابھی وہاں قیام پذیر ہیں۔ اسلام کے گہرے مضبوط اور مقدس رشتہ کے علاوہ آپس کے یہ ذاتی تعلقات یقینا ایک ایسی کڑی ہے جو ہمیں ہمیشہ محبت اور اخوت کے انتہائی قیمتی اور قابل قدر رشتہ میں باندھے رکھے گی۔ ہم ایک بار پھر آنجناب کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے آپ کے قابل تعظیم ملک۔ آپ کے قابل احترام عوام اور آپ کی قابل احترام شخصیت کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سب کا حامی و ناصر ہے۔ اور آپ کا قدم ہمیشہ ترقی اور بہبود کی طرف اٹھتا رہے۔ اور ہم سب کو یہ توفیق ملتی رہے۔ کہ ہم اپنے اپنے دائرہ کار میں دین حق کی اشاعت دنیا میں امن کے قیام بنی نوع انسان کی بہتری اور فلاح کے لیے متحد اور مجتمع ہو کہ کام کرتے رہیں۔ آمین اللھم آمین ہم آپ کے دلی خیر خواہ اہل ربوہ"

سفیر محترم نے اس کے جواب میں نہایت برجستہ تقریر فرمائی جس میں جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کا خاص طور پر اعتراف کیا اور پاکستان اور انڈونیشیا کے باشندوں کے درمیان دوستی یگانگت اور محبت پر زور دیا۔ 22 ستمبر کو صبح نو بجے اہل ربوہ کی طرف سے استقبالیہ کی تقریب میں شرکت کے بعد انڈونیشیا کے سفیر الحاج جناب ڈاکٹر محمد رشیدی صاحب۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کی معیت میں ربوہ کے تعلیمی ادارے دیکھنے تشریف لے گئے۔ سفیر محترم نے جامعۃ المبشرین، تعلیم الاسلام ہائی سکول، تعلیم الاسلام کالج اور فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارات کا معائنہ کیا اور ان میں سے جو ادارے اس وقت تعطیلات کے بعد کھل چکے ہیں ان کے اسٹاف سے ملنے معزز مہمان تعلیم الاسلام کالج کی وسیع و عریض عمارت اور اس کے تعمیراتی پس منظر کو معلوم کر کے بہت مسرور ہوئے اسی طرح فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو اس کے کام کی نوعیت اور انفرادیت کے لحاظ سے بہت پسند کیا۔ گیارہ بجے طے شدہ پروگرام کے مطابق سفیر انڈونیشیا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے قریباً پون گھنٹہ تک حضور سے ملاقات کی۔ اس موقعہ پر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا بھی موجود تھے۔

سفیر محترم کی خدمت میں عصرانہ اور مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کا انگریزی زبان میں ایڈریس پیش کرنا۔

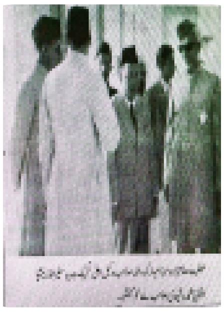

پانچ بجے شام وکالت تبشیر نے تحریک جدید کے گیسٹ ہاؤس کی موزوں اور خوبصورت عمارت میں سفیر انڈونیشیا کے اعزاز میں ایک شاندار عصرانہ کا اہتمام کیا جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی بنفس نفیس تشریف لائے۔ اسی طرح صحابہ کرام، صدر انجمن احمدیہ کے ناظران اور صیغہ جات کے افسران تحریک جدید کے وکلاء اور اداروں کے افسر دوسرے ملکوں سے آئے مبلغین اور غیر ملکی طلباء کے علاوہ مکرم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ جو سفیر انڈونیشا کیساتھ ہی ربوہ تشریف لائے تھے جماعت احمدیہ لاہور کے نائب امیر ڈاکٹر عبد الحق اور ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب بھی شریک تھے۔ پانچ بجکر پانچ منٹ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تشریف لائے اور اس کے چند منٹوں کے بعد ہی معزز مہمان آ گئے۔ معزز مہمان کی تشریف آوری پر حاضرین نے کھڑے ہو کر محبت اور خلوص کے خاموش مظاہرہ کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ عصرانہ کی اس شاندار تقریب کا آغاز مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر کی تلاوت سے ہوا اور اس کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے انگریزی زبان میں سفیر محترم کی خدمت میں انگریزی ایڈریس پیش کیا۔ اس ایڈریس کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ امر ہمارے لیے عزت اور فخر کا موجب ہے کہ ہمیں آنمحترم کو ربوہ میں خوش آمدید کہنے اور آنمحترم کا دلی خیر مقدم کرنے کا موقع ملا ہے۔ ربوہ ایک نیا شہر ہے جو جلد جلد بڑھ رہا ہے۔ یہ اگرچہ ظاہری زیب و زینت سے معریٰ ہے تاہم اسے یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ یہ ایک ایسا شہر ہے۔ جسے ایمان و اخلاص کے ایک عظیم اور یادگار معجزہ کی حیثیت

حاصل ہے۔ یہ اس روحانی ورثہ سے مالا مال ہے جو جسم اور روح کی ہر ضرورت اور احتیاج کو بدرجہ اتم پورا کرنے کی ہر صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور جس کی بدولت وہ اقدار میسر آتی ہیں جو صحت مند، خوشحال، اور ترقی پذیر زندگی میں نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ یہ بستی اس عالمی تحریک کا مرکز ہے جو جماعت احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور جس کی بنیاد امام الزمان مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی منشاء کے تحت اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ اگرچہ آپ کی آواز ایک تنہا انسان کی آواز تھی جو آج سے تقریباً ستر سال قبل قادیان کی بستی سے بلند ہوئی اور جس کا انبیاء ماسبق کے زمانوں میں پہلے سے قائم شدہ روایات کے مطابق لوگوں نے حقارت اور تمسخر کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ تاہم آہستہ آہستہ غریب اور پاکباز انسانوں کے دل مائل ہونے شروع ہوئے اور اُن سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ان مخلصین نے مسیح پاک کے ہاتھ پر عہد کیا کہ وہ دنیا پر دین کو بہر حال مقدم رکھیں گے۔ گمنامی اور تنہائی کے اس عالم میں جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو الہام پاک کے ذریعہ خبر دی۔ یَأْتُونَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ اس دن کے بعد سے کہ جب خدا نے مسیح پاک کو یہ خوش خبری سنائی کوئی دن ایسا نہیں طلوع ہوا کہ جس میں چشم فلک نے اس خوش خبری کا بڑھ چڑھ کر پورا ہونا مشاہدہ نہ کیا ہو اور آج محترم کا یہاں تشریف لانا خود اس امر پر گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی ہر روز ایک نئے رنگ اور نئے طور پر پوری ہوتی چلی آرہی ہے اسی لیے آپ کا آنا علیم وخبیر اور ہمہ قدرت خدا پر ہمارے ایمان کو اور زیادہ تقویت پہنچانے کا موجب ہوا ہے۔ 1947ء میں جب ہندو پاکستان کے برصغیر کو سیاسی غلامی سے نجات ملی اور یہاں اس کے ساتھ ساتھ ایک قیامت صغریٰ برپا ہوئی تو اس وقت ہمیں قادیان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہاں سے آنے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ نے جو مسیح پاک علیہ السلام کے فرزند موعود ہیں ہر قسم کے اثاثہ اور وسائل سے محروم ہو جانے کے باوجود محض خداوند قدوس کی ذات لم یزل پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بنجر اور بے آب وگیاہ قطعہ زمین کو اس لیے منتخب فرمایا کہ آپ مسیح پاک کی منتشر بھیڑوں کو یہاں پھر جمع کریں اور دین حق کی عظمت کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنے کے لیے اپنی انتھک مساعی کو یہاں سے پھر جاری فرمائیں آپ کی اس جدوجہد کا تمام تر مقصد یہ تھا کہ دنیا میں مسلمانوں پر انتشار وانحطاط کی جو کیفیت طاری ہے اسے مؤثر طور پر روکا جاسکے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لیے جو دین خالص عطا فرمایا ہے اسے عزت وعظمت کا پھر وہی بلند مقام میسر آسکے جس کا وہ صحیح معنوں میں واحد حقدار ہے۔ چنانچہ آپ کی انتھک مساعی کے نتیجے میں آج یہاں دس سال کے مختصر عرصہ میں ہر قسم کے رفاہی اداروں کا قیام عمل میں آچکا ہے چنانچہ آج اسی بنجر قطعہ زمین پر جماعت کے گوناگوں فرائض کی سرانجام دہی کے لیے مرکزی دفاتر بھی قائم ہیں اور نونہال بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے متعدد اسکول اور کالج بھی معرض وجود میں آچکے ہیں۔ پھر یہاں ایسے کتب خانے بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ ایسی دانش پروان چڑھ رہی ہے کہ جس میں فنی اور سائنسی علوم قرآن مجید کی زندگی بخش حکمت سے جلا پانے کے باعث انسانی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی پر منتج ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ علوم وفنون کے میدان میں اس جدوجہد اور کاوش سے مدعا یہ ہے کہ عملاً اخلاقی نظام کا ایک اعلیٰ معیار دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ آج یہاں سے وہ عظیم الشان سوتے پھوٹ رہے ہیں کہ جن سے دنیا کا کونہ کونہ سیراب ہو رہا ہے۔ مبلغین کی آمد ورفت کا ایک سلسلہ جاری ہے جو دور دراز ممالک میں جا جا کہ دین حق کا پیغام پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں چنانچہ مشرقی ومغربی افریقہ کے دور دراز علاقوں مشرق وسطی کے ممالک نیز سنگاپور اور انڈونیشیا کے علاوہ انگلستان، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ سکینڈے نیویا اسپین، اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی ہمارے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں ان ممالک کے نومسلموں میں ایک خاصی تعداد ایسے دردمند نوجوانوں کی ہے

جنہوں نے خدمت اسلام کے لیے اپنی زندگیاں وقف رکھی ہیں اور وہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آجکل خود اپنے ملکوں اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں باقاعدہ مبلغین کی حیثیت سے تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ افریقہ میں ہمارے اپنے اسکول اور مدارس ہیں۔ لنڈن ہیگ ہمبرگ، ڈیٹن، اور اسی طرح مشرقی اور مغربی افریقہ کے اہم شہروں میں بیوت الذکر تعمیر کرنے کی سعادت ہمارے حصے میں آچکی ہے۔ اور ان میں سے اکثر مشنوں کی طرف سے باقاعدہ رسائل واخبارات بھی شائع ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ مختلف ممالک کے لوگوں کو اسلام کی بیش بہا اور لازوال تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ خود انڈونیشیا کے احمدی مشن کی طرف سے بھی اس وقت سینار اسلام کے نام سے ایک اخبار شائع ہو رہا ہے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم بھی شائع کیے ہیں۔ اب تک انگریزی ولندیزی، جرمن اور سواحیلی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سی دیگر زبانوں میں تراجم شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ خود انڈونیشی زبان میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے اور آج کل اس پر نظر ثانی کی جا رہی ہے امید ہے نظر ثانی کا کام عنقریب مکمل ہو جائے گا۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ انڈونیشیا میں ہمارے مبلغین نے صحیح دینی روح کے مطابق ہمیشہ اپنے آپ کو اہل انڈونیشیا اور ان کی قسمت کے ساتھ وابستہ کیے رکھا۔ انڈونیشیا پر جاپانیوں کے قبضے کے دوران وہ اپنے انڈونیشی بھائیوں کے ساتھ ہر دکھ اور ہر تکلیف میں برابر کے شریک رہے۔ اور انہوں نے بڑی جرات اور جواں مردی سے ان کے دوش بدوش ہر مشکل کا مقابلہ کیا اس قبضہ کے ساتھ ساتھ ہی جدوجہد آزادی کا دور شروع ہوا جس کا مقصد استعماری طاقتوں کی واپسی کو ناکام بنانا تھا۔ اس وقت بھی ہمارے مبلغوں نے دل وجان سے آپ لوگوں کا ساتھ رہا اور اس طرح کہ آپ لوگ اپنی قسمت کے خود مالک ہوں اور اپنے معاملات کو خود ہی طے کرنے میں کلی خود مختار ہوں انہوں نے آپ لوگوں کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔ آں محترم! ہمارے لیے یہ امر باعث مسرت ہے کہ انڈونیشیا میں ہمارے رئیس التبلیغ سید شاہ محمد صاحب بھی مختصر قیام کے لیے آج کل یہاں آئے ہوئے ہیں اور وہ اس وقت ہمارے درمیاں موجود ہیں۔ انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں مکرم شاہ صاحب نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ اور مستقبل کا مورخ ان کی خدمات کو کسی صورت فراموش نہ کرتے ہوئے اعتراف سے سچے اور پر خلوص جذبے کے ساتھ ان کا ذکر کرنے میں ایک خوشی محسوس کرے گا۔ مکرم شاہ صاحب نے اہل انڈونیشیا کے پر تعظیم اور محبت بھرے دلوں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے گھر کر لیا ہے جدوجہد آزادی کے قائدین کے ساتھ ان کے گہرے اور قریبی تعلقات تھے اور کیوں نہ ہوتے جب کہ یہ اُن کی قومی امنگوں میں برابر کے شریک تھے دیگر احمدی احباب کی مدد سے انہوں نے جمہوریہ انڈونیشیا کے مؤقف کے برحق اور مبنی بر انصاف ہونے کے حق میں عالمی رائے عامہ کو استوار کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اور خدمات کے اس سلسلہ کو ولندیزیوں کی واپسی اور دوبارہ قبضہ کے پر آشوب زمانے میں بھی منقطع ہونے نہیں دیا مکرم شاہ صاحب اس کمیٹی کے رکن تھے جو اقوام متحدہ کے فیصلے کی تعمیل میں ولندیزی فوجوں کی واپسی کے بعد جمہوریہ کے از سرنو قیام کے لیے بنائی گئی تھی اسی طرح یہ اس استقبالیہ کمیٹی کے بھی رکن تھے جو ولندیزیوں کے قبضہ کے دوران صدر سوئیکارنو کی رہائی کے وقت ان کے شایانِ شان استقبال کے لیے تشکیل دی گئی تھی اس وقت یہ اکیلے ہی وہ غیر انڈونیشی فرد تھے۔ جنہیں انتقال اقتدار کے وقت جمہوریہ ریاست ہائے متحدہ انڈونیشیا کے نئے دارالحکومت جکارتہ تک صدر سوئیکارنو کی ہمرکابی کا امتیاز حاصل ہوا۔ حصول آزادی کی تاریخی جدوجہد میں ان تمام کارناموں کے ساتھ ساتھ مکرم شاہ صاحب موصوف نے ایک اور اہم خدمت بھی سرانجام دی اور وہ یہ تھی کہ یہ انڈونیشیاء کے احمدی احباب میں جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں برابر یہ جذبہ پیدا کرنے میں مصروف رہے کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کو جسے ہر شعبہ زندگی میں نظم وضبط کے اساسی معیار کی حیثیت حاصل ہے ملک میں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اس کے زیر اثر عالمی اداروں میں انڈونیشیا زیادہ وقیع اور زیادہ موقر کردار ادا کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ اسی طرح ہماری

جماعت کے دوسرے ممبران نے بھی انڈونیشیاء کی حکومت اوراس کے ابنائے وطن کی بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔

عزت مآب! ہم آپ کی تشریف آوری پر آپ کے بے حد ممنون ہیں اور آپ سے پرخلوص وطور پر التجا کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہم وطنوں تک ہمارا محبت بھرا اسلام اور ہماری مخلصانہ اور نیک تمنائیں پہنچا کر ہمیں مزید شکریہ کا موقع دیں۔

ربوہ میں مقیم انڈونیشین طلباء کی طرف سے پیش کردہ ایڈریس

عالی جناب محترم سفیر صاحب حکومت انڈونیشیاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم انڈونیشین طلباء جو ربوہ کے مختلف اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں خوش آمدید عرض کرتے ہیں۔اس طرح آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادے اور صاحبزادی اور عملہ کی خدمت میں بھی خوش آمدید عرض کرتے ہیں۔آپ کی تشریف آوری ہم انڈونیشین طلباء کے لیے انتہائی خوشی ومسرت کا باعث ہے۔ بلکہ ہم اسے عین فخر اور اپنی خوش قسمتی تصور کرتے ہیں۔اور آں جناب کی ملاقات اس وجہ سے زیادہ خوشی کا موجب ہے کہ آپ کسی ایک رشتہ دار یا خاندان یا گاؤں یا شہر کے نمائندہ نہیں بلکہ ایک بہت بڑے ملک کے نمائندہ ہیں۔جو تین ہزارہ جزائر پر مشتمل ہے۔اور جس کی آبادی سات کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس وجہ سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کا آنا ہمارے لیے اور قوم انڈونیشیاء کے لیے باعث فخر ہے۔کیونکہ اس ربوہ شہر میں جو ابھی آباد ہوا ہے اگر چہ تمام اکناف عالم سے ہر قوم وملک کے افراد آتے رہے ہیں لیکن سفیروں میں سب سے پہلے آپ نے تشریف لا کہ اس شہر کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ عالیجاہ شہر ربوہ جو ابھی آباد ہو رہا ہے اور جہاں کی آب وہوا کو برداشت کرنا بھی آسان بات نہیں اور دوسرے شہروں کی طرح اس میں کوئی خوشی اور تفریح کے سامان نہیں ہیں۔طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی شے ہے کہ جس سے نوجوانان انڈونیشیا کے دلوں میں یہاں آنے کا خیال پیدا ہوا۔

مکرمنا! ہم سے پہلے بھی بیسیوں انڈونیشین طلباء اس جگہ اور اس سے پہلے قادیان میں تکمیل علم کر کے مختلف جگہوں اور محکموں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں جو شے ہمارے قلوب کے لیے موجب کشش بنی ہے یہ ہے کہ اس جگہ نہ صرف علوم دنیاوی کو حاصل کرنے کا ہمارے لیے انتظام ہے کہ جس سے ہم دنیاوی ترقیات حاصل کر کے قوم کی خدمت کے قابل ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کہ یہاں ہمارے لیے خصوصی دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہے۔کہ جس کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو پا سکیں۔اور تمام دنیا کو دین حق کی دعوت دے سکیں اور بتلا سکیں کہ یہی وہ مذہب ہے جو سب سے زیادہ مکمل ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی معزز ترین نبی ہیں اور قرآن مجید ہی پاکیزہ ترین اور مکمل ترین سند میں کتاب ہے۔اور پھر تعلیم کے علاوہ اس رنگ میں ہماری تربیت کی جاتی ہے کہ جس سے ہم دین حق کے صحیح خادم بن سکیں اور پھر نہ صرف علم سے ہی دین کی خدمت کر سکیں بلکہ ہر قسم کی جانی ومالی قربانیوں کو بھی دین کی خاطر پیش کرنے کے قابل بن سکیں بالآخر ہم آپ سے دعا کے ملتجی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے کیونکہ اتنے بڑے مقصد کو جو نہایت ہی نیک اور پاکیزہ ہے۔حاصل کرنا از حد مشکل ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں رہنمائی کے طور پر کوئی نہ کوئی نصیحت فرمائیں گے کہ جو ہمارے مقصد کے حاصل کرنے میں مد ثابت ہو سکے۔بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنمکرم کو تمام عزیزان سمیت اپنی پناہ میں رکھے لمبی عمر عطا فرمائے دنیاوی واخروی ترقیات عطا فرمائے۔ہم ہیں طلبائے انڈونیشیا سے۔

وکالت تبشیر اور انڈونیشی طلبہ سے تہنیت ناموں کے جواب میں الحاج ڈاکٹر محمد رشیدی سفیر انڈونیشی نے قریباً پچیس منٹ تک انڈونیشی زبان میں تقریر فرمائی جس کا ترجمہ انڈونیشیا سے آئے ہوئے مبلغ مکرم ملک عزیز احمد صاحب نے حاضرین کو سنایا سفیر محترم نے نہایت

موزوں الفاظ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، وکالت تبشیر اور جماعت کے دوسرے افراد کا شکریہ ادا کیا اور ربوہ کے دورہ کے متعلق اپنے نہایت اچھے اور اعلیٰ تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ان خدمات کو سراہا جو جماعت احمدیہ دین حق کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کی بہبود کے لیے سرانجام دے رہی ہے۔ آپ کی تقریر کے ترجمہ کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعود نے انڈونیشیا سے آئے ہو معزز مہمان کا جو اسلام کے گہرے مضبوط اور مقدس تعلق کی وجہ سے ہم سب کے لیے قابل عزت و تکریم کے قابل تھے۔ ربوہ میں ان کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور یقین دلایا کہ جماعت احمدیہ کے دلوں میں انڈونیشیا کے مسلمان بھائیوں کے لیے ہمیشہ محبت اور یگانگت کے گہرے اور نیک جذبات کارفرما رہیں گے۔ سوا چھ بجے تک یہ تقریب جاری رہی جو اپنے تاثرات اور کوائف کے اعتبار سے سفیر محترم کے دورہ ربوہ کی باقی تقریبات سے اہم اور موثر تھی۔ تقریب کے خاتمہ پر آپ ربوہ میں مقیم انڈونیشنی اور دوسرے غیر ملکی طلباء سے جو عصرانہ میں موجود تھے ملے اور اُن سے مصافحہ فرمایا۔ رات نو بجے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے معزز مہمان کے اعزاز میں ڈنر دیا گیا۔ جس میں بعض اور اصحاب کے علاوہ انڈونیشیا سے آئے ہوئے مبلغین بھی شریک ہوئے۔ اسی رات ربوہ کی مجلس تجار کا ایک وفد سفیر انڈونیشیا سے ملا یہ وفد مجلس تجار کے صدر چوہدری عبدالعزیز صاحب واقف زندگی، سیکرٹری ملک سعادت احمد صاحب۔ اور خزانچی مکرم محمد احمد صاحب نظام پر مشتمل تھا۔ اس وفد نے آپ کی خدمت میں ربوہ کی مصنوعات کے چند نمونے بھی پیش کیے۔ جنہیں سفیر محترم نے بڑی خوشی سے قبول فرمایا۔ اور یوں ربوہ کی بڑھتی ہوئی ترقی کا صنعتی پہلو بھی آپ کے سامنے آ گیا:۔ ستمبر کی صبح کو سفیر محترم کی روانگی سے قبل وکالت التبشیر کی طرف سے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے معزز مہمان کی خدمت میں قرآن پاک کے انگریزی ترجمہ کا مقدس و مطہر تحفہ پیش کیا۔ قرآن مجید کا یہ انگریزی ترجمہ نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب جلد کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جسے بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ آپ نے قبول فرمایا اور در حقیقت یہی اہل ربوہ کا وہ بہترین تحفہ تھا جسے وہ اپنے جان و دل سے زیادہ عزیز جان کہ اپنے معزز مہمان کے لیے پیش کر سکتے تھے۔ 24 ستمبر کو صبح ساڑھے چھ بجے پروگرام کے مطابق سفیر محترم عازم لاہور ہونے والے تھے۔ ابھی چھ نہیں بجے تھے کہ سفیر محترم کی قیام گاہ کے اردگرد اہالیان ربوہ جوق در جوق جمع ہو چکے تھے۔ اور سڑک پر دورویہ کھڑے ہو کر معزز مہمان کی روانگی کے منتظر تھے۔ ساڑھے چھ بجے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کوٹھی میں جہاں آپ قیام پذیر تھے آپ نے ایک بار پھر تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے نمائندوں اور ربوہ کے چیدہ احباب سے الوداعی ملاقات فرمائی۔ اس موقع پر جن احباب نے آپ کو الوداع کہا ان میں چوہدری احمد جان صاحب وکیل المال، میاں غلام احمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ثانی۔ میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال چوہدری اسد اللہ خاںصاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا۔ ملک عزیز احمد صاحب مکرم ابوبکر ایوب صاحب۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد احساب سابق مبلغ انڈونیشیا، حسن محمد خان صاحب عارف نائب وکیل التبشیر، مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب، چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ نائب ناظر اصلاح وارشاد، مکرم مولوی محمد صدیق صاحب جنزل پریذیڈنٹ ربوہ شامل تھے۔ سفیر محترم کی کار جونہی گیٹ سے سڑک پر آئی۔ اہلِ ربوہ نے نعرہ ہائے تکبیر۔ اسلام زندہ باد انڈونیشیا اور پاکستان پائندہ باد کے پر جوش نعروں کے ساتھ آپ کو الوداع کہا۔ اور جوں جوں ہجوم میں سے کار گزرتی گئی۔ یہ نعرے اور زیادہ بلند ہوتے گئے۔ سفیر محترم اور اُن کی بیگم صاحبہ ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیتے رہے۔ بالآخر پونے سات بجے سفیر محترم خیر سگالی و خلوص کے نیک اثرات لے کر ربوہ سے لاہور روانہ ہو گئے

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 484 تا 496Volume 19 according to old edition.Volume 18 for new edition year 2007)

انڈونیشین قونصل قادیان میں۔

اسی روز یعنی 26 جنوری 1957 کو جناب صدرالدین یحیی پونتو صاحب انڈونیشین قونصل بمبئی معہ اہلیہ زیارت قادیان دارالامان کے لیے تشریف

لے گئے۔صدر انجمن احمدیہ کے ناظر صاحبان نے اسٹیشن پر ان کا پر جوش استقبال کیا اور احمدیہ چوک میں حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب (قائمقام امیر مقامی و ناظر اعلیٰ) نے آپ کو اھلا و سھلا و مرحبا کہا۔مرکز احمدیت کی برکات و فیوض سے متمتع ہونے کے بعد یکم مارچ، 1957 کو واپس تشریف لے گئے۔جناب صدر الدین صاحب انڈینشیاء کے اُن خوش نصیب احمدیوں میں سے تھے جنہوں نے قادیان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت پائی اور اس مقدس بستی میں 1940 تک قیام پذیر رہے۔(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 724)

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی سالانہ کانفرنس 20 تا 23 جولائی 1961ء کو وسطی جاوا کے شہر پورو کرتو میں منعقد ہوئی کانفرنس کا آغاز دعا سے ہوا جو مکرم سید شاہ صاحب نے کرائی۔کانفرنس کی خلاف توقع کامیابی اور حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری نے دعا میں مسرت و حزن کا ایک عجیب رقت آمیز سماں پیدا کر دیا جس کا نقشہ کھینچتے ہوئے مکرم میاں عبد الحی صاحب لکھتے ہیں:۔دعا کیلئے ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور آہ و بکا کی وجہ سے ایک کہرام مچ گیا۔ایک طرف تو احباب جماعت کانفرنس کی غیر متوقع کامیابی کی وجہ سے حزین، ان ملے جلے جذبات کی وجہ سے شاید ہی کوئی ایسی آنکھ ہوگی جو پرنم نہ ہو۔فوج سول اور پولیس وغیرہ کے جو نمائندگان آئے ہوئے تھے وہ بھی اس عجیب و غریب نظارہ کی تاب نہ لا کر اپنی آنکھوں کو تر ہونے سے روک نہ سکے۔یوں تو ہر کانفرنس کے افتتاح پر ہی مخلصین جماعت رقت بھرے جذبات سے دعائیں کیا ہی کرتے ہیں لیکن اس دفعہ کی دعائیں کچھ اور ہی رنگ لئے ہوئے تھیں۔“

کانفرنس میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے پیغامات

حضور کے پیغام کا متن حسب ذیل تھا:۔

انڈونیشیا کی جماعت بڑی پرانی ہے اور مولوی رحمت علی صاحب کے زمانہ میں قائم ہوئی تھی میں آپ لوگوں کو آپ کے اس لمبا عرصہ استقلال سے رہنے پر مبارک باد دیتا ہوں اور خدا تعالی کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی امداد کرے اور آپ کو تعداد میں بڑھائے۔“

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے اپنے پیغام میں جماعت کو احمدیت کی اشاعت کے لئے اپنی کوششیں تیز کرنے اور اس غرض کے لئے اعلیٰ نمونہ بنے نیز نیکی کے جذبہ کو آئندہ نسل میں منتقل کرنے کی تلقین فرمائی۔

بعد ازاں رئیس التبلیغ نے پر جوش خطاب فرمایا۔کانفرنس کے موقع پر جلسہ استقبالیہ بھی ہوا جس کی صدارت جناب بر مادی صاحب نے کی۔مکرم مولوی محمد زیدی صاحب نے تلاوت کی۔اس کے بعد مکرم احمد رشدی صاحب نے حکومت اور ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے کانفرنس کے انعقاد میں مدد دی۔اس کے بعد بر مادی صاحب نے انڈونیشیا کے صدر ڈاکٹر احمد سوئیکارنو اور 11 دیگر معززین کے برقی پیغامات پڑھ کر سنائے۔اس کے بعد راڈین ہدایت صاحب نے خطاب کیا۔پھر رئیس التبلیغ صاحب نے چالیس منٹ تقریر کی۔اس استقبالیہ جلسہ میں ایک ہزار احمدی اور 500 غیر از جماعت دوست شامل ہوئے۔مہمانوں میں محکمہ جات کے افسر، ممتاز فوجی، وزارت امور عامہ مذاہب کا خاص نمائندہ اور پریس کے نمائندگان شامل تھے۔کانفرنس کے چوتھے روز ایک تبلیغی جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں مکرم شکری بر مادی صاحب، مکرم میاں عبد الحی، صاحب، مکرم مولوی محمد ایوب صاحب نے تقاریر کیں۔تبلیغی جلسہ کے لئے ہزاروں دعوت نامے جاری کئے گئے ان کے نتیجہ میں پر بینگو شہر سے 50 افراد جلسہ میں شامل ہوئے اسی طرح ”چلا چپ" شہر کے اسٹنٹ کمشنر بھی شریک جلسہ ہوئے۔کانفرنس کے آخری اجلاس سے مکرم مولوی عبد الواحد صاحب لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ انصار اللہ، خدام الاحمدیہ کے ایک ایک نمائندہ کرتا آتما جا صاحب، حسن مورنو صاحب، مکرم میاں عبد الحی صاحب نے خطاب کیا۔کانفرنس کے

موقع پر ذیلی تنظیموں کے الگ الگ اجلاس ہوئے کانفرنس کے مہمانوں کے لئے کھانا پکانے کا انتظام لجنہ اماءاللہ کے سپرد تھا۔روزانہ گیارہ بارہ صد افراد کے لئے تین وقت کھانے کا انتظام لجنہ اماءاللہ نے تسلی بخش طور پر انجام دیا۔تقسیم خوراک کے سلسلہ میں جناب حسن احیابر مادی صاحب نے انتھک محنت سے کام لیا اسی طرح حمیداللہ صاحب سوکار جو آف جاکرتا نہایت محنت سے مصروف عمل رہے۔اس کانفرنس میں پہلی مرتبہ انڈونیشیا کے صدر سوکارنو نے اپنا پیغام بھجوایا اور کانفرنس کے انعقاد کی مبارکباد پیش کی یہ کانفرنس اپنے اندر غیر معمولی اثرات رکھتی تھی جس کا ذکر سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ انڈونیشیا نے ان الفاظ میں کیا:۔کانفرنس کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک ہر شخص کے اندر یہ احساس تھا کہ ایک غیبی ہاتھ ہے کہ جو اس سارے ماحول پر حاوی ہے یہ غیبی ہاتھ حاضرین کو ایک ایسے غیبی ماحول کی طرف کھینچ رہا تھا جس کا اس سے قبل انھیں تجربہ نہیں ہوا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کے اوپر ایک ایسی تیز روشنی ہے جو کہ ہر ایک شامل ہونیوالے کی روح کی گہرائیوں میں پہنچ کر اس کے اندر احساس اور یقین پیدا کر رہی ہے کہ وہ اس وقت ایک خدائے قادر کی نگہبانی میں ہے۔" کانفرنس کے انتظامات کے لئے ایک لاکھ بیالیس ہزار روپیہ کا بجٹ بنایا گیا۔جون 1961ء کے آخر تک اس بجٹ کی وصولی میں 62 ہزار روپے کی کمی تھی۔ایک بلٹن کے ذریعہ جماعت کو یہ کمی پوری کرنے کی تحریک کی گئی۔اس سلسلہ میں مخیر احباب نے قابل رشک نمونہ دکھایا اور کانفرنس کے ختم ہونے تک 75 ہزار روپے کی رقم جمع کرادی۔کانفرنس میں جماعت کے ایک ہزار نمائندگان نے شرکت کی۔علاوہ ازیں دیگر احباب بھی خاصی تعداد میں شامل ہوئے۔۔مولوی امام الدین صاحب۔20 نومبر (برائے انڈونیشیا) (تاریخ احمدیت جلد 21 ص380)

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا سالانہ جلسہ 21،22،23۔24، جولائی 1962ء کو بوگور میں منعقد ہوا۔جلسہ میں ملک کے طول وعرض سے 2 ہزار احمدی شامل ہوئے بعض افراد کانفرنس کی تیاری کے سلسلہ میں سارا سال اپنی خدمات پیش کرتے رہے جن میں جناب ابراہیم صاحب نائب سیکرٹری اور اہلیہ جناب راڈن یوسف صاحب سیکرٹری ضیافت خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے انتھک محنت کر کے کانفرنس سے کافی عرصہ پہلے تیاریوں کو مکمل کرلیا۔گرانی کے باعث جماعت بوگور نے اشیاء کا ذخیرہ پہلے ہی کرلیا۔بعض غیر احباب نے کانفرنس کے اخراجات کے لئے مالی قربانی کا قابل رشک نمونہ دکھایا۔کانفرنس سے قبل جماعت کے ایک وفد نے میئر کی خدمت میں انگریزی ترجمہ قرآن اور دیگر اسلامی کتب پیش کیں۔مستورات کے ایک وفد نے صدر مملکت کی بیگم ہرتینی (Hartini) سے ملاقات کر کے ان کے سامنے جماعت کے اغراض ومقاصد رکھے اور سلسلہ کی کتب پیش کیں۔موصوفہ نے جماعت کی تبلیغی مساعی خصوصاً قرآن کریم کے یورپین زبانوں میں تراجم کو بہت سراہا۔اسی طرح کانفرنس سے قبل ایک پریس کانفرنس منعقد کر کے سوالوں کے جواب دیئے گئے اور پریس والوں کو سلسلے کی کتب پیش کی گئیں۔کانفرنس کے موقع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام سنایا گیا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ اسلام کو احمدیت کے ذریعہ غلبہ حاصل ہوگا۔مگر اس کے لئے جماعت کو ایسی والہانہ کوشش کرنی ہوگی جس سے جگر خون ہوجائے۔پیغام میں احمدیوں کو سچا علم صحیح قوت عمل پیدا کرنے اور قربانی کی روح کے ساتھ آگے بڑھنے کی تلقین کی گئی تھی۔جلسے کا افتتاح کانفرنس کمیٹی کے صدر جناب ایوا صاحب نے کیا۔علاوہ ازیں جلسہ سے درج ذیل اصحاب نے خطاب کیا۔1۔جناب شاہ محمد صاحب 2۔مکرم مولوی امام الدین صاحب۔3۔مکرم مولوی محمد ایوب صاحب 4۔مکرم میاں عبدالحی صاحب۔5۔مکرم مولوی ابوبکر ایوب صاحب۔6۔جناب راڈن ہدایت صاحب۔7 صالح شبیبی صاحب 8۔مکرم مولوی عبدالواحد صاحب۔9۔کانفرنس کے سامنے رپورٹ پیش کرتے ہوئے جنرل سیکرٹری نے انڈونیشیا کی جماعتوں کی جولائی 1961ء سے جون 1962ء کی کارکردگی کا خلاصہ پیش کیا۔جس میں بتایا گیا کہ جاکرتا میں متعدد افراد کو سلسلہ کا لٹریچر وفود کی صورت میں پیش کیا گیا۔پورکرتو کے شہر کے وسط میں ایک مسجد تعمیر ہوئی نوجوان بچوں اور بچیوں کی تربیتی کلاس میں 141 طلباو طالبات شامل ہوئے۔338 افراد داخل سلسلہ ہوئے۔کانفرنس کے موقع پر

استقبالیہ جلسہ اور تبلیغی جلسہ کا انعقاد بھی ہوا۔ استقبالیہ جلسہ میں وزیر امور دینیہ کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس میں جماعت کے تبلیغی کارناموں کی واشگاف الفاظ میں تعریف کی گئی تھی۔ کانفرنس کے موقع پر خدام، انصار، لجنہ، ناصرات کے اجلاس بھی ہوئے۔ (۔تاریخ احمدیت جلد 21 ص 654۔655) 27 مارچ 1963ء کو مکرم محی الدین شاہ صاحب انڈونیشیا تشریف لے گئے۔مکرم سید شاہ محمد صاحب 1965ء میں انڈونیشیا مشن کے انچارج بنے۔(تاریخ احمدیت جلد 22 ص 380) 1965ء میں انڈونیشیا میں 60 مساجد تھیں اور sinar islam کے نام سے اخبار شائع ہوتا تھا (تاریخ احمدیت جلد 22 ص 227)

پریذیڈنٹ ری پبلک انڈونیشیا سوکارنو کا جلسہ سالانہ 1966ء میں بھجوایا گیا پیغام

انڈونیشیا کی احمدی جماعتوں کی نہایت کامیاب کانفرنس 25 تا 28 اگست 1966ء کو منعقد ہوئی۔ جس کے استقبالیہ جلسے میں دو ہزار سے زائد غیر از جماعت احباب نے شرکت کی۔ پریذیڈنٹ سوکارنو نے اس موقعے پر جماعت احمدیہ کے نام جو ولولہ انگیز پیغام دیا اس کا ترجمہ یہ ہے:

برادران جماعت احمدیہ انڈونیشیا　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کو اس کی لے اویں سالانہ کانفرنس پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ وہ دوستوں کی کانفرنس کو اپنی رحمت اور رضا سے نوازے جیسا کہ احباب کو علم ہے۔ہمیں اس وقت مختلف قسم کی مشکلات درپیش ہیں۔اور ہمیں ایسے CHALLENGES کا سامنا کرنا پڑا ہے جو کہ ہمارے انقلاب کی بنیاد یعنی PANGHA SILA (پانچ ارکانِ انقلاب انڈونیشیا) کو ہی سرے سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔لیکن آپ لوگوں کی دعاؤں اور ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک کی رعایا کے ساتھ مل کر کوششوں کے نتیجہ میں ہمیں یقین ہے کہ PANGHA SILA کی اساس پر قائم کردہ انقلاب اور زیادہ ترقی کرے گا۔اور زمانہ کی تمام روکوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوگا۔لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم سب کو قومی اتحاد اور قومی یگانگت کو استوار کرنا چاہیئے اور جیسا کہ اس سے پہلے بھی میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ قومی اتحاد اور یگانگت کے لئے یا دوسرے الفاظ میں تعمیر ملک اور تعمیر کریکٹر کے لئے مذہب کا عصر ایک غالب عصر کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لئے جماعت احمدیہ کے افراد کو میرا پیغام یہ ہے کہ آپ اسلامی آگ کی چنگاری کو متواتر فروزاں کریں۔اور اسلامی سپرٹ اور روح کو مسلسل زندہ رکھیں۔تاکہ ہم حقیقی طور پر دنیوی اور دینی لحاظ سے ایک مضبوط قوم بن جائیں۔میرا یقین ہے کہ جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی یہ کانفرنس ہمارے انقلاب اور ہمارے ملک اور ہماری رعایا کے مفاد کی خاطر زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرے گی۔۔

پریذیڈنٹ ری پبلک انڈونیشیا سوکارنو

جاکرتا 26 راگست 1966ء

اس کانفرنس میں ربوہ کے سالانہ جلسہ کا رنگ پہلے جلسوں کی نسبت بہت زیادہ نمایاں تھا۔اس میں فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ میں حصہ لینے کے لئے احباب نے والہانہ اخلاص کا ثبوت دیا۔تبلیغی جلسہ اور استقبالیہ جلسہ میں سابقہ جلسوں کی نسبت کہیں زیادہ حاضری تھی۔جلسہ کی افتتاحی اور اختتامی دعائیں مولوی

امام الدین صاحب رئیس التبلیغ نے کرائیں۔ انڈونیشیا پریس اور جاکرتا اور بانڈونگ ریڈیو نے کانفرنس کی خبریں نشر کر کے انہیں پورے ملک تک پہنچا دیا۔(تاریخ احمدیت جلد 23 ص 728، 729)

پہلا جلسہ سالانہ انڈونیشاء 1967ء

انڈونیشیا میں 1950ء سے قریباً ہر سال سالانہ کانفرنس منعقد ہوتی چلی آرہی تھی۔ کانفرنس میں جلسہ سالانہ اور مجلس مشاورت دونوں کا ہی انعقاد ہوتا تھا۔لیکن جماعت کی تعداد اور دوسرے امور کو مدنظر رکھتے ہوئے 1964ء کی سالانہ کانفرنس منعقدہ سویابایا میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مرکز احمدیت کے تتبع میں جلسہ سالانہ اور مجلس مشاورت کے اجتماعات علیحدہ علیحدہ انعقاد پذیر ہوں۔ اس فیصلہ کے مطابق اس سال اپریل 1967ء کے آخر میں جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا کی پہلی سالانہ مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انڈونیشیا کے احمدیوں کا مستقل پہلا جلسہ سالانہ مغربی جاوا کی ایک بستی مینس لور(MANIS LOR) میں 26، 27/ اگست 1967ء کو منعقد ہو۔ مینس لور کی بستی چریبون (CHERIBON) کے تاریخی اور ساحلی شہر کے جنوب میں پندرہ میل کے فاصلے پر پہاڑی علاقہ میں واقع ہے۔ مغربی جاوا میں اسلام کی اشاعت میں اس شہر نے عظیم کردار ادا کیا تھا۔ اس شہر کے ابتدائی مجاہدین کا نام آج تک زبان زدخلائق ہے حضرت فتح اللہ کا شمار جاوا کے نو قدیم اولیائے عظام میں ہوتا ہے آپ کا مزار شہر کے قریب کنگ جاتی نامی ایک پہاڑی پر آج تک موجود ہے لوگ اس کو مسونان کنگ جاتی کہتے ہیں۔(انڈونیشیا صفحہ 47 مولفہ شاہد حسین رزاقی ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع دوم 1947ء)

پروفیسر سر تھامس آرنلڈ THOMAS ARNOLD کی کتاب THE PREACHING OF ISLAM سے معلوم ہوتا ہے کہ چریبون CHERIBON حضرت شیخ نورالدین ابراہیم جیسے عظیم بزرگ اور داعی اسلام کا مرکز تھا۔ جہاں سے پورے مغربی جاوا میں اسلام کا نور پھیلا۔ محمد عنایت اللہ صاحب دہلوی نے سرسید احمد خان کی ہدایت پر جون 1898ء میں اس محققانہ تالیف کا اردو ترجمہ شائع کیا۔ تو اصل کتاب کے حوالہ سے یہ بھی لکھا کہ یہ بزرگ مدت تک مجمع الجزائر میں سیر وسیاحت کے بعد 1421ء میں چریبون میں آباد ہو گئے۔

پروفیسر آرنلڈ کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"Islam was introduced into the eastern parts of the island some years later, probably in the beginning of the following century, through the missionry activity of Shaykh Nur-al-Din Ibrahim of Cheribon. He won for himself a great reputation by curing a woman afflicted with leprosy, with the result that thousands came to him to be instructed in the tenets of the new faith. At first the neighbouring chiefs tried to set themselves against the movement, but finding that their opposition was of no avail, they suffered themselves to be carried along with the tide and many of them became coverts to Islam.

یعنی حضرت شیخ نورالدین ابراہیم آف چریبون کی تبلیغی کاوشوں سے جزیرہ کے مشرقی علاقوں میں اسلام چندسال بعد، غالباً آئندہ صدی کے شروع

میں، متعارف کرایا گیا۔ایک مبروصہ کی آپ کے ہاتھوں شفایابی سے آپ کو بہت شہرت نصیب ہوئی۔نتیجہ" ہزاروں لوگ نئے دین (اسلام) کے عقائد سے آگہی حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آگئے۔شروع میں قریبی سرداروں نے اس تحریک کی راہ میں روک بننا چاہا۔یہ جان کر کہ مخالفت کا کوئی فائدہ نہیں، بالآخر انہوں نے بھی قبول اسلام کی لہر کا ساتھ دینا قبول کرلیا۔اُن میں سے اکثر مسلمان ہوگئے۔"

اس جگہ جماعت احمدیہ کا قیام 1954ء میں عمل میں آیا اور مسجد کی بنیاد بھی اسی سال رکھی گئی۔اس جماعت کے قیام میں مولوی عبدالواحد صاحب (قائم مقام) رئیس التبلیغ، مولوی محمد زہدی صاحب (مبلغ بانڈونگ)، مولوی عبدالرشید صاحب ارشد (مبلغ پورو کرتو وسطی جاوا) اور سب سے بڑھ کر دیہاتی مبلغ حاجی بصری صاحب کی کوششوں کا بھاری عمل دخل تھا اس علاقہ میں جس شخص کو سب سے پہلے احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔وہ اس وقت کے نمبردار صاحب علاقہ بینگ (BENING) تھے۔جنھوں نے اپنے زمانہ تعلیم میں گاروت کے ایک مخلص احمدی طلا صاحب سے احمدیت کا ذکر سنا۔یہ ذکر ایک بیج تھا جو بعد میں درخت بن گیا۔اس گاؤں کی آبادی 1967ء میں قریباً ڈھائی ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔جن میں سے دو ہزار کے قریب احمدی تھے۔جس وقت اس گاؤں کے لوگوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔اس وقت لوگ دینی و دنیاوی لحاظ سے بہت پیچھے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت قبول کرنے کے بعد انہیں ظاہری اور باطنی ترقیوں سے وافر حصہ ملا۔چنانچہ غیر معمولی دینی وروحانی ترقیات پانے کے ساتھ ساتھ دیہی تنظیم میں بھی ان لوگوں نے کافی ترقی کرلی۔اس علاقہ میں ان کا گاؤں ایک مثالی گاؤں قرار دیا گیا تھا۔سواس ضمن میں ایک تقریب میں جوان لوگوں کی عزت افزائی کے لئے منعقد کی گئی تھی۔انڈونیشیا کے مشہور لیڈر اور سابق نائب صدر ڈاکٹر محمد عطا صاحب بھی آئے تھے۔جلسہ کے انتظامات کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔جس کے بعد مینس لور کی مخلص جماعت نے زور وشور سے تیاریاں شروع کردیں۔مشن کی طرف سے ان کی رہنمائی کے لئے پہلے صدر جناب شکری صاحب پھر جناب سوجاوی صاحب تشریف لے گئے اور قریباً ایک ماہ وہیں رہے۔جلسہ سے ایک ہفتہ قبل مولوی محی الدین صاحب مبلغ سلسلہ مع اپنی بیگم کے دن رات انتظامات میں مصروف عمل رہے۔

جلسہ کے اخراجات کے سلسلے میں مقامی جماعت نے قابل رشک نمونہ دکھایا جو انڈونیشیا کی تمام جماعتوں کے لئے مشعل راہ تھا۔اس پہلے جلسہ سالانہ کے کل اخراجات انڈونیشین کرنسی کے اعتبار سے قریباً ایک لاکھ تیس ہزار روپے ہوئے۔جن میں سے انچاس ہزار روپے کی اشیاء مختلف جماعتوں نے نہایت خوشی اور بشاشت کے ساتھ بطور ہدیہ پیش کیں۔انچاس ہزار کی اس رقم میں سے پینتالیس ہزار روپے کی لاگت کی اشیاء صرف مینس لور کی مخلص جماعت نے مہیا کیں۔جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے اس پہلے جلسہ سالانہ میں جلسہ سالانہ ربوہ کا رنگ بہت نمایاں تھا۔جلسہ گاہ مسجد کے باہر کے میدان میں بنائی گئی تھی۔کھانا پکانے کا سو فیصدی انتظام جماعت مینس لور کے ہاتھ میں تھا۔جو ہر اعتبار سے تسلی بخش تھا۔مہمانوں کو قیام میں بھی ہر طرح سہولت رہی۔جلسہ سے قبل بعض مخالفین نے جماعت کے متعلق بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کی۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی یہ کوشش ناکام رہی اور علاقہ کے ذمہ دار افراد حکومت نے بھرپور تعاون کیا۔لوگوں کی آمد 26 راگست کی دوپہر سے شروع ہوگئی تھی۔مہمانوں کی آمد کا نظارہ بڑا دلکش اور ایمان افروز تھا۔جلسے کے افتتاحی اجلاس میں احباب جماعت کے علاوہ جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی، علاقہ کے سرکاری افسران اور فوج کی نمائندگان بھی شامل تھے۔

مولوی ابوبکر صاحب ایوب رئیس التبلیغ نے اپنے افتتاحی خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ایک پیغام کا انڈونیشی ترجمہ پڑھکر سنایا جو حضور نے نائیجیریا کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ارسال فرمایا تھا۔اس کے بعد علاقہ کے محکمہ مذہبیات کے افسر اعلیٰ جناب حاجی منصور صاحب نے حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک پرجوش تقریر کی۔جس میں پہلے تو جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر خوشی کا اظہار کیا اور دعا کی کہ احباب جماعت جس مقصد کیلئے جمع ہوئے ہیں اس میں کامیابی حاصل کریں۔اس کے بعد بڑے جوش سے کہا کہ ہم سب مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح معنوں میں اتباع کرنی چاہئے تا

کہ ہم اپنے عمل سے اسلام کی سچائی کا ثبوت مہیا کر سکیں اور دہریت کے مقابلہ میں اکٹھے ہو جائیں۔آپ کی یہ تقریر محض رسمی رنگ نہ لئے ہوئے تھی بلکہ آپ کی تقریر سے سچ مچ اسلامی جذبات مترشح ہو رہے تھے۔اور کہا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے اجلاسوں میں جو مہمانوں کی طرف سے استقبالیہ تقریریں ہو رہی ہیں ان میں سے اگر سب سے بہتر نہ تھی تو کم از کم بہترین تقاریر میں سے تھی۔

تاریخی جلسہ سالانہ کے مقررین

اس تاریخی جلسہ میں مولوی ابوبکر صاحب ایوب رئیس التبلیغ کے علاوہ جن احمدی مقررین نے خطاب کیا۔اُن کے نام یہ ہیں۔احمد رشدی صاحب (ذکر حبیب)،مولوی عبدالواحد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات)،راڈن انور صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تعارف)،میاں عبدالحیٔ صاحب ا۔خلافت فی الاسلام۔2۔نظام نو) سوجاوی مالنگ یوڈ صاحب (معاشرہ اسلامی)،مولوی احمد نورالدین صاحب (1۔سلسلۂ نبوت۔2۔فلسفہ گناہ)،قریشی دہلان صاحب (مرکز سلسلہ کی برکات) ہادی ایمان صاحب (ہستی باری تعالیٰ)،صالح الشبیبی صاحب مبلغ سلسلہ (1۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے۔2۔یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کی مساعی اور اس کے شاندار نتائج)،ڈاکٹر احمد دہلان صاحب (تربیت اولاد)،مولوی محی الدین صاحب مبلغ سلسلہ (اسلام کا مستقبل)،مولوی محمد ایوب صاحب (آخری زمانہ کی نشانیاں)۔سالانہ جلسہ کی آخری تقریر مولوی ابوبکر ایوب صاحب رئیس التبلیغ ”انڈونیشیا کی رسم ورواج کے خلاف جنگ“ کے موضوع پر تھی۔اس تقریر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر (از حقیقۃ الوحی) کی بعض عبارات کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔اور ایمان افروز رنگ میں ان کی وضاحت کی۔جس سے احباب کے اندر خوشی اور انبساط کی لہر دوڑ گئی۔یہ چند اوراق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احباب جماعت انڈونیشیا کو عطا فرمائے تھے۔یہ تحریر دو فریموں میں محفوظ کر دی گئی ہے۔اتفاق کی بات ہے کہ اس تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہامات انا نبشرك بغلام نافلة لك اور مظهر الحق والعلاء بھی درج ہیں۔سو اس تبرک سے جلسہ میں شامل احباب جماعت کے ایمانوں میں مزید تقویت ہوئی کیونکہ اوّل الذکر الہام خلافت ثالثہ کے مظہر ہمارے موجودہ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہیں،کا ذکر اور آپ کی بشارت دی گئی تھی۔جماعت انڈونیشیا کے اس پہلے جلسہ سالانہ کا ذکر سورابایا (SURABAYA) کے اخبارات نے واضح رنگ میں کیا اسی طرح ریڈیو پر بھی کئی روز تک اس کا چرچا رہا۔

29راگست کو چریبون (CHERIBON) میں تبلیغی جلسہ کیا گیا۔ابھی تک اس شہر میں کوئی پبلک جلسہ نہیں ہوا تھا۔گو تبلیغ ہوتی رہی تھی اور چھوٹے پیمانے پر تقاریر بھی۔یہ جلسہ شہر کے وسط میں ایک ہال میں ہوا۔جس میں خاصی تعداد میں غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔اس جلسہ میں میاں عبدالحیٔ صاحب نے اسلام موجودہ زمانہ کے مسائل کا کیا حل پیش کرتا ہے“ کے موضوع پر اور رئیس التبلیغ صاحب نے احمدیت کیا ہے؟“ کے موضوع پر پُر اثر خطاب کیا۔غیر از جماعت معززین ان تقاریر سے بہت محظوظ ہوئے اور خواہش کی کہ اس قسم کے جلسے آئندہ بھی منعقد کئے جائیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 24 ص403 تا408)

ستمبر 1969ء کے آغاز میں جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا کا جلسہ سالانہ جکارتہ میں نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔مہنگائی اور دیگر مشکلات کے باوجود ملک کے تمام علاقوں سے احمدی مخلصین بکثرت شامل جلسہ ہوئے۔اس موقع پر ایک تبلیغی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا اور ایک تبلیغی کانفرنس بھی منعقد ہوئی جس میں سینکڑوں غیر از جماعت اصحاب نے بھی شرکت فرمائی۔ملک کی اہم شخصیتوں کو دینی لٹریچر دیا گیا۔اس موقعہ پر قرآن کریم کے پہلے سپارہ کی انڈونیشی تفسیر کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔اس تقریب پر خدام الاحمدیہ انڈونیشیا کا اپنا الگ اجتماع بھی منعقد ہوا اور یہ ایام مرکزی اجتماع کی طرح خیموں میں گزارے۔جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ حضور ازراہ

شفقت انڈونیشیا کو اپنے مبارک وجود سے برکت دیں اور اپنی زیارت سے انڈونیشین احمدیوں کو مشرف فرمائیں۔ مورخہ 7 نومبر 1969ء کو مولانا محمد صادق صاحب سماٹری رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے ایک گاؤں تانگے رنگ (Tangerang) میں ایک نئی مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اس مسجد کا نام مسجد نور رکھا گیا۔ 9 نومبر 1969ء کو انڈونیشیا کے مبلغین کا اجلاس ہوا جو آٹھ بجے سے لے کر ایک بجے تک جاری رہا اور اس میں مختلف امور سے متعلق اہم فیصلے کئے گئے۔ مولوی محمد صادق صاحب سماٹری رئیس التبلیغ انڈونیشیا نومبر دسمبر 1969ء کی رپورٹ میں رقمطراز ہیں کہ انڈونیشین زبان میں جو ہماری تفسیر چھپ رہی ہے اس میں روپیہ کی کمی کی وجہ سے روک پیدا ہو رہی تھی۔ اس کے لئے مکرم میاں عبدالحی صاحب نے تشویش کا اظہار کیا۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ روپیہ انشاءاللہ تعالیٰ جمع ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ 19 دسمبر کو بانڈونگ سے جاکرتہ آئے۔ چنانچہ تفسیر کے خرچ وغیرہ کے متعلق انہیں پوری تفصیل کا علم تھا۔ اس لئے میں نے اور مولوی ابوبکر صاحب نے انہیں کہا کہ خطبہ جمعہ آپ پڑھائیں اور ہم آپ کی تائید کریں گے۔ انہوں نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ مولوی ابوبکر صاحب نے مختصری تقریر میں اعلان کیا کہ اس تفسیر کے تین نسخوں کی قیمت پیشگی ادا کرتا ہوں۔ بس پھر کیا تھا سارے دوستوں نے پیشگی قیمت ادا کرنے کے لئے وعدے لکھوائے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لاکھ پچاس ہزار روپے کے قریب وعدے ہوئے اور دو لاکھ روپیہ سے زائد رقم اسی وقت جمع ہوگئی۔ الحمد للہ علی ذالك۔ مکرم احمد صاحب پولیس افسر جاکرتہ نے ایک لاکھ بیس ہزار کی رقم دی اور مکرم لیفٹیننٹ کولونیل محمد صاحب نے ایک لاکھ روپیہ کی رقم دی۔ (تاریخ احمدیت جلد25 ص307۔308)

مولانا محمد صادق صاحب سماٹری انچارج احمدیہ مشن انڈونیشیا کی رپورٹ مطبوعہ الفضل 9 مئی 1970ء صفحہ 3،4 کا ایک اقتباس:۔

چونکہ شمالی اور وسطی سماٹرا میں عرصہ سے کوئی مبلغ نہ گیا تھا اس لئے وہاں کی جماعتوں میں وہ جوش اور تبلیغی ولولہ نہ رہا تھا جو ہماری جماعتوں کا امتیازی نشان ہے۔ مکرم جناب وکیل التبشیر صاحب کی ہدایت کے مطابق وہاں جانے کا پروگرام بنایا گیا۔ سو خاکسار اور مولوی ابوبکر صاحب دونوں 7 جنوری 1970ء کو شمالی سماٹرا کے لئے بذریعہ بحری جہاز جاکرتا سے روانہ ہو گئے۔ پہلے ہم میدان پہنچے اور ایک ہفتہ وہاں رہنے کے بعد تا بنگ تنگی اور پیا تو اور تلخونگ بالے کا دورہ کیا۔ ہمارے اس دورے سے جماعتوں میں اخلاص اور جوش ابھر آیا فشکر للہ۔ ابھی میدان سے خاکسار کو ایک ممبر کا خط ملا ہے جس میں اس نے شکریہ ادا کیا ہے اور لکھا ہے کہ اب جماعت کے مردوں، عورتوں میں درس جاری ہو گئے ہیں اور بچوں نے بھی پڑھائی شروع کر دی ہے وہاں اب مولوی محمد ایوب صاحب کو مقرر کیا گیا ہے۔ سماٹرا میں جماعت پاڈنگ، جماعت پماتنگن اور جماعت ڈوکو کا دورہ کیا گیا۔ وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں بڑے اخلاص سے کام کر رہی ہیں۔ افسوس ہے وقت کی تنگی کی وجہ سے ہم جماعت پاکن بارو تک نہ پہنچ سکے۔ جب ہم میدان شہر میں تھے تو ہم نے وہاں کے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ سماٹرا کے سب سے بڑے افسر پولیس، شمالی سماٹرا کے سب سے بڑے افسر پولیس اور شہر میدان کے میئر سے ملاقات کی گئی اور انہیں انگریزی کتب جن میں انگریزی ترجمہ القرآن اور اسلامی اصول کی فلاسفی بھی شامل تھیں بطور ہدیہ دی گئیں اور زبانی بھی ان کے سامنے احمدیت کے قیام کی غرض وغایت کو واضح کیا گیا اور یورپ وامریکہ میں جماعت کی جدوجہد کا مختصر ذکر کیا گیا۔ الحمدللہ یہ تینوں تقاریب خوشگوار ماحول میں ہوئیں۔ اس عرصہ میں بعض خوشکن واقعات پیش آئے مثلاً سپریم کورٹ انڈونیشیا نے مسجد میدان کا فیصلہ ہمارے حق میں دے دیا فشکرُ اللہ۔ اس مقدمہ کی کامیابی میں ہمارے نوجوان ایڈووکیٹ مخلص احمدی نسبون محمود کی جدوجہد کا بڑا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جدوجہد کو قبول فرمایا اور اپنے فضل سے ہمیں کامیابی بخشی۔ ماہ فروری میں ریڈیو سوکا بومی میں ہمیں ہر ہفتہ اور بدھ کی صبح کو درس دینے کا موقع دیا گیا جس میں حضرت مصلح موعود کی لکھی ہوئی سیرت النبی (دیباچہ قرآن کریم انگریزی) سنائی جاتی رہی۔ ریڈیو تاسک ملایا میں بھی ہماری ایک خاتون کو بولنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دوست انفرادی طور پر بھی تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں مگر جماعت نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ ہر ماہ پہلے ہفتہ اور اتوار کی رات کو ہر جگہ باجماعت نماز تہجد ادا کی جایا کرے۔ سو اس فیصلہ کے مطابق ان دو ماہ میں دو دفعہ باجماعت نماز تہجد ادا کی گئی ایک دفعہ

عزیزم حافظ قدرت اللہ صاحب امام ہوئے۔ سیرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو کچھ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے انڈونیشیا میں دیا تھا اس کے ترجمہ پر نظر ثانی کرائی گئی۔ انشاء اللہ جلد ہی شائع ہو جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔ خاکسار نے اپنے ایک مضمون "صداقت امام مبدی پر نظر ثانی کی، کافی لمبا مضمون ہے نصف سے زیادہ باقی ہے کوشش کر رہا ہوں کہ جلد مکمل ہو جائے۔ ایک مخلص چینی دوست" تن۔ بی۔ یونگ جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں انہیں مع مولوی ابوبکر صاحب دیکھنے گیا۔ انہوں نے شہر چونگ بالے" میں اپنا مکان جماعت کے لئے وقف کر دیا ہوا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء اس اڑھائی ماہ کے عرصہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جاکرتا گاروت، سورابایا اور کرتو، پانڈنگ وغیرہ سے 110 کس کو بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اکتوبر 1970ء کے آغاز میں بانڈونگ میں پانچ روزہ ایشو افریقن اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی تاریخ انعقاد 6 تا 10 راکتوبر 1970ء) کا نفرنس مردیکا آزادی محل بانڈونگ میں ہوئی اور اس میں بیس سے زائد اسلامی ملکوں کے نمائندے شامل ہوئے جن میں تنکو عبدالرحمن صاحب سابق وزیر اعظم ملائیشیا خاص طور پر قابل ذکر ہیں جوان دنوں اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری بھی تھے۔ تنظیم نے فیصلہ کیا کہ افریشیائی اسلامی تنظیم کو بین الاقوامی تنظیم کر دیا جائے جس کا صدر پاکستان سے ہو جبکہ نائب صدر انڈونیشیا، نائیجیریا شام سے لئے جائیں گے۔ اس کی مجلس انتظامیہ بھی ہوگی جس کا سیکرٹری انڈونیشیا کا نمائندہ ہوگا۔ اس موقع پر میاں عبدالحی صاحب مبلغ انڈونیشیا نے جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے تعاون سے کانفرنس کے مندوبین سے رابطہ کرنے اور ان تک پیغام حق پہنچانے کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا اور حالات کے ناسازگار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے امید سے بڑھ کر کامیابی عطا فرمائی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے درج ذیل اقدامات کئے۔ ا۔ میاں عبدالحئی صاحب نے جاکرتا اور مرکز سلسلہ سے بذریعہ ہوائی ڈاک لٹریچر منگوایا اور پیکٹ کی صورت میں انہیں وفود کے لیڈروں کو پیش کیا۔

2۔ جماعت احمدیہ بانڈونگ کی طرف سے کانفرنس ہال کے مشرق اور مغرب میں ایک عربی اور ایک انگریزی میں خیر مقدمی قطعات آویزاں کئے گئے۔ جماعت نے دو اخبارات میں بھی مبارکباد پر مشتمل اعلان شائع کئے نیز تار کے ذریعہ جملہ ممبران کو خوش آمدید کہا۔۔ جماعت احمدیہ انڈونیشیا نے ایک خوبصورت انگریزی پمفلٹ 500 کی تعداد میں شائع کیا جس میں علاوہ دیگر امور کے اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ اسلام کا عالمی غلبہ تبلیغ کے ذریعہ سے ہوگا۔ نیز یہ کہ مسئلہ فلسطین سیاسی نہیں دینی مسئلہ ہے جس کا تعلق پورے دنیائے اسلام کے ساتھ ہے۔ اگر امت مسلمہ دل و جان سے آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرے تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی انہیں مغلوب نہیں کر سکتیں۔

3۔ میاں عبدالحئی صاحب اور جماعت احمدیہ بانڈونگ کے بعض ذی اثر احمدی دوست کانفرنس میں مدعو تھے جنہوں نے افتتاحی تقریب میں کئی ممبروں سے ملاقات کی۔ میاں عبدالحئی صاحب کی نئی اسلامی پارٹی پارموسی (Parmasi) کے صدر جرناوی ھادی کسوموصاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان سے آپ پہلے بھی متعارف تھے اور انہوں نے بھی بوقت ملاقات ان کا ذکر بڑے تعریفی رنگ میں کیا۔ آپ استقبالیہ میں بھی شامل ہوئے۔ کئی مندوبین نے کہا کہ ہمیں آپ کا پمفلٹ اور لٹریچر مل گیا ہے۔ فلپائن اور فارموسیٰ کے نمائندگان نے خاص طور پر لٹریچر پر نہایت درجہ مسرت کا اظہار کیا۔ آپ کو پاکستان، ہندوستان، فلپائن، سنگاپور، ملائیشیا، فارموسا، ہانگ کانگ، جاپان، سعودی عرب، جرمنی، انگلستان، افغانستان، شام، سیلون، جنوبی کوریا اور تھائی لینڈ کے ممبران وفود سے ملنے کا موقع ملا۔ اور بعض تو بڑے تپاک سے ملے۔ انڈونیشیا کے ممبران وفود کے علاوہ کئی ایک منتظمین سے بھی ملنے کا موقع ملا۔ اس طرح سے معمولی سی کوشش سے ہمارا لٹریچر مختلف ممالک میں پہنچ گیا۔ انڈونیشیا سے مبلغ انچارج مکرم مولوی محمد صادق صاحب نے اطلاع بھجوائی کہ مشرقی پاکستان میں طوفان زدگان کی مدد کے لئے انڈونیشیا میں عام تحریک ہوئی اور احباب جماعت اس میں حصہ لے رہے ہیں اور مبلغ 50,000 روپیہ کا چیک برائے پاکستان ایمبیسی تیار کیا گیا ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 26 ص 361 تا 364)

انڈونیشیاء میں خدمات بجالانے والے چند مبلغین کا تعارف

حضرت مولوی رحمت علی صاحب

آج سے سو سال قبل سرزمین انڈونیشیا میں پہنچنے والے پہلے مبلغ

”حضرت مولوی رحمت علی صاحب] ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو خدا کئی دفعہ سچا کر دکھاتا ہے۔ یہ پہلے کہتے ہیں اور فرشتوں کو بعد میں ان کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے“ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

مندرجہ ذیل مضمون محترم غلام مصباح بلوچ۔استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا نے تحریر کیا ہے۔جو اخبار الفضل لندن 15 نومبر 2025ء کے شکریہ کے ساتھ تحریر کیا جارہا ہے۔ادارہ)

1920ء کی دہائی کے آغاز میں جزائر شرق الہند سے تین نوجوان طلبہ مولوی ابوبکر ایوب صاحب،مولوی نورالدین صاحب اور مولوی زینی دحلان صاحب دینی تعلیم حاصل کرنے ہندوستان آئے۔لکھنؤ اور لاہور میں کوشش کے بعد بالآخر اگست 1923ء میں قادیان آگئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مدعا بیان کیا۔حضورؓ نے اس شرط پر دینی تعلیم کے اہتمام کا وعدہ فرمایا کہ چھ ماہ تک صرف اردو زبان پڑھنی ہوگی۔چنانچہ انہوں نے شرط قبول کرتے ہوئے پہلے اردو سیکھی اور پھر دینیات کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور قادیان کے ماحول اور احمدیہ تعلیم سے متاثر ہوکر جلد ہی احمدیت میں داخل ہوگئے۔ان تینوں کی مساعی سے سماٹرا اور جاوا سے مزید طلبہ بھی قادیان آگئے۔بہرحال ان سب طلبہ نے خط وکتابت کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا پیغام دیتے ہوئے انہیں بیعت کی دعوت دی چنانچہ بعض نے بیعت کی حامی بھرلی اور بعض نے مخالفت کا رنگ اختیار کیا۔بہرکیف ان حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت مولوی رحمت علی صاحب کو بطور مبلغ اسلام احمدیت انڈونیشیا جانے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت مولوی رحمت علی صاحب

حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ 1893ء میں اوجلہ ضلع گورداسپور کے مخلص صحابی حضرت بابا محمد حسن صاحبؓ (موصی نمبر 1۔وفات:20 جولائی 1950ء) کے ہاں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم قادیان سے ہی حاصل کی۔آپ کے والد صاحب نے بچپن میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیا اور عرض کی کہ ”میں نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کردیا ہوا ہے۔میرا ایک ہی لڑکا ہے اُسے بھی آج میں وقف کرتا ہوں،اگر حضور اس کو اپنے حکم سے شاخ دینیات (مدرسہ احمدیہ) میں داخل کردیں گے تو میں کامیاب ہوگیا۔“ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:”میں محمد حسن پر بڑا خوش ہوں،اس نے مجھ کو لڑکا شاخ دینیات کے لیے دیا ہے۔“ (الفضل 26 ستمبر 1950ء صفحہ 5) حصول تعلیم کے بعد 1917ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک وقف زندگی پر لبیک کہتے ہوئے،آپ نے بھی اپنا نام حضور کی خدمت میں پیش کردیا اور 1921ء میں مبلغین کلاس پاس کر

لی۔ کچھ عرصہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں بطور عربی مدرس خدمت کی توفیق پائی۔ 1925ء میں حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ نے آپ کو انڈونیشیا جانے کا ارشادفرمایا۔ چنانچہ آپ اگست 1925ء میں قادیان سے روانہ ہوئے اور ستمبر میں وہاں پہنچ گئے۔ روانگی سے قبل حضورؓ نے ایک دن بعد نماز فجر پنجابی زبان میں تفصیلی نصائح فرمائیں جن کا مفہوم اردو زبان میں اخبار الفضل 15ستمبر 1925ء میں صفحہ 5 تا7 شائع شدہ ہے۔

انڈونیشا میں آمد

انڈونیشیا میں آپ سب سے پہلے سماٹرا کے قصبہ ''تاپاوان''(Tapak Tuan) میں نزیل ہوئے اور پھر تبلیغی لحاظ سے صوبہ مغربی سماٹرا کے دار الحکومت پاڈانگ (Padang) کو زیادہ موزوں یقین کرتے ہوئے وہاں اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا جہاں بہت جلد ایک جماعت قائم ہوگئی۔ جماعت قائم ہونے کے ساتھ ساتھ مخالفت میں بھی بہت تیزی آئی اور جماعت کے خلاف مخالفت کا بازار گرم ہوا، اس پر مستزاد یہ کہ لاہوریوں کا پراپیگنڈا بھی جماعت احمدیہ کی ترقی میں مشکلات پھیلا رہا تھا۔ آپ نے ان تمام حالات کا بڑی ہمت اور دعاؤں کے ساتھ مقابلہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ اپنی ایک ابتدائی رپورٹ میں آپ لکھتے ہیں:

“It is four months that I have come here. There is a storm of opposition against us. People call me ‘Kafir’, ‘Anti-Christ’, ‘infidel’, and a ‘magician’. But in spite of this, the movement is progressing. The headmaster of a school has recently joined our movement, and in all there are now about 40 persons in our community.” (Review of Religions, March 1926 page 20)

ایک اور رپورٹ میں آپ لکھتے ہیں: ''......علماء کی مخالفت دن بدن بڑھ رہی ہے اور کام کی زیادتی اس قدر ہے کہ رات کے دو بجے کے بعد سوتا ہوں اور بعض دفعہ تمام دن اور رات کام کرنا پڑتا ہے جس سے صحت پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔ میری مخالفت علماء کا طبقہ خاص کر کررہا ہے، ان کو مقابلہ کے لیے بلایا مگر ابھی تک انکار ہے...... پادری بھی دن بدن بڑھ رہے ہیں......اور وہ بھی میری مخالفت پر لگے ہوئے ہیں......ان دونوں اقوام کے پاس روپیہ ہے، سامان ہے اور طاقت ہے لیکن اے احمدی قوم! تو بھی تہی دست نہیں، تیرے پاس تیرا خدا ہے۔ تو اس کے حضور دعا کر......''

(الفضل 17ستمبر 1926ء صفحہ 2)

لاریب یہ محض فضل الٰہی تھا کہ معاندین کی تمام چالیں اور کوششیں بے کار ثابت ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مقابل پر کامیاب کرتے ہوئے دن بدن مبائعین کی تعداد میں اضافہ کیا اور ایک مخلص جماعت قائم کردی۔ تبلیغ احمدیت میں آپ کے ساتھ قادیان سے تعلیم یافتہ نو وارد انڈونیشین مبلغین نے بھی بھرپور ساتھ دیا اور ان مخالفانہ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انڈونیشیا کے مشہور اسلامی سکالر عبدالمالک کریم امراللہ المعروف بہ Hamka اپنی کتاب Ayahku میں لکھتے ہیں:

''Kawankawan saya yang dahulunya sama belajar di Sumatera Thawalib, setelah pulang dari sana telah “berubah”. Orangnya tenang – tenang dan penuh perasaan dan khidmat kepada kepercayaannya. Sikapnya kebanyakan menarik hati, terutama kesabarannya ketika dimaki dan diejek. Di antara kawan saya itu ialah Zaini Dahlan, yang seketika sama mengaji terhitung murid yang tidak memperhatikan kaji dan hanya suka bergarah dan bersenda gurua,… Tetapi setelah

kembali dari Qadyan, dia menjadi seorang yang tenang, dan shaleh dan yakin memegang kepercayaannya. Dan Abubakar Ayub dan Ahmad Nuruddin, yang sama belajar dengan daku di sekolah Diniyah.“ (Ayahku page 139 – Edition 4, July 1984 Jakarta)

ترجمہ: ’’میرے وہ دوست جو سماٹرا ثوالیب میں پڑھتے تھے، وہاں [قادیان] سے واپسی کے بعد ’’تبدیل‘‘ ہو گئے تھے۔ وہ پُرسکون اور احساس سے بھرپور تھے، اپنے عقائد کے احترام سے سرشار تھے۔ ان کا رویہ زیادہ تر دلکش تھا، خاص طور پر جب لعنت اور مذاق اڑایا گیا تو اُن کا صبر۔ میرے دوستوں میں ذہنی دحلان بھی تھا جو ایک زمانے میں ایسے طلبہ میں شمار ہوتا تھا جو قرآن پڑھتے ہوئے بھی قرآن کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور صرف جوش میں آنا اور مذاق کرنا پسند کرتے تھے......لیکن قادیان سے واپس آنے کے بعد وہ ایک پُرسکون، متقی اور پُراعتقاد شخص بن گیا جو اپنے عقائد پر قائم تھا۔ اور ابوبکر ایوب اور احمد نورالدین بھی جو میرے ساتھ دینی سکول میں پڑھتے تھے۔‘‘

چار سال بعد یعنی 1929ء میں آپ قادیان واپس تشریف لائے۔ آپ کی واپسی پر مدرسہ احمدیہ نے آپ کے اعزاز میں دعوت چائے دی جس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے انڈونیشیا میں اپنی خدمات کا احوال بیان کیا اور بتایا کہ ’’سماٹرا میں کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جہاں کے لوگ میرے نام سے واقف نہ ہوں۔‘‘ (الفضل 25/اکتوبر 1929ء صفحہ 1، 2) ایک اور تقریب کے دوران آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ’’......چار سال میں جب بھی کبھی مجھے خیال آیا کہ فلاں کام میرے لیے آسان ہے، وہی کام میرے لیے مشکل ہو گیا لیکن جب یہ خیال رہا کہ جو کچھ ہوگا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے طفیل ہوگا، تو مشکل سے مشکل مرحلہ میں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔‘‘
(الفضل 26/نومبر 1929ء صفحہ 6)

ایک سال بعد حضورؓ نے آپ کو دوبارہ انڈونیشیا جانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ 6/نومبر 1930ء کو قادیان سے روانہ ہوئے، اِس مرتبہ آپ کے ساتھ دوسرے مبلغ محترم مولانا محمد صادق کنجاہی (ثم سماٹری) بھی تھے جن کو آپ نے حضورؓ کی ہدایت کے مطابق سماٹرا میں رکھا اور آپ خود جاوا چلے گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تبلیغ اسلام احمدیت میں عظیم الشان کامیابیوں سے نوازا۔ جاوا میں احمدیت کی ترقی کو دیکھ کر بڑے بڑے مولویوں نے احمدیت کی آواز کو دبانے کی کوشش کی، اس کی ایک جھلک ہمیں مصری رسالہ ’’الفتح‘‘ میں دیکھنے کو ملتی ہے جہاں لکھا ہے: ’’حضر الی بلدۃ بلیکن بجاوا حضرۃ الشیخ محمد بیضاوی و الشیخ بزراجی، و ھما من اعضاء جمعیۃ نھضۃ العلماء لنشر الدعوۃ لمقاومۃ حرکۃ الأحمدیۃ فی ذالك البلد۔ و جمعیۃ نھضۃ العلماء لھا منزلۃ عالیۃ بین جمھور المسلمین فی جاوا۔‘‘ (الفتح، القاھرہ۔ العدد 309 السنۃ السابعۃ۔ یوم الخمیس 7/جمادی الاولی 1351ھ بمطابق ستمبر 1932ء صفحہ 138) ترجمہ: شیخ محمد بیضاوی اور شیخ بزراجی جاوا کے علاقہ بلیکن میں وارد ہوئے، یہ دونوں جمعیت نہضۃ العلماء کے رکن ہیں اور اس علاقے میں احمدیہ موومنٹ کے خلاف مزاحمت کو پھیلانے کے لیے آئے ہیں۔ جاوا کے جمہور مسلمانوں میں جمعیت نہضۃ العلماء کا مقام بہت بلند ہے۔

لیکن ان نام نہاد علماء کے مکروں اور چالوں کے باوجود اشاعت احمدیت کا سفر رواں دواں رہا یہاں تک کہ احمدیہ مخالف مصری اخبار ’’الفتح‘‘ نے لکھا:
’’من أغرب ما سمع انتشار مذھب القادیانی بجاوہ، و تدین طائفۃ من أھالی جاوہ بہ، و لا یفھم کیف انتشر ذالك الدین الباطل و کیف جازت علی عقول إنصاف المتعلمین تلك التعالیم الواھیۃ الملفقۃ، غیر أن العلماء ھناك لا یفتأون یوضحون للناس بطلان تلك النحلۃ و فساد تعالیمھا و ضلال من یعتقدھا و یتبعھا۔‘‘ (الفتح، القاھرہ۔ العدد 306 السنۃ السابعۃ۔ یوم الخمیس 16/ربیع الثانی

1351ھ بمطابق اگست 1932ء صفحہ 5) ترجمہ: اوران عجیب باتوں میں سے جوسنی گئی ہیں ایک جاوا میں قادیانی عقیدہ کا پھیلنا ہے، اور یہ کہ جاوا کے لوگوں کا ایک گروہ اس پر یقین رکھتا ہے، اور کسی کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ (جھوٹا) مذہب کیسے پھیلا اور یہ کمزور اور ’’من گھڑت‘‘ تعلیمات سب سے زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کے ذہنوں میں کیسے جائز ہوگئیں۔ حالانکہ وہاں کے علماء لوگوں کو اس نظریہ کے جھوٹ، اس کی تعلیمات کی خرابی اور اس کے ماننے والوں کی گمراہی کو سمجھانے سے باز نہیں آتے۔

نہ صرف یہ کہ انڈونیشیا کے چوٹی کے علماء تحریک احمدیت کو مٹانے میں کوشاں تھے بلکہ ہندوستان سے بھی مولانا عبدالعلیم صدیقی (والد مولانا احمد شاہ نورانی) جیسے مولوی صاحبان احمدیت کو مٹانے کا عزم لے کر پہنچے اور احمدیت کے خلاف لوگوں میں جھوٹا پراپیگنڈا کر کے عوام الناس کو احمدیت سے بدظن کرنے کی کوشش کی اور اخبارات میں جزائر سے احمدیت کے خاتمے کی خبریں شائع کرائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈا تو ضرور کیا گیا لیکن احمدی مبلغین کی انتھک محنت نے لوگوں کے دلوں سے احمدیت کے خلاف شکوک وشبہات کو بخوبی صاف کر کے انہیں داخل احمدیت کیا۔ جب احمدیت کی ترقی کی یہ رپورٹیں جماعتی اخبارات میں شائع ہوئیں تو چند سال بعد مولوی عبدالعلیم صدیقی صاحب نے اپنے ایک خط میں لکھا: ’’...... و مع الأسف علمتُ من جرائد القاديانيين أن قد ذلّلوا الصعوبات التي كانت أمام نفوذ حركاتهم التضليلية. فأدركوا النجاح. أخذت جمعياتهم تشتدّ قوّة و نفوذًا، و استطاعوا أخذ أبناء الإسلام إلى دينهم المعوّج. و توغلوا في تلك الديار و وطدوا دعائمهم إلى أن أنشأوا لهم فرعا قوي الحركة بنفس هولندا. فما هذه الأنباء من ديار كجاوا، و فيها العلماء و الفضلاء من المسلمين؟ هذه مخزية. والله تتفتت من سماعها الأكباد. أين إخواننا من السادة العلويين و من الارشاديين! و أين إخواننا أعضاء نهضة العلماء؟ أين الجمعية المحمديه! (الفتح، القاهرہ، 22رالمحرم 1354ھ بمطابق 26راپریل 1935ء صفحہ 12) ترجمہ: اور بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات لکھ رہا ہوں کہ مجھے قادیانی اخبارات سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی (گمراہ کن) تحریک کے اثر کی راہ میں آنے والی مشکلات پر قابو پا لیا ہے اور کامیابی حاصل کی ہے۔ ان کی انجمنیں طاقت اور اثر میں بڑھ رہی ہیں اور وہ اسلام کے بیٹوں کو اپنے ’’ٹیڑھے‘‘ مذہب کی طرف لے جانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان سرزمینوں میں گھس کر اپنی بنیادیں مضبوط کیں یہاں تک کہ انہوں نے ہالینڈ میں ہی تحریک کی ایک مضبوط شاخ قائم کر لی۔ جاوہ کی سرزمین سے یہ کیا خبر ہے جہاں علماء اور نیک مسلمان ہیں؟ یہ شرمناک ہے۔ بخدا! یہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے کبار علماء اور واعظین کہاں ہیں؟ اور نہضۃ العلماء کے ہمارے بھائی کہاں ہیں اور کہاں ہے جمعیت محمدیہ؟

حضرت مولوی رحمت علی صاحب نے بفضلہٖ تعالیٰ جاوا اور سماٹرا میں مخالفوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بیعتوں کے حصول میں کامیابی حاصل کی بلکہ ان نو مبائعین کی تعلیم وتربیت میں بھی اہم کردار کیا اور انہیں جلد ہی جماعتی نظام پر چلنا سکھا دیا۔ محترم عبدالمغنی صاحب ناظر بیت المال قادیان اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں: ’’سماٹرا میں مولانا مولوی رحمت علی صاحب کی کوشش اور سعی سے بڑی بڑی تین جماعتیں ہیں...... مولانا مولوی رحمت علی صاحب کی ایک رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ سماٹرا کی جماعتوں کے چندوں کے انتظام مقامی پریذیڈنٹ اور جنرل سیکرٹری ہی کرتے ہیں اور جس طرح سے دار الامان میں عہدوں پر ہی خط وکتابت ہوتی ہے، اس طرح سے یہاں بھی میں نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ تمام خط وکتابت عہدوں پر ہی ہوتی ہے اور چندوں کی پڑتال کے لیے یہ قاعدہ انجمن سماٹرا نے بنا رکھا ہے کہ ماہوار حساب نہایت باقاعدہ چیک کیا جاتا ہے اور تمام حساب چیک کر کے اس پر تمام عہدہ داران کے باقاعدہ درستی حساب کے دستخط ہوتے ہیں...... اس ملک میں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آڈیٹر نے کہا کہ کیا احمدی جماعت ان قوانین پر (چندوں کے باقاعدہ جمع کرنے اور باقاعدہ حسابات رکھنے پر) پابند ہے اور اسی طرح سے کرتے ہیں؟ تو اُسی وقت دوران لیکچر مَیں نے سیکرٹری مال کو

جواب کے واسطے عرض کیا تو اُس نے دوسال کا حساب اور رسیدات اور حسابات کے متعلق تمام امور مفصل بیان کیے۔تو لوگ اس طرح کا با قاعدہ حساب دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے......اس کے علاوہ سب سے زیادہ شکریہ اور دعا کے مستحق مولوی رحمت علی صاحب ہیں جنھوں نے جزیرہ سماٹرا کی جماعتوں کی تربیت عمدہ اور اچھی طرح سے کی ہے اور پنجاب کی بہترین جماعتوں کے نمونہ پر ان کو چلایا ہے۔اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو جزائے خیر عطا فرماوے اور اپنے رضا کے مقام پر کھڑا کرے۔"(الفضل 31 جنوری 1930ء صفحہ 20)

غرضیکہ بہت جلد انڈونیشیا میں احمدیت کی ایک مضبوط شاخ قائم ہوگئی اور دن بدن پھلنے پھولنے لگی۔ چھ سال بعد آپ واپس قادیان آئے،اہل جاوا نے آپ کو نم آنکھوں مگر بڑے شاندار طریقہ سے رخصت کیا اور آپ 3 دسمبر 1936ء کو قادیان پہنچے۔(الحکم 7 دسمبر 1936ء صفحہ 1)

قریباً دس ماہ قادیان میں قیام کے بعد آپ تیسری مرتبہ 27 ستمبر 1937ء کو جاوا کے لیے روانہ ہوئے۔سوا دو سال اپنے فرائض نہایت خیر وخوبی کے ساتھ سرانجام دینے کے بعد 21 دسمبر 1939ء کو پھر قادیان آئے اور قریباً ایک سال قادیان میں قیام رکھنے کے بعد مورخہ 14 اکتوبر 1940ء کو چوتھی مرتبہ انڈونیشیا تشریف لے گئے۔(الفضل 16 اکتوبر 1940ء صفحہ 7)دو سال بعد یعنی مارچ 1942ء میں جاپانیوں نے اپنی جنگی پیش قدمیوں کے چلتے جزائر شرق الہند پر قبضہ کر لیا اور تمام سیاسی اور مذہبی تنظیموں کو حکماً بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے احمدی مبلغین کے لیے بھی مشکلات اور تکالیف کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا۔آپ نے اس مشکل وقت میں بھی فارغ بیٹھنے کی بجائے تحریری خدمات کا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیا چنانچہ ان کٹھن حالات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ آپ نے اخبار الفضل میں اپنے ایک دردمندانہ مضمون "تعلیم یافتہ احمدی احباب سے خطاب" میں لکھا:"......لڑائی شروع ہونے کے وقت میں نے اس کام کا تہیہ کیا اور قسم کھائی کہ جب تک میں اس کام کو پورا نہ کرلوں،اپنے ملک میں واپس نہ جاؤں گا۔لڑائی کے وقت لیکچروں کا سلسلہ بند ہو گیا اور جلسہ کرنے ممنوع قرار دیے گئے تھے۔اس وقت اپنی کوٹھری میں بیٹھ کر رات کو جب بجلی ذرا جلانے کی اجازت ہوتی اور دن کو جب توپوں اور ہوائی جہازوں کی آوازوں سے ذرا اطمینان ہوتا،کام شروع کرتا اور عرصہ چار سال میں محض خدا تعالیٰ کے فضل وکرم اور خلیفۃ المسیح الثانی کی دعاؤں کے طفیل 25 کتب تحریر کیں جن میں سے اکثر کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہیں۔"(الفضل 5 ستمبر 1948ء صفحہ 5)

انڈونیشیا قیام کے دوران آگ سے بچنے والا واقعہ

آپ کے انڈونیشیا قیام کے دوران آگ سے بچنے والا واقعہ بھی ایک ایمان افروز واقعہ ہے جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ 11 فروری 1983ء میں "اللہ کی راہ میں استقامت دکھانے والوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں" کے مضمون کے تحت فرمایا:"مولوی رحمت علی صاحب مبلغ احمدیت نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس طرح انڈونیشیا میں خدمت اسلام میں کاٹا کہ پیچھے جوان بیوی بوڑھی ہوگئی، اس کے کالے بال سفید ہوگئے اور بچے جوان ہوگئے۔حضرت مصلح موعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ بچے ماں سے اپنے ابا کے متعلق پوچھا کرتے اور خصوصیت کے ساتھ ایک بچہ جو چھوٹا تھا وہ اپنی ماں کو تنگ کرتا اور کہتا کہ امی! دوسروں کے ابّا آتے ہیں اور ان کے لیے چیزیں لاتے ہیں،میرا ابا کہاں ہے؟وہ کبھی نہیں آتا۔اس کی امی کی آواز بھرا جاتی تھی جس کی وجہ سے بول نہیں سکتی تھیں اور جس طرف بھی وہ انڈونیشیا سمجھا کرتی تھیں اُس طرف اشارہ کر کے کہتیں کہ تمہارا ابا اس طرف ہے،وہاں سے کسی وقت آئے گا۔اس عرصے میں وہ بچہ جوان ہوگیا اور بچپن میں باپ کی شفقت کا جو سایہ ہوتا ہے اس سے محروم رہ کر جوان ہوا۔جتنی عظیم الشان قربانی کوئی خاندان خدا کی راہ میں دیتا ہے اسی شان کے فرشتے اس پر نازل ہوا کرتے ہیں،یہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو خدا کئی دفعہ سچا کر دکھاتا ہے۔یہ پہلے کہتے ہیں اور فرشتوں کو بعد میں ان کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے۔

چنانچہ مولوی رحمت علی صاحب انڈونیشیا میں جس محلہ میں رہائش پذیر تھے وہ سارے کا سارا لکڑی کے مکانوں کا بنا ہوا تھا۔ایک دفعہ وہاں ایسی

خوفناک آگ لگ گئی جو پھیلتے پھیلتے ہوا کے رخ کے مطابق مولوی صاحب کے گھر کی طرف چل پڑی۔ جماعت کے پریشان حال ممبران وہاں پہنچے اور ان کی منتیں کیں کہ مولوی صاحب! آپ اس جگہ کو چھوڑ دیں۔ کم از کم سامان ہی نکال لیں، بعد میں انسان تو جلدی سے بھاگ کر بھی باہر جا سکتا ہے، یہ بہت ہی خطرناک آگ ہے جو کسی چیز کو نہیں چھوڑے گی۔ پھر ہوا کا رخ ایسا ہے کہ لازماً اس نے آپ کے گھر تک پہنچنا ہی پہنچنا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا اس جگہ کو چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو اس آقا کا غلام ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی بھی غلام ہے۔(تذکرہ صفحہ 324)اس لیے یہ آگ مجھے کچھ نہیں کہہ سکتی......

انڈونیشیا کی تاریخ کا یہ ایک درخشندہ واقعہ ہے کہ وہ آگ بڑھتی رہی اور اس نے سارے مکان جلا دیے لیکن جب اس کے شعلے مولوی صاحب کے مکان کو چھونے لگے تو اچانک اتنی موسلا دھار بارش آئی کہ دیکھتے دیکھتے وہ شعلے بھسم ہوگئے اور آگ مکان کو ذرا سی نقصان بھی نہ پہنچا سکی......(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 79 تا 81)حضرت مولانا صاحب بالآخر دس سال بعد انڈونیشیا سے واپس تشریف لے آئے اور مورخہ 30؍اپریل 1950ء کو لاہور پہنچے۔ واپسی کے بعد آپ نے بیرونی ممالک سے آنے والے مبلغین احمدیت کے ایک وفد کے ہمراہ رئیس وفد کی حیثیت سے مغربی پاکستان کا کامیاب دورہ کیا۔ اپریل 1953ء میں آپ کو مشرقی پاکستان میں بطور رئیس التبلیغ مقرر کیا گیا جہاں خدمات دینیہ بجالاتے ہوئے آپ بیمار ہوگئے جس کی وجہ سے ڈھاکہ سے لاہور آگئے اور ڈیوس روڈ پر اپنی الاٹ کرائی ہوئی کوٹھی میں رہائش پذیر ہوکر میو ہسپتال سے علاج کرایا، وقتاً فوقتاً مرکز سلسلہ بھی چلے جاتے۔ آخری ایام میں ربوہ آگئے تھے جہاں 31؍اگست 1958ء کو بعمر 65؍سال مولائے حقیقی سے جا ملے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کو ربع صدی سے زائد عرصہ میدان تبلیغ میں شاندار خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ انڈونیشین زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے۔ محترم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ آپ راہ ورسم پیدا کرنے کے لیے کیا طریق اختیار کرتے تھے؟ فرمانے لگے جو شخص مجھے آگے سے آتا ہوا ملتا مَیں اسے کہتا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' وہ جواب میں کہتا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' مَیں دریافت کرتا کہ ''آپ خوش ہیں'' وہ کہتا ''ہاں! میں خوش ہوں'' میں کہتا ''کس قدر خوش'' اس پر وہ ہنس پڑتا اور میری اس کے ساتھ دوستی قائم ہو جاتی۔(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 201)تبلیغ دین کا بہت جوش رکھتے تھے، انڈونیشیا میں احمدیت کی ابتدائی تاریخ آپ کے اس جوش وخروش پر شاہد ہے۔ تبلیغ احمدیت کا یہی جوش اور ولولہ آپ احمدیوں میں دیکھنا چاہتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا: ''کیا آپ نے اس مبارک نام کو اور اس کی تعلیم کو اور اس پیارے مسیح ومہدی کے منشاء کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیاں، سمندر کا پانی، میدانوں کی ریت اور جنگلوں کے درخت آپ کی تبلیغ کے گواہ ہیں اور کیا آپ مجمع عام میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تمام لوگ اس نام سے پورے آشنا ہو چکے ہیں......''(الفضل 5؍ستمبر 1948ء صفحہ 5)

حضرت مولوی محب الرحمٰن صاحب ابن حضرت حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں نے ان سے اور باتوں کے دوران میں دریافت کیا کہ آپ وہاں کس طرح رہتے ہیں اور کھانے وغیرہ کا کیا انتظام ہے؟...... مولوی رحمت علی صاحب مرحوم نے بتایا کہ میں نے معمول بنایا ہوا تھا کہ اپنے کاموں سے فارغ ہوکر زیادہ رات گئے کھانا ہوٹلوں سے لایا کرتا تھا کہ اس وقت کھانا سستا مل جاتا تھا۔ یہ اس لیے کہ سلسلہ کا خرچ کم ہو اور جو رقم بچے اس سے دوسرے اہم کام کرتا جس سے اسلام کی زیادہ خدمت ہو سکے۔''(الفضل 20؍ستمبر 1958ء صفحہ 5)

آپ کی وفات پر بزرگان احمدیت نے آپ کے ذکر خیر پر مشتمل مضامین لکھے۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے اپنی ایک تقریر

میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا: ’’......وہ ایک درویش صفت انسان تھے، انہوں نے اپنے اندر وہ خوبی اور صفت پیدا کر لی تھی کہ جو فضل الٰہی کو جذب کرنے کا موجب ہوا کرتی ہے......اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ کامیابی نصیب کی کہ جو ہم سب کے لیے قابل رشک ہے۔‘‘

(الفضل6؍ستمبر1958ء صفحہ8)

محترم مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب نے لکھا: ’’ہمارے مرحوم بھائی حضرت مولوی رحمت علی صاحب مجاہد سلسلہ......کی یہ قابل رشک قربانی اور ایثار احمدیت کے نونہالوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی اور تاریخ احمدیت ہمیشہ ان کا نام زندہ رکھے گی......‘‘

(الفضل21؍اکتوبر1958ء صفحہ4)

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ نے اپنے اس دیرینہ ساتھی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا: ’’......آپ نے جس صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا اور جس رنگ میں سلسلہ کے لیے بے لوث اور قابل قدر خدمات سر انجام دیں، وہ قابل رشک ہیں اور آپ کا نام تاریخ سلسلہ احمدیہ میں ایک روشن ستارہ کی مانند درخشاں رہے گا......‘‘

(الفضل3؍ستمبر1958ء صفحہ4)

محترم مولانا محمد صادق سماٹری صاحب نے لکھا: ’’......مکرم مولانا رحمت علی صاحب کی کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے، انہوں نے ان لوگوں کی عادات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیا، ان میں گھل مل گئے حتیٰ کہ ان میں سے ہر ایک یہی خیال کرتا کہ مولانا صاحب ان کے گھرانے کے ایک فرد ہیں۔‘‘(الفضل7؍دسمبر1958ء صفحہ5)

آپ کی اہلیہ حضرت عائشہ بیگم صاحبہ بنت حضرت چودھری عبدالعزیز صاحب پٹواری رضی اللہ عنہ آف اوجلہ یکے از 313 تھیں۔ لاریب آپ کی دینی خدمات میں ان کی قربانی اور ایثار کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اولاد میں ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَ ارْحَمْہُ وَ ارْفَعْ دَرَجَاتِہٖ

۞۞۞۞۞۞۞۞

قرارداد تعزیت

بر وفات حضرت مولانا رحمت علی صاحب

حضرت مولانا رحمت علی صاحب کی وفات کے بعد کئی قراردادیں پاس ہوئیں آپ کے کاموں کو خراج تحسین پیش کیا گیا صرف ایک قرارداد جو انڈونیشیا میں مکرم شاہ محمد صاحب نے بجھوائی وہ یہ تھی۔

محترم جناب مولوی رحمت علی صاحب کی وفات پر جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کی طرف سے دلی رنج والا اور قلبی تعزیت کا اظہار۔ جاکرتہ سے مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کا تار۔ جاکرتہ یکم ستمبر محترم میر محترم جناب مولوی رحمت علی صاحب مرحوم سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی وفات کی اطلاع موصول ہونے پر انڈونیشیا کے موجودہ رئیس التبلیغ مکرم جناب سید شاہ صاحب نے جو جماعتہائے انڈونیشا مبلغین انڈونیشیا کی طرف سے حسب ذیل تعزیتی پیغام بذریعہ تار ارسال کیا ہے۔ جماعت احمدیہ انڈونیشیا اور جملہ مبلغین انڈونیشیا کے لئے محترم جناب مولوی رحمت علی صاحب سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی وفات دلی صدمہ سے اور گہرے رنج والم کا باعث ہوئی ہم سب اپنے قلبی حزن وملال کا اظہار کرتے ہوئے محترم جناب مولوی صاحب مرحوم ومغفور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور دست بدعا ہیں کہ وہ آپ کی روح پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی عظیم الشان قربانیوں اور خدمات کو قبول کرتے ہوئے اپنے فضل سے آپ کو اعلیٰ علیین میں ایک ممتاز مقام عطا فرمائے امین، براہ کرم محترم مولوی صاحب مرحوم کے افراد خاندان تک ہماری طرف سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا پیغام پہنچا دیں (سید شاہ محمد جاکرتہ)

(روزنامہ الفضل4ستمبر1958ء)

۞۞۞۞۞۞۞۞

خدا کی خاطر قربانی اور خدا کا سلوک

(واقف زندگی کی کہانی، خلیفہ کی زبانی) (مراسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی)

’’مولوی رحمت علی صاحب مبلغ احمدیت نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس طرح انڈونیشیا میں خدمت اسلام میں کاٹا کہ پیچھے جوان بیوی بوڑھی ہوگئی، اس کے کالے بال سفید ہوگئے اور بچے جوان ہو گئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ ماں سے اپنے ابا کے متعلق پوچھا کرتے اور خصوصیت کے ساتھ ایک بچہ جو چھوٹا تھا وہ اپنی ماں کو تنگ کرتا اور کہتا کہ امی! دوسروں کے ابا آتے ہیں اور ان کے لئے چیزیں لاتے ہیں، میرا ابا کہاں ہے؟ وہ کبھی نہیں آتا۔ اس کی امی کی آواز بھرا جاتی تھی جس کی وجہ سے بول نہیں سکتی تھیں اور جس طرف بھی وہ انڈونیشیا سمجھا کرتی تھیں اس طرف اشارہ کرکے کہتیں کہ تمہارا ابا اس طرف ہے، وہاں سے کسی وقت آئے گا۔ اس عرصہ میں وہ بچہ جوان ہو گیا اور بچپن میں باپ کی شفقت کا جو سایہ ہوتا ہے اس سے محروم رہ کر جوان ہوا۔ جتنی عظیم الشان قربانی کوئی خاندان خدا کی راہ میں دیتا ہے اسی شان کے فرشتے اس پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں ہیں کہ جن کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو خدا کئی دفعہ سچ کر دکھاتا ہے۔ یہ پہلے کہتے ہیں اور خدا کے فرشتوں کو بعد میں ان کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے۔

چنانچہ مولوی رحمت علی صاحب انڈونیشیا میں جس محلہ میں رہائش پذیر تھے وہ سارے کا سارا لکڑی کے مکانوں کا بنا ہوا تھا۔ ایک دفعہ وہاں ایسی خوفناک آگ لگ گئی جو پھیلتے پھیلتے ہوا کے رُخ کے مطابق مولوی صاحب کے گھر کی طرف چل پڑی۔ جماعت کے پریشان حال ممبران وہاں پہنچے اور انکی منتیں کیں کہ مولوی صاحب! آپ اس جگہ کو چھوڑ دیں۔ کم از کم سامان ہی نکال لیں۔ بعد میں انسان تو جلدی سے بھاگ کر بھی باہر جا سکتا ہے۔ یہ بہت خطرناک آگ ہے جو کسی چیز کو نہیں چھوڑے گی۔ پھر ہوا کا رُخ ایسا ہے کہ لازماً اس نے آپ کے گھر تک پہنچنا ہی پہنچنا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا، اس جگہ کو چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو اس آقا کا غلام ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ (تذکرہ صفحہ 324) اس لئے یہ آگ مجھے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ یہ بھی ایک بہت بڑا دعویٰ تھا، لیکن ایک بہت بڑے مومن کی زبان کا دعویٰ تھا۔ ایک ایسے مومن کی زبان کا دعویٰ تھا جن کے متعلق حضرت محمد ﷺ کی یہ خوشخبری ہے، رُبَّ اَشعثَ اَغبرَ ۔۔۔۔ لَو اَقسم لَاَبرَّہٗ (مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 364) کہ خبردار! خدا کے ایسے درویش بندے بھی ہیں جو پراگندہ بال اور خاک آلود ہوتے ہیں، لیکن اگر وہ خدا پر قسم کھائیں تو خدا ضرور انکی قسم کو پورا کرتا ہے۔ انڈونیشیا کی تاریخ کا یہ ایک درخشندہ واقعہ ہے کہ وہ آگ بڑھتی رہی اور اس نے سارے مکان جلا دئے، لیکن جب اس کے شعلے مولوی صاحب کے مکان کو چھونے لگے تو اچانک اتنی موسلا دھار بارش آئی کہ دیکھتے دیکھتے وہ شعلے بھسم ہو گئے اور آگ مکان کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکی۔ وہ آگ جو دوسری چیزوں کو بھسم کرتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے نتیجے میں خود بھسم ہوگئی۔‘‘

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیان فرمودہ 11 فروری 1983ء۔ بحوالہ خطبات طاہر، جلد 2 صفحہ 79 تا 81)

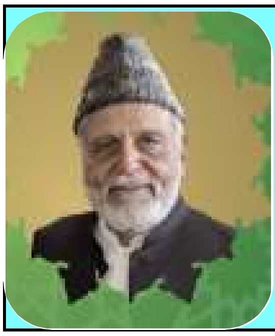

میڈیا میں حضرت مولوی رحمت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں معلومات

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

Intro

Maulvi Rahmat Ali was a missionary for the Qadiani-Ahmadi’s and was sent to Indonesia in a quest to start an Ahmadiyya mission. He worked the Ahmadiyya mission for 10 years, then he goes missing in the history of Ahmadiyya.

1925

In the summer of 1925, under the directive of the caliph, Rahmat Ali, a missionary of the Ahmadiyya movement, arrived in Tapaktuan, Aceh, the northern province of the Sumatra Island. With this, the foundation of the Ahmadiyya movement in Indonesia was laid.[7] In the history of the Community, the three aforementioned students are renowned as the early pioneers of the Ahmadiyya movement in Indonesia. Through their pioneering efforts, and various missionaries of the Community, Ahmadiyya was to spread across Indonesia.[8]

On October 2, 1925, with 13 members, under the leadership of Rahmat Ali, the first branch of the movement was established in Tapaktuan, the ROR of October-1925 reports that there are indonesian men already at Qadian getting training. The Dec-1925 edition of the ROR reports that their missionary is working in Sumatra.

Discussions, lectures, and debates played a crucial role in the early progress of the Ahmadiyya movement in Indonesia. As soon as Rahmat Ali arrived in Tapaktuan, the first lecture he organized was on the death of Jesus, concerning which Ahmadi Muslims hold a distinctive theological perspective from mainstream Muslims and Christians. Many early converts to the Ahmadiyya movement are attributed to theological debates, including, but not limited to the death of Jesus. However, many conversions required more than satisfactory arguments, and it was not solely debates that attracted people. The charisma, attitude and the ‘spiritual power’ of the missionaries appealed to the public. The patience exemplified by the Ahmadi debaters in face of abusive criticisms and humiliation played an important role (See Burhani).

1926

In the March-1926 edition of the ROR, Maulvi Rahmat Ali discusses how Muslims have called him a Kafir in Indonesia.

A few months later, in 1926, Rahmat Ali moved to Padang, in the west coast of Sumatra and

established the second branch of the movement. Following this, several branches of the movement were established all over the Island.

The ROR of September-1926 reported that Maulvi Rahmat Ali had converted many people to Ahmadiyya. A letter of his also appears in this edition of the ROR.

__1930

In the April edition of the ROR, his picture is there along with many new indonesian Ahmadi's.

1931

In 1931, Rahmat Ali moved to Batavia (known today as Jakarta, the capital of Indonesia), in the northwest coast of Java Island.

1933

The ROR of Feb-1933 has this photo of Maulvi Rahmat Ali.

The ROR of Aug-1933 reports that Maulvi Rahmat Ali and his newspapers, “Islam” and “sinar Islam” have stirred a controversy with the local Muslim Community (The Anjuman Himayat-i-Islam of Java) and their newspaper “Pembala Islam”. A debate was setup for April 13-14th. The controversy lasted for 3 days, Maulvi Abu Bakr also helped. Ahmadi's claimed victory in the ROR.

The ROR of Dec-1933 mentions the missionary work of Maulvi Rahmat Ali in modern day Indonesia. Maulvi Rahmat Ali has been aggressively debating the Muslim of Batavia (Java and Sumatra). A Maulvi Abdul Wahid is also mentioned, he gives details of the debates, in one instance, he explains how Maulvi Rahmat Ali gave a lecture on the death of Jesus. On the second day of the debate, Maulana Abu Bakr gave a speech on “The Truth of the Claims of the Promised Messiah”. The “Benting Taimur” newspaper (Of Batavia) was quoted.

_1934

The ROR of Jan-Feb-1934 reports that Maulvi Muhammad Sadiq is working out of Sumatra (his letter is from Dec-1933). Maulana Rahmat Ali was also there and was in Java.

1941

The ROR of Aug-1941 reports that Maulvi Rahmat Ali is the missionary-in-charge for all of Indonesia and he recently toured the island of Sumatra, he went to the town of Padang and stayed for 2 months. He returned to the island of Java on March 16th, he toured the entire island in roughly 45 days and gave 30 lectures. The Ahmadiyya Community at Batavia (corresponds to present-day Jakarta, Indonesia) is also discussed. They also allege that 40 people converted to Ahmadiyya through these tours and lectures.

Links and Related Essay’s

https://en.wikipedia.org/wiki/Ahmadiyya_in_Indonesia#cite_note-75years-7

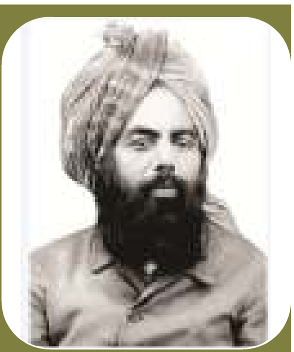

نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اے نبی! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپؐ کا رحمۃ للعالمین ہونا صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہی درست ہوسکتا ہے کیونکہ رحیمیت تو صرف مومنوں کی دنیا کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔(اعجاز المسیح ،روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 118 حاشیہ)

میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہرگز نہ کرسکتے۔ ان میں وہ دل، وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت وحرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہوسکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔(ملفوظات جلد 2،صفحہ 59۔ایڈیشن 2022ء)

❁❁❁❁❁❁

مکرم مولانا سید شاہ محمد صاحب مرحوم

مجاہد احمدیت مکرم مولانا سید شاہ محمد صاحب مرحوم
رئیس التبلیغ انڈونیشاء کی ایک نایاب تحریر
مکرم کرنل (ر) انور احمد صاحب مس ساگا

جناب مولانا شاہ محمد صاحب مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اپنی فعال زندگی بطور تبلیغ انڈونیشیا میں گزاری۔ مرحوم کی میری مرحومہ بیوی سے کچھ رشتہ داری بھی بنتی ہے۔ ہم اکثر مانسہرہ ان کے عزیزوں سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قاضی محمد یوسف کے ہمراہ کشمیر جاتے ہوئے ان کے بھائی تھے پیر زمان شاہ کے یہاں ٹھہرے۔

مکرم مولانا شاہ محمد صاحب مرحوم راولپنڈی میں ہمارے گھر میں قیام پذیر تھے۔ میرے اصرار پر آپ نے اپنے خوبصورت رسم الخط میں اپنے حالات میری فوٹو البم میں ایک ہی صفحہ میں اپنی تصویر کے اردگرد لکھ دئے۔ میری درخواست ہے کہ مناسب موقع پر اس مجاہد احمدیت کا گزٹ میں شائع کروادیں۔ ع

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آپ نے وفات سے قبل خواب کی تعبیر کے تعلق سے مجھے اپنے سفر آخرت کی اطلاع کر دی تھی۔ آپ نے انڈونیشیا میں شادی کر لی تھی۔ آپ کی بیٹی نے سپریم کورٹ کے جج کا اعزاز حاصل کیا۔

ہمارے ڈاکٹر اعجاز احمد قمر مرحوم اپنی وفات سے قبل انڈونیشیا کے دورے پر گئے۔ میری گزارش سے یہ شاہ صاحب کے خاندان سے ملے اور چند تصاویر بھی ان کے ہمراہ بنوائی۔ جو میرے پاس ہیں۔ شاہ صاحب صدر سوکارنو کے دوست تھے۔ آزادی کی جنگ میں اور قید میں ان کے ہمراہ تھے آزادی کے بعد وہاں کی پارلیمنٹ نے ان کو ایک بڑا اعزاز اور شہریت سے نوازا۔ تاریخ احمدیت میں ان کا ایک بلند رتبہ ہے۔ احمدیہ گزٹ قارئین کے لیے ان کا ذکر مناسب رہے گا۔ دعا کی درخواست نیاز مند انور احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیدائش 9 اپریل 1912ء　　بمقام داتا تحصیل مانسہرہ　　خاندان سید گیلانی　　نام سید شاہ محمد

1935ء میں 10 فروری سے واقف زندگی کے طور پر قادیان میں تربیت حاصل کی جبکہ اس قبل اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم حاصل کی۔ اپریل 1936ء میں تبلیغ اسلام کے لیے بیرون ہند قادیان سے روانگی ہوئی۔ ابتدا میں ایک سال کے قریب سنگاپور میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے تحت انڈونیشیا میں میدان تبلیغ میں کام کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔

22 مارچ 1950ء سے لے کر فروری 1965 تک بحیثیت رئیس والتبلیغ جماعت انڈونیشیا اللہ تعالیٰ نے خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ 1947ء میں جب انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان پریذیڈنٹ سوکارنو مرحوم اور ڈاکٹر محمد حتیٰ صاحب نے کیا۔ تو انڈونیشیا کی آزادی کی جدوجہد میں کام کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے بخشی۔ 4 سال 2 ماہ کا عرصہ انڈونیشیا کی آزادی کے لیے کام کرنے کی توفیق ملی اور وہاں کے بڑے بڑے لیڈر اور حکام سے قرب کے تعلقات

بہت مضبوط ہو سکے۔ان خدمات کے عوض حکومت انڈونیشیا کی طرف سے چار تمغات ایک سند خوشنودی ملی۔ایک تمغہ ہلال جرأت کی قسم کا ہے۔

حکومت انڈونیشیا نے ان خدمات کی بنا پر پارلیمنٹ کے through خاص قانون کے ذریعہ وہاں کے سٹیزن شپ کے دیئے جانے کا فیصلہ کیا۔

جب پریذیڈنٹ سوکارنو صاحب مرحوم کی وساطت سے پاکستان میں انڈونیشیا کے سفیر حاجی محمد رشیدی صاحب کو بمع بیگم تین روز کے لیے ربوہ لایا گیا پریذیڈنٹ صاحب مرحوم سے قریبی مراسم ہونے کی بنا پر ان کے متعلق خاص حلقوں میں مشہور ہو گیا تھا کہ وہ احمدی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ توفیق بھی بخشی کہ قرآن کے پہلے 10 پاروں کا انڈونیشین زبان میں ترجمہ کرنے والی کمیٹی میں بطور صدر کمیٹی مذکور کام کر سکا۔جاپانیوں کے انڈونیشیا پر ساڑھے تین سال قبضہ کے دوران میں تقریباً تین ماہ کا عرصہ ان کے ملٹری پولیس کی قید میں گزارنا پڑا۔یہ عرصہ عاجز کی زندگی کے لیے خاص رحمت کا باعث ہوا۔

اس ناچیز پر اللہ تعالیٰ کے بے غایت احسانات ہیں جو باوجود خاکسار کے از حد کمزور گنہگار اور خطا کار ہونے کے۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ○

فیلڈ مارشل ایوب خان پریذیڈنٹ پاکستان جب انڈونیشیا تشریف لے گئے تو اس موقع پر ان کو ایک خاص تقریب میں تفسیر قرآن مجید ،انگریزی ترجمہ، اسلام کے متعلق دیگر کتب پیش کی گئی۔ پریذیڈنٹ صاحب موصوف نے راولپنڈی میں اپنے وزراء مثلاً خواجہ شہاب الدین وغیرہ کے پاس اس عاجز کے کام کے متعلق تعریفی رنگ میں ذکر فرمایا۔وما توفیق الا باللہ

(بحوالہ احمدیہ گزٹ کینیڈا اکتوبر 2023ء صفحہ 18)

غزل

فوزی بٹ

لوگ یوں ہی مجھے بیکار سمجھ لیتے ہیں
میری خاموشی کو اقرار سمجھ لیتے ہیں
ہنس کے جو بولے اسے پیار سمجھ لیتے ہیں
نیچ لوگوں کو بھی سردار سمجھ لیتے ہیں
پشت پر وار اسے کرتے ہے دیکھا اکثر
دوست اپنا جسے ہر بار سمجھ لیتے ہیں
آپ کے جانے سے کھنڈ جاتی ہے منہ پر زردی
لوگ یوں ہی مجھے بیمار سمجھ لیتے ہیں
دیکھ کر ٹوٹے ہوئے،بکھرے ہوئے دل کی حالت
سب محبت کے گرفتار سمجھ لیتے ہیں
کوئی سمجھائے نہ الفت کے قواعد ہم کو
عشق کے درس کو اک بار سمجھ لیتے ہیں
کیسا بہروپ ہو انداز و اداکاری ہو
ان کہی بات کو فنکار سمجھ لیتے ہیں
ہم ہی نادان تھے اب تک نہ سمجھ پائے انہیں
لوگ گفتار سے کردار سمجھ لیتے ہیں
ہم تو قرطاس پہ لکھتے ہیں زبوں حالی کو
لوگ دیوانے ہیں اشعار سمجھ لیتے ہیں
ہم تو اک شخص کو سمجھے نہیں اب تک فوزی
لوگ تو وقت کی رفتار سمجھ لیتے ہیں

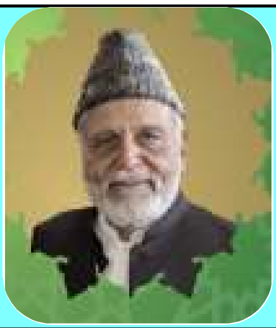

محترم مولانا محمد صادق سماٹری صاحب

مرسلہ:صفدرنذیر جاوید گولیکی

محترم مولانا محمد صادق سماٹری صاحب کو ایک لمبا عرصہ سماٹرہ میں خدمات بجالانے کا موقع ملا۔آپ کے تفصیلی حالات ایک الگ کتاب کے متقاضی ہیں۔روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 24رنومبر 2006ء میں مکرم عبدالرشید سماٹری صاحب نے اپنے والدمحترم مولانا محمد صادق سماٹری صاحب کے بعض ایمان افروزواقعات تحریر کئے ہیں۔اُن میں سے چندواقعات پیش ہیں

☆جنگ عظیم دوم کے دوران جب انڈونیشیا میں جنگ کی وجہ سے ہندوستان سے والدصاحب کا الاؤنس آنا بند ہوگیا تو آپ کو بارہا قرض لینا پڑتا تھا۔ایک مرتبہ کسی احمدی سے پانچ سوڈالرقرض اِس امید پر لیا کہ فلاں تاریخ تک الاؤنس آجائے گا۔لیکن اس تاریخ تک الاؤنس نہ پہنچااوروہ صاحب جن سے قرض لیا تھاوہ آن پہنچے۔آپ نے اُنہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور دل میں دعائیں کرنے لگے۔اسی اثناء میں آپ کے ایک ہمسائے سکھ سردار تشریف لائے اورآپ کو بلاکرآپ کی جیب میں پانچ سوڈالرڈالے اورکہا کہ مولوی جی!میرے پانچ ہزارڈالرکوئی کھا گیا تھااور میں نے نیت کی تھی کہ اگر وہ مل گئے تواس میں پانچ سوڈالرآپ کودوں گا۔آج وہ پیسے مجھے مل گئے ہیں۔آپ نے جب وہ پیسے قرض خواہ کولوٹائے توانہوں نے بھی پیسے لینے سے انکارکردیا۔اس پرآپ نے کہا کہ یہ پیسے توآپ کے لئے ہی آئے ہیں،میرے لئے توآپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

☆محترم مولوی صاحب نے جنگ میں قحط کے دوران بچوں کوشکرقندی کھلا کرسلا دیا اورخوددونوں میاں بیوی بھوکے رہ کردعا کرنے لگے کہ یا اللہ! ہم نے بچوں سے وعدہ کیا ہے کہ صبح چاول کھلائیں گےمگر یہاں تو کچھ بھی کھانے کونہیں۔......اسی دوران دروازہ کھٹکا توآپ نے پوچھا کون؟جواب ملا: عبدالرحمن۔(عبدالرحمن ایک مخلص احمدی تھے)۔مولوی صاحب باہر نکلے۔بلیک آوٹ کی وجہ سے اندھیرا تھا گوآپ نے پہچانا تونہیں لیکن اُنہیں اندر آنے کی دعوت دی۔انہوں نے کہا کہ میں جلدی میں ہوں،آپ یہ رکھ لیں۔اورایک تکیہ کا غلاف چاولوں سے بھراہوا پکڑادیا۔اگلے جمعہ کوجب آپ نے عبدالرحمن صاحب کوتکیہ کا غلاف واپس کیا تووہ حیرانی سے بولے کہ میں نے تونہیں دیا۔آپ نے انہیں یاددلایا کہ ایسے رات کوآپ ہمیں اس میں چاول دے گئے تھے۔انہوں نے کہا کہ میں نے تونہیں دیئےاوراتنی رات گئےتو میں جنگ کے دنوں میں گھرسے بھی نہیں نکلتا۔

☆محترم مولوی صاحب کی بیٹی امۃ السلام کی پیدائش کے دنوں میں بہت پریشانی تھی اور پیسے بالکل نہیں تھے۔اسی دوران آپ کے بیٹے (راقم الحروف) کوکھیلتے کھیلتے روشن دان میں بنے ہوئے ایک خفیہ دراز سے کافی رقم گلڈرزکرنسی کی شکل میں ملے۔دراصل یہ مکان جنگ کی وجہ سے ڈچ لوگ چھوڑکر چلے گئے تھے۔مولوی صاحب رقم لے کرراشن خریدنے بازارتشریف لے گئےلیکن جنگ کی وجہ سے دکانیں خالی ہوچکی تھیں۔وہاں ایک تاجر سکھ سے ملاقات ہوئی۔اس نے پنجابی بھائی دیکھ کر پوچھا کہ یہاں کیسے آئے ہیں۔آپ نے کہا کہ راشن لینے آیا ہوں۔سکھ نے پنجابی میں کہا کہ یہاں آپ کوکچھ نہیں ملے گا،آپ میرے ساتھ چلیں۔چنانچہ وہ آپ کوگاڑی میں اپنے ساتھ لے گئے اورگودام سے کافی راشن دلوادیا۔اورآپ نے اس میں تھوڑاحصہ رکھ کرباقی غرباء میں تقسیم کروادیا۔

☆2دسمبر1949ءکومحترم مولوی صاحب ربوہ سے سنگاپور کے لئے روانہ ہوئے۔آپ ربوہ سے جانے والے پہلے مبلغ تھے جن کوحضرت مصلح موعودؓ

نے بنفسِ نفیس ربوہ ریلوے سٹیشن پر تشریف لا کر اپنی دعاؤں سے الوداع فرمایا۔ پھر 1969ء میں آپ ربوہ سے انڈونیشیا روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو کسی معاند نے صدر سویکارنو کو اطلاع دی کہ ایک قادیانی مبلغ آپ کی رعایا کو گمراہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ صدر نے آپ کو بلایا تو اس ملاقات کا اُن پر اتنا اچھا اثر ہوا کہ اُنہوں نے آئندہ ہر بڑی سرکاری تقریب میں آپ کو بھی بلانے کا حکم دیا اور جس نے شکایت کی تھی اس کو وارننگ دی گئی۔

☆ سنگاپور کی یونیورسٹی کی طرف سے اسلام پر لیکچر دینے کے لئے جب پہلی بار آپ کو بلایا گیا تو بعد میں یونیورسٹی کی طرف سے بطور معاوضہ دوسو ڈالر کا چیک بھجوایا گیا لیکن آپ نے وہ چیک واپس کر دیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس عمل کو سراہا۔ بعد میں آپ نے بے شمار لیکچر یونیورسٹی کی دعوت پر جا کر دیئے۔

محترم مولانا صادق سماٹری صاحب الٰہی تائیدات کا ایک انوکھا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح ایک شخص کی خاطر خدا تعالیٰ ایک قوم کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ دوسری عالمی جنگ میں ۶/مارچ ۱۹۴2ء تک جاپان سارے انڈونیشیا پر مسلط ہو چکا تھا اور اپنی من مانی کارروائیاں کرنے لگا تھا۔ کسی کے متعلق کوئی شکایت پہنچے تو اس کی موت کا یہی بہانہ بن جاتی۔ کوئی تفتیش ہوتی نہ تحقیقات۔ فیصلہ سنا دیا جاتا۔ بلکہ عموماً اسے سنانا بھی ضروری نہ سمجھا جاتا۔ فوراً اسے نافذ ہی کر دیا جاتا۔ کہتے ہیں میرے متعلق بھی جاپانی حکومت نے قتل کا فیصلہ کیا۔ اطلاع دینے والے نے بتایا کہ میرے متعلق دو شکایات بھیجی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ جماعت احمدیہ انگریزی حکومت کی مداح ہے۔ نمبر دو یہ کہ تمام علمائے اسلام سماٹرا نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جاپان کی انگریزوں اور امریکہ سے یہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مَیں نے ایسا فتویٰ دینے سے انکار کیا بلکہ اس کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اس پر مَیں نے جماعت کو تلقین کی کہ نماز تہجد کی ادائیگی کا التزام کیا جائے اس میں باقاعدگی اختیار کی جائے اور دعا کی جائے اور اگر کسی کو کوئی خواب آئے یا کشف یا کوئی نظارہ نظر آئے تو مجھے بتایا جائے۔ کہتے ہیں اس تحریک کے بعد مَیں خود بھی ہر وقت دعا میں مشغول ہو گیا۔ اور ہر وقت اپنے حقیقی مولا پر نظر تھی۔ کہتے ہیں مجھے خوب یاد ہے کہ چوتھی رات تہجد کی نماز کے بعد فجر سے پہلے مَیں ذرا لیٹا تو ایک دیوار پر موٹے حروف میں لکھا ہوا دکھائی دیا کہ دانیال نبی کی کتاب کی پانچویں فصل پڑھو۔ اذان ہوئی نماز فجر کے لیے اٹھا دوستوں کو جو حاضر تھے اپنے خواب سے مطلع کیا۔ دانیال نبی کی کتاب کی پانچویں فصل دیکھی۔ اس میں کیا لکھا تھا؟ لکھا تھا کہ بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا بَلْشَضَّر (Belshazzar) بادشاہ ہوا۔ یہ بت پرست بھی تھا اور ظالم بھی۔ اس نے ایک خواب دیکھا تھا (ایک لمبا خواب ہے جس میں خدا نے اس کو ایک تحریر دکھائی) اس کی اس نے لوگوں کو اکٹھا کر کے تعبیر پوچھی لیکن سب نے کہا ہم کو اس کی تعبیر نہیں آتی۔ آخر دانیال نبی کو بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا۔ اس نے کہا اے بادشاہ! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں پہلے لفظ کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کر ڈالا یعنی ختم کر دیا۔ اور پھر دوسرے لفظ کے یہ معنے ہیں کہ تو ترازو میں تولا گیا اور کم نکلا اور تیسرے لفظ کے یہ معنے ہیں کہ تیری سلطنت منقسم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی۔ جس دن نبی دانیال نے یہ تعبیر بتائی اسی دن بَلْشَضَّر (Belshazzar) قتل ہوا اور ''دارا مادی'' نے ۶2 برس کی عمر میں مملکت سنبھالی۔

یعنی اس خواب کا مضمون یہ بتا تھا کہ جاپانی حکومت کا بھی وہی حشر ہو گا جو بیلشضر حکومت کا ہوا تھا۔ میرا یہ خواب اپریل ۱۹۴۵ء کے آخر یا مئی کے ابتدا کا ہے۔ اور اس وقت کئی ہندو سکھ دوستوں کو بھی یہ خواب سنا دیا گیا تھا۔ چنانچہ اسی سال اگست میں ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم برسائے گئے اور جاپانی حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا گیا۔ انہی دنوں جاپانی حکومت کے کاغذات میں سے ایک خط نکلا جس میں ۲۳-2۴ اگست

۱۹۴۵ء کی رات ۶۵ آدمیوں کے قتل کا فیصلہ درج تھا اور سرفہرست خاکسار کا نام تھا۔یعنی مولانا صادق سماٹری صاحب کا نام تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کومحفوظ رکھا۔کہتے ہیں کہ گویا اس فیصلے کے نافذ ہونے میں صرف دس دن باقی تھے کہ خدائے قادروقیوم نے جو اپنے عاجز بے کس بندوں کی سنتا ہے جاپانی حکومت کو تباہ کر دیا اور قبل اس کے کہ وہ خدا کے اس عاجز بندے پر ہاتھ ڈالے اس کے ہاتھ بلکہ تمام قویٰ کوشل کر کے رکھ دیا۔کہتے ہیں کہ خوب یادرکھئے، جو کچھ ہوا وہ میری ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ جو کچھ ہوا مسیح الزمان،مہدی دوراں مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے اظہار کے لیے بطورنشان آسمانی ظاہر ہوا کیونکہ اسی پیارے کی پیروی کی وجہ سے مجھے مجرم گردانا جارہا تھا۔

(ماخوذ از برہان ہدایت عبدالرحمان مبشر صاحب صفحہ 205 تا ۲۰۸)

مومن کی معراج پانچوں نمازیں

الصلوۃ عماد الدین

قدسیہ نور فضا

حفاظت کا پہرہ ہیں پانچوں نمازیں
ہدایت کا رستہ ہیں پانچوں نمازیں
شریعت کا خاصہ ہیں پانچوں نمازیں
کہ رحمت کا دریا ہیں پانچوں نمازیں
بدی سے بچاتی ہیں پانچوں نمازیں
خدا سے ملاتی ہیں پانچوں نمازیں
مسلسل ریاضت ہیں پانچوں نمازیں
مؤدب عقیدت ہیں پانچوں نمازیں
دلوں کی سکینت ہیں پانچوں نمازیں
کہ انمول دولت ہیں پانچوں نمازیں
خزانوں سے بھرپور پانچوں نمازیں
اندھیروں میں ہیں نور پانچوں نمازیں
چمکتا سا خورشید پانچوں نمازیں
دعا،حمد، تمجید پانچوں نمازیں
ہیں بخشش کی امید پانچوں نمازیں
ذریعۂ توحید پانچوں نمازیں
ہیں مومن کی معراج پانچوں نمازیں
عبادت کی پُکھراج پانچوں نمازیں
ہیں وحدت کا پیغام پانچوں نمازیں
خدا کا ہیں انعام پانچوں نمازیں
کریں دور اوہام پانچوں نمازیں
کہ ہیں دینِ اسلام پانچوں نمازیں
ہمارا تو مسلک ہیں پانچوں نمازیں
کہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں پانچوں نمازیں

میڈیا میں مولانا محمد صادق صاحب سماٹری کے بارہ میں خبریں

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

Intro Maulvi Muhammad Sadiq was a missionary of the Qadiani-Ahmadi's from 1934–1950. He was sent to Sumatra, Indonesia in 1933 (See the ROR of Jan-Feb-1934 and the ROR of Aug-1934). By 1938 he was in nearby Singapore and doing Ahmadiyya work, in 1945, he was in Indonesia per Ahmadiyya sources. He was sent to Singapore again from 1949–1957 and 1958-1962. He then seems to have returned to Rabwah.

1934

The ROR of Jan-Feb-1934 reports that Maulvi Muhammad Sadiq is working out of Sumatra (his letter is from Dec-1933). Maulana Rahmat Ali was also there and was in Java. The ROR of Aug-1934 reports that Maulvi Muhammad Sadiq has arrived in Maidan, Sumatra (modern day Indonesia).

1938

https://themuslimtimes.info/2021/07/04/history-of-ahmadiyya-in-singapore/

Narrated by Maulana Mohammad Siddiq Sahib that in the year 1938 or 1939, a religious leader was giving a speech against our Jemaat at the Sultan Mosque. Maulana Sahib also went there to listen to his speech. In his speech, Abd Alim Siddiqy said that Ahmadiyya's Quran was different from the one which descended upon the Holy Prophet s.a.w. Upon hearing this, Maulana Sahib stood up and took a Holy Quran from his bag. He then challenged Siddiqy Sahib to compare the Holy Quran with the Jemaat Ahmadiyya's Holy Quran, and went on saying if there happens to be a slight difference of a dot or a stroke, then by all means Abd Alim Siddiqy could call him kafir, otherwise Siddiqy Sahib should not utter such lies and he should fear God. Siddiqy Sahib did not take the challenge, but went on further to instigate the public against Maulana Sahib. He also continued saying that Maulana Sahib is a kafir, an apostate, and that the punishment in Islam is death, and whether there is anyone among the Muslims who could give him salvation. Upon hearing this, the people started to bash Maulana Sahib. Later, they dragged him and threw him down from the second floor of about 3 meters high. Maulana Sahib became unconscious due to head and back injuries. An

Ahmadi friend of Maulana called the police. Half an hour later, the police arrived, and brought him to the hospital. Here, he stayed for about 10 weeks. Another similar incident took place when he was pushed off a moving bus. He was again badly injured, especially on his face and head. Once again, Allah swt saved him!

On the 1st of September 1938, Maulana Sahib left for Selangor. He stopped over at Kuala Lumpur and later at Klang. In Klang, five people embraced Ahmadiyyat and among them was Hafiz Abd Razak. By January 1940, Maulana Sahib formed a Jemaat here consisting of fifteen people.

On the 1st of September 1939, the Second World War broke out, which brought so much hardship to the Singapore Mission and to Maulana Sahib. His health deteriorated, so much so that his beard and head hair turned gray. During these days, he spent most of his time in fervent prayers and in returned, he used to receive visions and revelations regarding the success of the Jemaat. He also used to preach secretly and did the oneness job of helping humanity in social works.

1945

https://www.alhakam.org/jamaat-e-ahmadiyyas-role-in-indonesias-independence-from-the-dutch/

Maulana Muhammad Sadiq Sahib who was serving as an Ahmadi missionary in Sumatra.

1949–1957

Ahmadiyya Muslim Mosques Around The World – A Pictorical Presentation. Ahmadiyya Muslim Community; Khilafat Centenary Edition. 2008. ISBN 978-1882494514

Maulana Muhammad Sadiq is sent to Singapore for missionary work, he stays until 1957.

1958-1959

Ahmadiyya Muslim Mosques Around The World – A Pictorical Presentation. Ahmadiyya Muslim Community; Khilafat Centenary Edition. 2008. ISBN 978-1882494514

https://themuslimtimes.info/2021/07/04/history-of-ahmadiyya-in-singapore/

Maulana Muhammad Sadiq is sent to Singapore for missionary work, he stays until 1959. Some Ahmadiyya sources claim that he stayed from 3 December 1958 till 18 August 1962.

In 1959, his name was included in a list of 5000 super pious Ahmadi’s.

__Links and Related Essay’s

(Ahmadiyya Muslim Mosques Around The World – A Pictorical Presentation. Ahmadiyya Muslim Community; Khilafat Centenary Edition. 2008. ISBN 978-1882494514)

https://ahmadiyyafactcheckblog.com/2021/07/15/a-list-of-top-5000-most-pious-mukhalis-ahmadis-of-the-1950s/

محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کا ذکر خیر

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

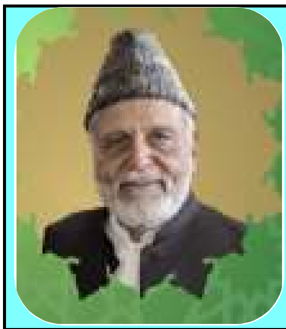

مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف اور مکرم ڈاکٹر محمود احمد اشرف صاحب اپنے والد کا ذکر خیر کرتے ہوئے انڈونیشاء میں آپ کی خدمات کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

''1973ء میں ابا جان کو بطور مربی سلسلہ انڈونیشیا بھجوانے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ ہم لوگ ربوہ گفٹ ہو گئے۔ لاہور سے رخصت ہوتے وقت جماعت لاہور نے نہایت محبت سے آپ کو اوداع کہا۔ دہلی دروازہ لاہور کی بیت الذکر میں ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں مکرم راحت قریشی صاحب نے افراد جماعت کے دلی جذبات کو الوداعی پیشکش کے نام سے درج ذیل منظوم شکل میں پیش کیا جو افراد جماعت کے خلوص و محبت اور اپنائیت کا بے ساختہ اظہار ہے:

ہر گام پہ خود آپ کا ناصر وہ خدا ہو	اللہ کرے ہم سب کی یہ مقبول دعا ہو
مامون ہوں ہر آن سفر میں ہوں حضر میں	مشکل نہ پڑے کوئی بھی نہ رنج و بلا ہو
جو فیض علم آپ نے ہم سب کو ہے بخشا	وہ علم و فضل آپ کا اُس سے بھی سوا ہو
تبلیغ میں ہو آپ کی تاثیر ہدایت	طاقت وہ ملے آپ کو توفیق عطا ہو
شیطان رہے آپکی ہر راہ میں مغلوب	ہر لحہ قدم آپ کا آگے ہی بڑھا ہو
مل جائے انہیں نو ر خدا آپکے ہاتھوں	اُس ملک کا ہر فرد بھی محبوب خدا ہو
راحت دم فرقت ہیں یہ جذبات ہمارے	دو طرفہ دعاؤں میں یا دوں کی جلا ہو

انڈونیشیا جانے والے وفد میں ابا جان کے ہمراہ محترم مولانا امام دین صاحب، محترم مولانا محمد سعید انصاری صاحب اور محترم راجہ نصیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ اُن دنوں مبشرین کرام کی بیرون ملک روانگی نہایت یادگار ہوا کرتی تھی۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر بہت سے احباب جماعت الوداع کہنے آتے، جانے والوں کو پھولوں کے ہار پہنائے جاتے اور پھر احباب انہیں اپنی دردمندانہ دعاؤں اور فلک شگاف نعروں کے ساتھ الوداع کہتے۔ اس

مکرم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب۔ مکرم مولانا راجا نصیر احمد صاحب۔ مکرم مولانا امام دین صاحب۔ مکرم مولانا محمد سعید انصاری صاحب

وفد کو بھی ربوہ ریلوے سٹیشن پر اسی انداز میں الوداع کہا گیا اور پھر لاہور ایئر پورٹ پر جماعت احمدیہ لاہور کے افراد نے اپنی دعاؤں سے رخصت کیا۔

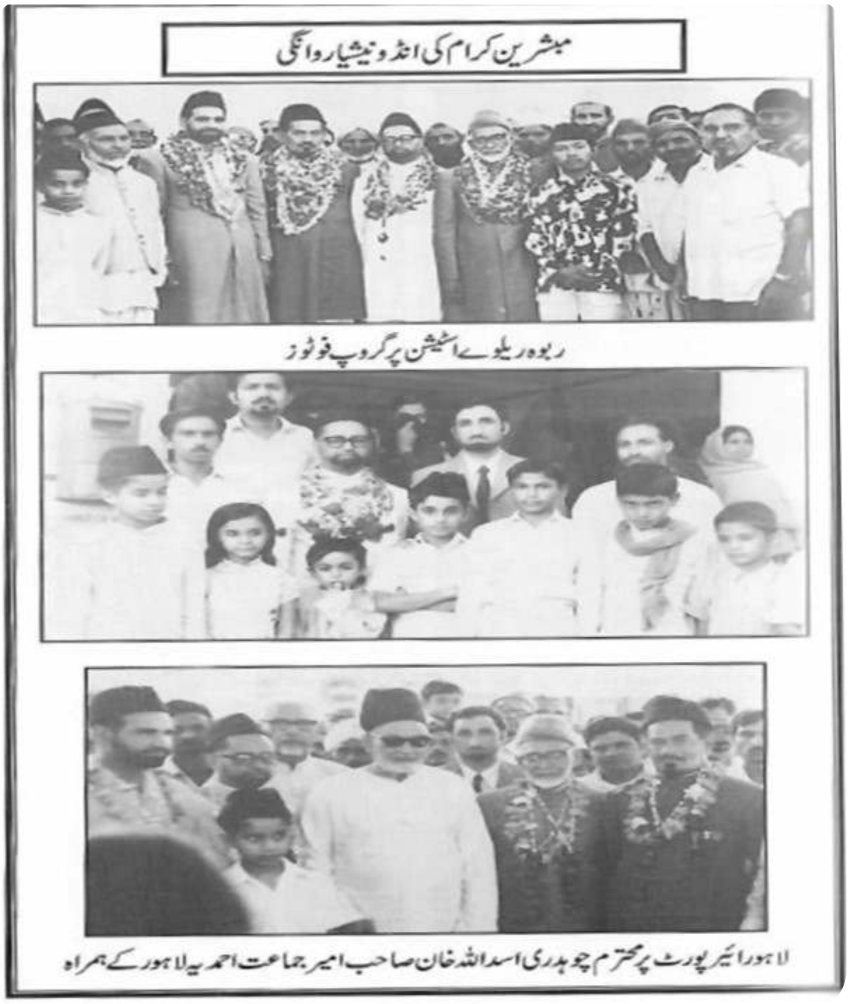
مبشرین کرام کی انڈونیشیا روانگی
ربوہ ریلوے اسٹیشن پر گروپ فوٹوز
لاہور ائیر پورٹ پر محترم چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ہمراہ

انڈونیشیا میں خدمات

انڈونیشیا جاتے ہی ابا جان نے انڈونیشین زبان سیکھنی شروع کردی اور چند ہی ماہ میں اس قدر زبان سیکھ لی کہ آسانی سے گفتگو کرلیا کرتے اور مزید چند ماہ کے بعد آپ نے انڈونیشین بان میں روانی کے ساتھ تقریر بھی شروع کر دی ۔ آپ نے صبر وشکر اور دیگر موضوعات پر اندونیشین زبان میں کچھ کتب لکھنے کی بھی توفیق پائی۔ انڈونیشیا میں جہاں بھی رہے پیار ومحبت اور بے تکلفی سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتے اور لوگ آپ کے قریب ہو جاتے ۔ایک روز ایک معزز احمدی دوست کے بچے کو کوئی تکلیف ہوگئی۔ دوا سے فرق نہ پڑا تو وہ آدھی رات کو مشن ہاؤس آپ کے پاس پہنچ گئے ۔آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ شخص میرے پاس اس لئے نہیں آیا کہ میں محمد شفیع اشرف ہوں بلکہ خلیفہ وقت کا نمائندہ سمجھ کر میرے پاس آیا ہے۔مولا کریم تو اس کے بچے کو شفا دیدے اور ساتھ ہی ہومیو پیتھک دوا جو آپ کو خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے دردگردہ کے لئے دے رکھی تھی اسکی بھی چند خوراکیں دے دیں۔ابا جان کہتے ہیں کہ وہ شخص چلا گیا اور میں سجدے میں گر گیا۔دو بجے کے بعد ابا جان کا دل بے چین ہوا تو رکشا لے کر اُس شخص کے گھر اُسکے بچے کا حال معلوم کرنے گئے ۔وہ میاں بیوی نہایت حیران ہوئے اور اسقدر انہوں نے اپنی عزت افزائی خیال کی کہ امام وقت کا نمائندہ ہمارے بچے کی حالت دیکھنے کیلئے خود چل کر ہمارے گھر آیا ہے۔بچہ آرام سے سو رہا تھا۔ابا جان نے اُسے پیار کیا اور پھر اس کے بعد بچے کو یہ تکلیف نہ ہوئی۔انڈونیشیا میں بھی ابا جان نے اپنے روابط وہاں کے پریس ، صحافی حضرات اور ملکی وغیر ملکی سرکردہ شخصیات سے استوار کئے۔ڈاکٹر آدم ملک وزیر خارجہ انڈونیشیا اور سفیر پاکستان علی حسن صاحب کے ساتھ ابا جان کی تصاویر بھی اس کی یادگار ہیں۔محترم شاہد محمود کاہلوں صاحب مربی سلسلہ ناروے کے بقول محترم ناصر احمد قریشی صاحب نے اُن سے بیان کیا کہ ابا جان سے ایک موقع پر انہوں نے سنا کہ جب وہ انڈونیشیا میں تعینات تھے تو ایک تقریب میں پاکستان ایمبیسی کے بھی کچھ لوگ وہاں آئے ہوئے تھے۔اُن میں سے ایک نے ابا جان سے پوچھا کہ یہاں تو سب مسلمان ہیں پھر آپ پاکستان سے خاص طور پر یہاں کس لئے آئے ہیں۔اس پر آپ نے جواب دیا کہ ہم ان کی تربیت کیلئے آئے ہیں۔تھوڑی دیر بعد دوران تقریب اُس شخص نے پوچھا کہ یہاں پہلی بار دیکھ رہا ہوں کہ عورتیں اور مرد الگ الگ بیٹھے ہیں۔آپ نے کہا یہ آپ کے سوال کا پہلا جواب ہے۔مزید کچھ وقت کے بعد حیرانگی کا اظہار کرتے

ہوئے کہنے لگے کہ یہاں سگریٹ نوشی کوئی نہیں کر رہا۔ اس پر ابا جان نے کہا یہ آپ کے سوال کا دوسرا جواب ہے۔ ابا جان کے انڈونیشیا میں قیام کے دوران ٹیلی فون کا استعمال ابھی عام نہیں ہوا تھا اور بہت مہنگا تھا۔ اس لئے ابا جان کا ہم سے اور ہمارا ابا جان سے رابطہ بذریعہ خطوط ہی ہوا کرتا۔ ابا جان کی تحریر میں بے حد چاشنی تھی اور آپ کے خطوط پڑھ کر بہت لطف آیا کرتا۔ ابا جان کا خط آئے دو تین ہفتے گزر جاتے تو ہم ہر روز دوپہر کو ڈاکیے کی آمد کا شدت سے انتظار کرتے۔ اور جس روز وہ ابا جان کا خط تھما تا تو ہم سب خوشی سے پھولے نہ سماتے اور ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ پہلے وہ سارا خط پڑھ لے۔ ابا جان خطوط کے ذریعہ ہمارے حالات سے آگاہی رکھتے اور حسب حالات ہماری راہنمائی اور تربیت کرتے رہتے۔ ہم سب بچوں کی تعلیم کا ابا جان کو بہت خیال رہتا۔ ہم سب بہن بھائی مختلف سکولوں میں زیر تعلیم تھے۔ انڈونیشیا سے اپنے خطوط میں ابا جان ہمیں اپنی تعلیم کی طرف پوری توجہ کے لئے اکثر لکھتے رہتے اور ایک مرتبہ یہاں تک کہا کہ اخراجات کے فکر کی ضرورت نہیں۔ اگر میری ہڈیوں پر بھی تم بہن بھائیوں کی شخصیت کی تعمیر کرنی پڑی تو میں اللہ کی توفیق سے کروں گا۔

ابا جان خود بھی واقف زندگی تھے اور وقف زندگی کی برکتوں سے بھی بخوبی آشنا تھے۔ میرے بارے میں بھی اُن کی خواہش تھی کہ میں زندگی وقف کروں۔ اسی طرح باقی بہن بھائیوں کے بارے میں بھی یہی تمنا تھی کہ وہ کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پاویں۔ میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو ابا جان اس وقت انڈونیشیا میں ہی خدمت بجالا رہے تھے۔ میں نے آئندہ مستقبل کے بارے میں کوئی لائن اختیار کرنے کے سلسلہ میں ابا جان سے مشورہ چاہا تو آپ نے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا اور ہدایت لینے کا مشورہ دیا۔ اور پھر خاکسار نے ایف ایس سی پری میڈیکل میں داخلہ لیا اور حضور کی المسیح دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف نہایت آسانی سے لاہور میں میڈیکل کالج میں داخلے کے سامان پیدا فرما دیئے بلکہ حصول تعلیم کی راہیں بھی میرے لیے آسان فرما دیں۔ خلیفۃ المسیح سے تعلق: ابا جان ہم سب بچوں کو حضور سے ذاتی تعلق استوار کرنے اور باقاعدگی سے دُعا کے لئے خط لکھنے کی نصیحت فرمایا کرتے۔ امی جان کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ کی رضاعی بیٹی تھیں رضاعت کے اس تعلق کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بہت ہی پیار کے ساتھ نباہتے اور بے حد خیال رکھتے تھے۔ ہم سب کے ساتھ ہمیشہ شفقت واحسان کا سلوک فرماتے اور جہاں بھی موقع ہوتا از خود ہمیشہ بڑے پیار کے ساتھ اس کا ذکر کرتے یا تعارف کرواتے کہ یہ ہماری رضاعی بہن ہے۔

ابا جان کے انڈونیشیاء میں قیام کے دوران ایک مرتبہ ہم دونوں بھائی حضور سے ملنے کیلئے حاضر ہوئے۔ اجتماعی ملاقات تھی۔ بہت سے احباب آئے ہوئے تھے۔ پرائیوٹ سیکرٹری صاحب یا اُن کے کسی نائب نے حضور سے میرا تعارف کروانا چاہا تو حضور مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: چھوڑو جی! آپ کیا تعارف کروائیں گے۔ اس کا تعارف میں کراتا ہوں" اور پھر حاضرین کو میری طرف متوجہ کرتے ہوئے بڑے پیار بھرے لہجے میں فرمایا۔ اس کی ماں نے میری ماں کا دودھ پیا ہوا ہے۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہم سے شفقتوں اور محبتوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ خاص طور پر ابا جان کے بیرون ملک ہوتے ہوئے محض ہماری دلجوئی کی خاطر کئی مرتبہ حضور ہمیں بلواتے، ملاقات کا شرف بخشتے، تفصیل سے حالات دریافت فرماتے۔ تواضع کا حکم فرماتے، ازراہ شفقت

تحائف دیتے اور بار بار آنے کی تاکید فرماتے ۔ ہر سال موسم گرما میں اپنے باغ کے آموں کی پیٹی ہمارے گھر بھجوایا کرتے جس کی لذت اور شیرینی آج بھی اس بے مثل اور لازوال محبت کی یاد دلاتی ہے۔میڈیکل کالج کی تعلیم کے لئے جب مجھے لاہور جانا پڑا تعلیمی اخراجات کے ساتھ ساتھ ہوٹل وغیرہ کا خرچ بھی کافی تھا۔ابا جان کو خدا تعالیٰ پر مکمل بھروسہ تھا کہ وہ میرے ضروری اخراجات کا بندوبست اپنے فضل سے خود کردے گا۔اسی دوران بیرون ملک مقیم میرے ایک عزیز دوست نے مجھے 500 روپے بھجواتے ہوئے خط لکھا کہ میں ہر ماہ آپ کو یہ رقم بھجواتا رہوں گا۔ مجھے اندازہ ہے کہ ابا جان گو میرے اخراجات کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی انتظام کی انتظار میں تھے اور بغیر کسی مطالبے یا سوال کے یہ پُر خلوص پیش کش ہورہی تھی۔لیکن ابا جان جو اپنی ذات میں بھی خوددار تھے اور ہمارے بارے میں بھی یہی پسند کرتے تھے، میں نے جب اُن سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فوراً یہ کہہ کر مجھے اس مشکل سے نکال دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی شخص کے زیر بار رہو۔ چنانچہ بھجوائی ہوئی رقم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ کے بارے میں انہیں لکھ دو کہ یہ تکلیف ہرگز نہ کریں۔ ہاں دعاؤں کے ساتھ میری مدد ضرور کرتے رہیں۔قریباً تین سال انڈونیشیا میں قیام کے بعد ابا جان واپس پاکستان آئے تو خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ کو امی جان کا حق مہر جو 1000 روپے تھا، ادا کرنے کی توفیق مل گئی۔امی جان نے وہ رقم مجھے دی کہ مرکزی قومی بچت جا کر انعامی بانڈ زخرید لاؤں۔ ابا جان کا یہ عمل کہ توفیق ملتے ہی فرض کی ادائیگی، خدا تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ پہلی ہی قرعہ اندازی میں 10,000 روپے کا انعام نکل آیا جو ان دنوں میں خاصی بڑی رقم تھی اور اس طرح گھر کی بہت سی ضرورتیں پوری کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انتظام فرمادیا۔ انڈونیشیا سے واپس آئے تو ابا جان کو پھر کچھ عرصہ کے لئے راولپنڈی، اسلام آباد بھجوادیا گیا۔اسلام آباد میں زیادہ عرصہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے بیت الفضل میں مقیم رہے۔حضور اسلام آباد تشریف لے جاتے تو اس کوٹھی میں رہائش اختیار فرمایا کرتے۔اس طرح ابا جان کو ایک مرتبہ پھر حضور سے قربت کے مواقع میسر آنے شروع ہوگئے۔اور اس قربت کی برکتیں اور اس کے نتیجہ میں افضال الٰہی پے در پے ظاہر ہونے لگے۔ابا جان ان عنایات پر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوتے اور ہم سب کے سامنے بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں کو بیان کرکے اُس کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرماتے۔

ثاقب زیروی

نئی اک محبت کی بستی بسا دی
زمانے کی خوابیدہ قسمت جگا دی
نئی اک محبت کی بستی بسا دی
غزل اس طرح احمدیت کی گا دی
فلک جھوم اٹھا زمیں مسکرا دی
دکھائی کچھ اس طرح شانِ محمدؐ
دو عالم کی ہر شے نظر سے گرا دی
پلائی وہ جذبِ اخوت ملا کر
مرے دل کے ذروں نے بڑھ کر دعا دی
ترے عشق کا ہے یہ ادنیٰ کرشمہ
مری نیستی رشکِ ہستی بنا دی
جوانوں کو اخلاص کی آب دے کر
جوانی کی لاریب قیمت بڑھا دی
یہ ربوہ یہ وارفتگانِ محبت
ترے عزم کی کر رہے ہیں منادی
یہ ثاقب رہینِ خودی ہو چلا تھا
اسے خدمتِ دین کو لو لگا دی

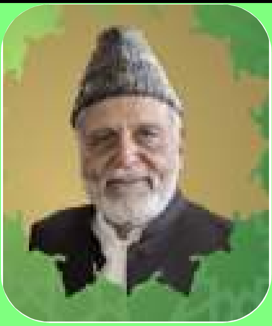

خادمِ احمدیت مکرم راڈن یوسف صاحب۔انڈونیشیا

وفات:14جون 1971ء

مرسلہ:صفدرنذیرجاویدگوئیکی

راڈن یوسف صاحب انڈونیشیا کی سرزمین میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ابتدائی ایام خلافت میں حضرت مولانا رحمت علی صاحب صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ذریعہ احمدیت کی غلامی میں شامل ہوئے۔آپ انڈونیشیا کی جماعت کے ایک فعال رکن، نامورخادم اور جماعت احمدیہ بوگور کے صدر تھے۔آپ کی آنریری تبلیغی مساعی سے اس خطہ ارض کے کئی مقامات پر جماعت ہائے احمدیہ کا قیام ہوا۔آپ ایک تہجد گزاراورمتدین انسان تھے۔آپ جون ۱۹۷۱ءکو۶۱ سال کی عمرمیں دل کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔(تاریخ احمدیت جلد27ص199)

حافظ قدرت اللہ صاحب یکم تا۱۵ مارچ ۱۹۷۱ءکے دوران سنگلانگ(Sanglang)تشریف لے گئے جہاں پہلے صرف تین احمدی افراد تھے مگر اب ان کے پہنچنے پر ایک ہی فیملی کے سات افراد نے احمدیت قبول کی۔یہاں آپ نے ایک تقریب میں ۳۵۔۴۰ کے قریب غیراز جماعت افراد تک پیغام احمدیت پہنچایا۔اس سے پہلے بھی آپ کواس جگہ یورپ کی تبلیغی سلائیڈز دکھانے اور لیکچر دینے کا موقع مل چکا تھا۔سلائیڈز کے ذریعہ احمدیت سے متعارف کرانے کا یہ طریق ہر جگہ بہت مفید اور دلچسپ ثابت ہوا۔۱۱مارچ کو محمدیہ تنظیم کے تحت آپ نے ایک کامیاب لیکچر دیا جس میں دوسو سے زائد طلباء موجود تھے۔بعد میں سوال و جواب بھی ہوئے۔۱۹۷۱ءکی جماعتی مجلس شوریٰ آخر اپریل میں مغربی جاوا کی مشہور بندرگاہ چربیون میں منعقد ہوئی۔گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اگست ۱۹۷۱ءمیں پہلے مجلس خدام الاحمدیہ انڈونیشیا کا اجتماع ہوا۔پھر جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا سالانہ جلسہ انعقاد پذیر ہوا۔خدام الاحمدیہ کا اجتماع ۲۳۔۲۴۔۲۵اگست کو تاسک ملایا شہر سے تین میل دور ایک پرفضا مقام پر تھا۔اجتماع میں علاقہ کے مبلغین نے حصہ لیا اورتقاریر کیں اور درس دیا۔حکومت کے ایک نمائندہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور علاقہ کی بعض ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔اس موقع پر خدام کی سالانہ میٹنگ ہوئی اور پہلی بار تقریری مقابلہ کرایا گیا۔جماعت کا سالانہ جلسہ،۲۶،۲۷،۲۸/اگست کو تاسک ملایا میں منعقد ہوا جس میں انڈونیشیا کے طول وعرض سے دوہزار کے قریب مخلص احمدیوں نے شمولیت فرمائی۔جاکرتا اور بنڈونگ پریس میں اس جلسہ کی خبر میں شائع ہوئیں اور ریڈیو سے اس کا بار بار اعلان نشر ہوا۔ہینڈبل تقسیم کے علاوہ موزوں مقامات پر پوسٹر بھی آویزاں کئے گئے۔جلسہ کے کل پانچ اجلاس ہوئے۔مولانا محمد صادق صاحب نے افتاحی خطاب میں سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا روح پرور دعائیہ پیغام پڑھ کر سنایا اور احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔جلسہ کے دیگر مقررین میں سے مولوی عبدالواحد صاحب، میاں عبدالحی صاحب، مولوی محی الدین صاحب، چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ، مولوی ذینی دہلان صاحب یحییٰ پونتو صاحب، مولوی احمد نورالدین صاحب، راڈین احمد انور صاحب، مرزا محمد ادریس صاحب، ڈاکٹر محی الدین صاحب اور حافظ قدرت اللہ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آخری اجلاس کی صدارت جناب مکوی برمادی صاحب نے کی جس میں متعدد اصحاب نے اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار فرمایا۔شافعی صاحب سیکرٹری تبلیغ نے انڈونیشیا مشن کی مختصر رپورٹ پیش کی۔میاں عبدالحئی صاحب نے اپنے سفر ربوہ کے تاثرات بیان کئے۔مولوی احمد نورالدین صاحب نے جزیرہ لومبک(Lombok)میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اوران کے خوشکن نتائج کا ذکر کیا۔مولانا محمد

صادق صاحب نے محبت واخلاص پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے بعد صالح الشبیبی صاحب اور مرتولو صاحب صدر جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کی تقاریر ہوئیں۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں لجنہ اماءاللہ اور انصاراللہ کے تنظیمی اجلاس منعقد ہوئے۔ جلسہ کے بعد تاسک ملایا میں ایک پبلک تبلیغی جلسہ ہوا یہ جلسہ ایک ہال میں منعقد ہوا جو بہت کامیاب رہا۔ حاضرین جلسہ کی تعداد قریباً دو ہزار تھی جس میں نصف کے قریب غیر از جماعت معززین تھے۔ صدارت کے فرائض جناب شافعی صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعتہائے انڈونیشیا نے ادا کئے۔ جناب صالح الشبیبی صاحب نے اسلام کا اقتصادی نظام، مولانا محمد صادق صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اختتام جلسہ کے بعد میاں عبدالحی صاحب نے سوالوں کے جوابات دیئے۔ جلسہ کی کارروائی بنڈونگ کے اخبار Pikiran Rakyat میں شائع ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 27 ص 248،247)

مولانا ابوبکر ایوب صاحب آف پاڈانگ

مولانا ابوبکر ایوب صاحب آف پاڈانگ (ولادت 13 اکتوبر 1908ء۔ وفات 13۔14 ستمبر 1972ء) آپ اپنے دو ساتھیوں مولوی احمد نورالدین صاحب اور مولوی زین العابدین ذینی داہلان صاحب کے ساتھ بغرض تعلیم اگست 1923ء میں قادیان پہنچے اور داخل احمدیت ہو گئے۔ چوہدری عبدالرحمن صاحب شاکر پنشنر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کا بیان ہے کہ پہلے پہل ان تینوں طلباء کو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ آپ نہایت خوش اخلاق، بے حد محنتی اور بہت ذہین تھے۔ لباس آپ کا ہمیشہ اصلی دیکھا۔ اپنے استادوں کا دل سے احترام کرتے تھے۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ ان کو خوش دل اور مسکراتے ہوئے پایا۔ فٹ بال خود کھیلتے تھے جو انڈونیشیا کی قومی کھیل ہے۔ جامعہ احمدیہ قادیان میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا کلاس فیلو ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ قادیان سے انڈونیشیا تشریف لے گئے جہاں آپ نے متعدد کامیاب مناظرے کئے اور احمدیت کی تائید میں کئی کتب ورسائل تحریر کئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نصائح

آپ جب قریباً چار سال قادیان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن ساٹرا کو روانہ ہوئے تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے درخواست کی کہ حضور اپنے ہاتھ سے کوئی نصیحت لکھ کر مرحمت فرمائیں۔ اس پر حضور نے حسب ذیل سطور لکھ کر عطا فرمائیں۔

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں زیادہ تو نہیں لکھ سکتا لیکن چونکہ آپ ایک عرصہ تک قادیان رہنے کے بعد جا رہے ہیں۔ آپ کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے اوّل تو اللہ تعالیٰ کی ان تازہ وحیوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہوئی ہیں پڑھتے رہیں اور اس کے تازہ نشانات کو پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ قیمتی شئے انسان کے لئے اور کوئی نہیں۔ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔ پس ہر ضرورت پر اسی کی طرف جھکیں اور اسی سے دعا کریں کہ اس سے زیادہ خیر خواہ بندہ کا اور کوئی نہیں۔ نماز کو ایک ایسا فرض سمجھیں کہ جسے کسی صورت میں ترک نہیں کیا جا

سکتا۔حضر سفر، تندرستی بیماری، کسی حالت میں بھی نماز میں کوتاہی نہ ہو۔تبلیغ نہ صرف ایک فرض ہے بلکہ خدمت خلق بھی ہے۔جب انسان دوسرے کو ڈوبتے ہوئے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا وہ اسے خدا تعالیٰ سے دور ہوتے دیکھ کر کب خاموش بیٹھ سکتا ہے۔اخلاق فاضلہ ایمان کی علامتوں میں سے ہیں اور اس کا خوشنما پھل ہیں۔پس اخلاق فاضلہ کے حصول اور ان پر کاربند ہونے کو ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ بے ثمر درخت کی طرح وہ ایمان بھی کام کا نہیں جس کے ساتھ اخلاق فاضلہ نہ ہوں۔ہمیشہ مرکز سے تعلق رکھیں کہ جو شاخ جڑ سے کٹ جاتی خشک ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے اہل ملک کو ہدایت عطا فرمائے اور آپ کے ملک کو احمدیت کا ایک اہم مرکز بنائے کہ وہ ملک ہندوستان کے سوا سب دوسرے ملکوں سے اس نور کی طرف زیادہ توجہ کر رہا ہے۔

والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

انڈونیشیا کے بعد آپ کو ہالینڈ میں شاندار تبلیغی خدمات بجالانے کی توفیق ملی اور اپنے اہل وعیال سے ہزاروں میل دور اسی سرزمین میں غریب الوطنی کے عالم میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور بالآخر **منهم من قضى نحبه**“ کے مصداق بن کر رب جلیل وقدیر کے حضور حاضر ہو گئے۔مولانا عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے امام مسجد فضل لندن (جنہیں آپ کی وفات کے بعد عارضی طور پر ہالینڈ مشن کا چارج سنبھالنے کی سعادت نصیب ہوئی) نے اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر لکھا کہ:۔یہاں آنے کے بعد میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی ہے کہ نہ صرف احباب جماعت پر بلکہ غیر از جماعت احباب پر بھی محترم مولانا ابوبکر ایوب صاحب کے اخلاق فاضلہ اور بلند پایہ شخصیت کا بہت نمایاں اور پائیدار اثر ہے۔ہر ایک کو آپ کا مداح پایا۔مختلف مجالس میں آپ کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور احباب جماعت آپ کی نمایاں خوبیوں کو اس محبت اور عقیدت سے بیان کرتے ہیں کہ دل رشک کے جذبات سے بھر جاتا ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہر ایک شخص سے آپ کا ذاتی تعلق تھا۔باوجود اس امر کے کہ آپ جب دوبارہ ہالینڈ تشریف لائے تو شروع ہی سے کسی قدر علیل تھے آپ نے تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا جس سے زائرین کی تعداد میں اضافہ ہوا۔آپ کی سادہ اور شگفتہ طبیعت بھی اسی کشش کا باعث تھی۔آپ کاموں میں بہت باقاعدہ، مالی امور میں بہت محتاط، خوش پوش، ظاہری وباطنی صفائی کا خیال رکھنے والے محنتی اور سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھنے والے تھے۔نو احمدی ڈچ احباب کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھتے اور انہیں اپنے سیکھے ہوئے علم کو استعمال کرنے کے علمی مواقع بھی مہیا فرماتے تھے۔الغرض آپ ان گنت خوبیوں کے مالک تھے“۔مولانا ابوبکر ایوب صاحب کی دلربا شخصیت اور بلند اخلاق نے جماعت احمدیہ ہالینڈ پر کتنا گہرا اثر ڈالا ہے اس کا کسی قدر اندازہ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ بیگم جمن بخش صاحب مقیم ہالینڈ کے مندرجہ ذیل تاثرات سے بخوبی ہو سکتا ہے:۔”ہمارے مولوی صاحب ہالینڈ کی جماعت میں بہت ہر دلعزیز تھے۔بڑی ہی سادہ طبیعت کے، ملنسار، خوش مزاج، زندہ دل اور حساس بزرگ تھے۔حضور پرنور کے ساتھ بکمال اخلاص اور عقیدت رکھتے تھے۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کا درد رکھنے والے اور اس سے والہانہ محبت رکھنے والے تھے۔ہمیشہ یہ خیال رکھتے تھے کہ خرچ زیادہ نہ ہو کوئی چیز ضائع نہ ہو.....وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یکے بعد دیگرے مولوی صاحب کو کئی خوشیاں نصیب ہوئیں۔آپ نے جلد ہی اللہ تعالیٰ کے حضور چلے جانا تھا اس لئے شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی اہلیہ صاحبہ کو بچوں کی جلد شادیاں کر دینے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے سامان بھی میسر کر دیے۔جب آپ کی بچی کی شادی تھی آپ کی اہلیہ نے لکھا اپنی کوئی تقریر ٹیپ کر کے ہمیں بھجوائیں۔آپ نے یہ بات ہمیں بتائی تو نجانے کس منشاء الٰہی کے ماتحت جمن صاحب مولوی صاحب سے اصرار کرنے لگے کہ کب تقریر ٹیپ کرائیں گے۔جب شادی میں صرف پانچ دن باقی رہ گئے تو جمن صاحب خود ہی ایک ریل خرید لائے اور کہا مولوی صاحب آیئے تقریر کیجئے۔مولوی صاحب نے تقریر لکھی اور ہمارے ہی گھر آ کر ٹیپ کروائی۔مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر جوانوں جیسا لہجہ اور صاف آواز تھی۔پھر ساری تقریر دوبارہ خود سنی اور ایک خاص قسم کی خوشی سے فرمانے لگے اب یہ تقریر گھر گھر اور

ایک ایک بچے کے پاس جائے گی اور سب ہی اسے سنیں گے۔ یہ آپ کی آخری آواز تھی جو آپ کے عزیزوں کے پاس پہنچی۔آپ نے ہمیں بتایا کہ میں نے اپنے گھر بڑی تاکید سے لکھا ہے کہ بچی کی شادی مسجد میں ہو اور اس کے لئے جماعت کے ایک ایک فرد کو دعوت دی جائے کوئی احمدی فرد ایسا نہ ہو جو اس تقریب میں شامل نہ ہو۔ میں غریب آدمی ہوں۔ بڑی دعوت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں اس لئے میں نے لکھا ہے کہ چاہے آدھی آدھی پیالی چائے ہی پلائیں لیکن بلائیں ضرور۔شادی کے بعد آپ کے بیٹے نے شادی کی تفصیلات لکھیں اور بتایا کہ آپ کے ارشاد کے ماتحت ہر فرد جماعت کو دعوت دی گئی اور سب دوستوں نے ہمارے ساتھ تعاون فرمایا تو آپ بہت خوش ہوئے اور آپ بار بار فرماتے میری جماعت نے میری غیر موجودگی میں بڑی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔مولوی صاحب مرحوم نہایت بلند اخلاق،حساس اور نیک فطرت انسان تھے۔دوسروں کے جذبات اور خواہشات کا آپ ہمیشہ احترام کرتے۔ایسے نیک اور مخلص انسان ملنے مشکل ہیں“۔

مولانا ابوبکر ایوب صاحب پر اظہار خوشنودی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 22 ستمبر ۱۹۷۲ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کی مخلصانہ خدمات دینیہ پر اظہار خوشنودی ادا کرتے ہوئے فرمایا:۔

”ہمارے محترم بھائی ابوبکر ایوب صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔مرحوم انڈونیشیا کے رہنے والے تھے۔انہوں نے ہمارے بچپن میں مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پائی تھی۔ ہم اکٹھے ہی پڑھتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ساری عمر مخلصانہ طور پر خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ اب ہالینڈ میں مبلغ تھے اور وہیں میدان جہاد میں تبلیغ اسلام کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے وفات پا گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور احسن جزاء دے۔ان کا جنازہ یہاں پہنچ چکا ہے میں جمعہ کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔اس لئے گو بیماری کی وجہ سے مجھے شدید ضعف تھا مگر اس کے باوجود میرا یہاں آنا ضروری تھا تا کہ میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو جو نسل قربانیاں دینے اور ایثار دکھانے کے لئے عطا فرمائی تھیں ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ چند ایک باقی ہیں اس کے بعد دوسری نسل پیدا ہوئی۔اس میں سے بھی بہت سے وفات پا گئے۔اللہ تعالیٰ نے بہتوں کو یہ توفیق دی اور دے رکھی ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی عاجزانہ کوششوں اور عاجزانہ دعاؤں کو پیش کرتے رہیں۔ ہمارے بھائی ابوبکر ایوب صاحب بھی انہی میں سے ایک تھے جو”من قضی نحبه“ کے مصداق بن گئے۔ بہت سے زندہ ہیں جو قربانیاں دے رہے ہیں اور اپنے اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے بعد کی نسل،اس کے بعد کی نسل اور پھر اس کے بعد کی نسل اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری خواہش اور کوشش بھی یہی ہونی چاہیے کہ قیامت تک کی ہر احمدی نسل خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والی اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی ہو۔اللہ تعالیٰ بعد میں آنے والے مربیوں کو بعد میں آنے والی نسلوں کی تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔تاہم جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے ہمیں اس ذمہ داری کو کما حقہ پوری توجہ اور دعاؤں اور کوشش کے ساتھ نباہنا چاہیے۔جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارے بھائی ابوبکر ایوب صاحب بڑے مخلص احمدی تھے۔خدا کرے کہ جماعت کو اسی قسم کے مخلص دل اور روشن دماغ اور پوری توجہ اور انہماک سے قربانیاں دینے والے سینکڑوں ہزاروں مخلصین ملتے رہیں تا کہ کام کے اندر سہولت اور کام کے اندر وسعت اور کام میں تیزی پیدا ہوا اور جلد ہی نتیجہ نکلنے کے امکانات پیدا ہو جائیں۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مورخہ 2 ستمبر بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ ربوہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ہزاروں احباب جماعت نے شرکت کی۔ بعد ازاں جنازہ بہشتی مقبرہ لایا گیا جہاں آپ کو قطعہ خاص میں سپرد خاک کر دیا گیا۔تدفین مکمل ہونے پر محترم مولانا ابو العطاء صاحب نے دعا کرائی مکرم مولانا کا ذکر خیر خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی شہداء احمدیت میں کیا ہے اس کا ذکر جانثاران احمدیت میں آئے گا ناقل)

(تاریخ احمدیت جلد28 ص275 تا279)

مختصر حالات میاں عبدالحی سابق مبلغ انڈونیشیا سنگاپور و ملیشیا۔ رضیہ کوثر اہلیہ میاں عبدالحی صاحب

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

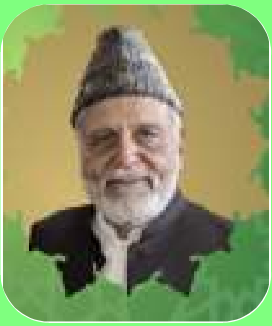

آپ 28 فروری 1920 کو پیدا ہوئے۔ یکم مئی 1958 کو تحریک جدید کے ساتھ بطور واقف زندگی کارکن منسلک ہوگئے بیرون پاکستان میں پہلی بار 1946ء میں سنگاپور تقرری ہوئی۔ وہاں پر چار سال گزارنے کے بعد انڈونیشیا گئے۔ وہاں کچھ عرصہ خدمت دین کی۔ پھر دوبارہ 1980 تا 1987 تک انڈونیشیا رہے۔ اور وہاں سے واپسی پر زندگی کے آخری سانس تک لاہور میں خدمات بجالاتے ہے 19 جنوری 1994ء کو وفات اور ربوہ میں بہشتی مقبرہ احاطہ خاص میں تدفین ہوئی۔

ابتدائی حالات

انکی والدہ ماجدہ سعیدہ بیگم نے انکی پیدائش سے ہی انکو وقف کر دیا تھا۔ انکی پیدائش سے پہلے انکے تین بھائی چھوٹی عمر میں فوت ہو چکے تھے۔ جب میاں عبدالحی صاحب پیدا ہوئے تو انکی خالہ مسعودہ بیگم ان کو لیکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں حضور نے دعا فرمائی اور انکا نام عبدالحی رکھا۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے پرائمری تک لاہور سے حاصل کی۔ پھر قادیان آئے، جب میٹرک میں تھے تو انکے والد صاحب وفات پا گئے۔ انکی وفات کے تین ماہ بعد انہوں نے میٹرک کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ گھر میں اپنے سب بہن بھائیوں سے سب سے بڑے تھے۔ آمد کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور نہ ہی کوئی جائیداد تھی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد انکی والدہ صاحبہ نے وقف کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ کیونکہ ان کی پیدائش سے پہلے ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو وقف کریں گی۔ میاں عبدالحی حضور کو ملنے گئے۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ آپ اپنی امی سے کہیں کہ وہ دعا کریں۔ بار بار حضور کو ملنے جاتے تو حضور یہی فرماتے کہ امی کو کہو کہ دعا کریں انکی امی نے دعا کی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دس بارہ پودے لگائے ہیں۔ ان میں سے ایک میرا بھی ایک پودا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسکو اتار دو۔ میں کہتی ہوں کہ میرے خدا سے وعدہ ہے۔ میں نے اس پودے کو نہیں اتارنا پھر میاں عبدالحی صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے سامنے امی کی خواب بیان کی۔ حضور نے فرمایا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ آپکی امی کیا کریں۔ انکی والدہ نے کہا۔ بیشک مجھے جتنی بھی مشکلیں پیش آئیں میں بھوکی مرجاؤں میں اپنے وعدہ سے نہیں ٹلوں گی وہ 12 لوگوں دو تھے واقف زندگی کرنے والوں کا دوسرا بیچ تھا۔ جس میں مکرم مشتاق باجوہ صاحب وغیرہ تھے پہلا بیچ مکرم شمس صاحب کا تھا انہوں نے 1956ء میں منشی فاضل اور ایف اے کا امتحان دیا۔ نمایاں پوزیشن حاصل کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے محترم عبدالحی صاحب سابق مربی سلسلہ انڈونیشیا کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے ۲۵ سال تک خدمت انجام دی۔ اگرچہ مجموعی طور پر آپ کی دینی خدمات کا سلسلہ 55 سال تک محیط ہے۔ حضور نے فرمایا۔ آپ کا مزاج نہایت میٹھا تھا۔ طبیعت میں بہت نرمی اور شفقت تھی دوستوں کے ساتھ اچھے دوست اچھی باتیں کرنے والے شخص تھے۔ نہایت پاکیزہ مزاج پایا تھا۔ آپ نے لمبا عرصہ مسلسل خدمات کیں اور کینسر کی حالت میں خدمت دین اس طرح انجام دیتے رہے۔ کہ

جیسے یہ آپ کی زندگی کا عزیز ترین مشغلہ ہے۔ بیماری میں جو خطوط آپ نے مجھے لکھے۔ان میں بھی انہی جذبات کا اظہار تھا۔

اہم خدمات

میاں عبدالحی صاحب نے انڈونیشین زبان میں تفسیر قران کریم ترجمہ کے ساتھ کیا۔انہوں نے حضرت مسیح موعوم علیہ السلام۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور خلیفۃ المسیح الرابع کی کتابوں کا بھی انڈونشین زبان میں ترجمہ کیا۔اس کے علاوہ بھی آخر تک سلسلہ کی کتب کا انڈونیشئی زبان ہی میں ترجمہ کرتے رہے شادی کے بعد 1956 : میں تاسیک ملایا رہے پھر جوگیکارتا میں تقری ہوئی جہاں پر آٹھ سال کا عرصہ رہے۔ پھر بانڈونگ میں 1965۔1970 تک رہے انہوں نے تبلیغ کے میدان میں اکثر تبلیغی جلسے کئے۔خدا کے فضل کرم سے ہزاروں لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے ایک بار تو ایک گاؤں کرچل یہ گاوں وسطی جاوہ میں ہے تبلیغی جلسہ کے بعد ایک رات میں پورے گاؤں کے لوگوں نے بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔الحمداللہ جزیرہ بالی میں بھی کافی عرصہ رہے جماعت کے ساتھ بحث مباحثے ابھی کافی ہوئے ایک بار مباحثے میں دوسر پارٹی کو شکست ہورہی تھی۔اسی پارٹی میں سے ایک فوجی تھے غصہ میں آ کر بندوق تان کر کھڑا ہوگیا کہ اس شخص کو ہم ختم کر دیں گے۔اس وقت ہماری جماعت کی عورتیں گھیرا کر کے کھڑی ہوگئیں کہ ہم کو پہلے ختم کرو پھر انہیں کچھ کہنا۔یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے واقعات تو بہت ہیں۔ میں صرف اسوقت مختصر سا لکھ رہی ہوں۔اگر صحت نے اجازت دی تو پھر انشاءاللہ کچھ لکھنے کی کوشش کروں گی۔والسلام مرضیہ کوثر اہلیہ میاں عبدالحی مبلغ انڈونیشیا(10اکتوبر2007ء)

1973ء میں ابا جان کو بطور مربی سلسلہ انڈونیشیا بھجوانے کا فیصلہ ہوا۔چنانچہ ہم لوگ ربوہ شفٹ ہوگئے۔لاہور سے رخصت ہوتے وقت جماعت لاہور نے نہایت محبت سے آپ کو اوداع کہا۔دہلی دروازہ لاہور کی بیت الذکر میں ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں مکرم راحت قریشی صاحب نے افراد جماعت کے دلی جذبات کو الوداعی پیشکش کے نام سے درج ذیل منظوم شکل میں پیش کیا جو افراد جماعت کے خلوص ومحبت اور اپنائیت کا بے ساختہ اظہار ہے:

ہر گام پہ خود آپ کا ناصر وہ خدا ہو	اللہ کرے ہم سب کی یہ مقبول دعا ہو
مامون ہوں ہر آن سفر میں ہوں حضر میں	مشکل نہ پڑے کوئی بھی نہ رنج و بلا ہو
جو فیض علم آپ نے ہم سب کو ہے بخشا	وہ علم و فضل آپ کا اُس سے بھی سوا ہو
تبلیغ میں ہو آپ کی تاثیر ہدایت	طاقت وہ ملے آپ کو توفیق عطا ہو
شیطان رہے آپکی ہر راہ میں مغلوب	ہر لحہ قدم آپ کا آگے ہی بڑھا ہو
مل جائے انہیں نو ر خدا آپکے ہاتھوں	اُس ملک کا ہر فرد بھی محبوب خدا ہو
راحت دم فرقت ہیں یہ جذبات ہمارے	دو طرفہ دعاؤں میں یا دوں کی جلا ہو

انڈونیشیا جانے والے وفد میں ابا جان کے ہمراہ محترم مولانا امام دین صاحب،محترم مولانا محمد سعید انصاری صاحب اور محترم راجہ نصیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔اُن دنوں مبشرین کرام کی بیرون ملک روانگی نہایت یادگار ہوا کرتی تھی۔ربوہ ریلوے اسٹیشن پر بہت سے احباب جماعت الوداع کہنے آتے،جانے والوں کو پھولوں کے ہار پہنائے جاتے اور پھر احباب انہیں اپنی دردمندانہ دعاؤں اور فلک شگاف نعروں کے ساتھ الوداع کہتے۔اس وفد کو بھی ربوہ ریلوے سٹیشن پر اسی انداز میں الوداع کہا گیا اور پھر لاہور ائیر پورٹ پر جماعت احمدیہ لاہور کے افراد نے اپنی دعاؤں سے رخصت کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے ایک بزرگ مبلغ حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم کا ذکر خیر

مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب لندن

مرسلہ: صفدر نذیر جاوید گولیکی

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم آف انڈونیشیا نے 1925ء میں حضرت مولانا رحمت علی صاحب مبلغ انڈونیشیا کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ پھر آپ قادیان آگئے جہاں آپ نے آٹھ سال تک فاضل عربی کی تعلیم حاصل کی اور پھر دو سال تک مبلغین کلاس میں پڑھتے رہے اور پھر اپنی وفات (1982ء) تک نہایت اخلاص اور وفا کے ساتھ وقف زندگی کے عہد کو نبھایا۔

انڈونیشیا کے ابتدائی بزرگ واقف زندگی مبلغین میں آپ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی تمام اولاد دیندار اور مخلص اور فدائی احمدی ہے۔ آپ کے بچوں میں سے سب سے بڑے بیٹے مکرم عبدالقیوم صاحب کی زبانی آپ کی زندگی کے بعض دلچسپ اور ایمان افروز واقعات ذیل میں ہدیہ قارئین ہیں۔ (مدیر):

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ میں ایک واقف زندگی مبلغ سلسلہ کا بیٹا ہوں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کی خود نصرت اور حفاظت فرماتا ہے اور انہیں کئی رنگ میں برکتوں سے نوازتا ہے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اخلاص کے ساتھ اپنے عہد وقف زندگی کو نبھائے اور سو فیصد خدمت دین کے لئے وقف ہو۔ مجھے یاد ہے جب ہم بچے تھے ایک دفعہ میری دو تین بہنیں شدید بیمار تھیں۔ والد صاحب نے ایک تبلیغی سفر پر جانا تھا۔ آپ پروگرام کے مطابق سفر پر روانہ ہوئے۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ آپ سفر پر جارہے ہیں، بچے بیمار ہیں، ان کا کیا بنے گا؟ فرمانے لگے میں خدا کے کام پر جارہا ہوں وہ خود ان کا محافظ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بہت جلد بہنیں بیماری سے شفایاب ہوگئیں۔

ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے گیارہ بہن بھائی تھے۔ مجھ سے بڑی ایک بہن ہے باقی سب مجھ سے چھوٹے ہیں۔ مبلغ کی اولاد ہونے کے لحاظ سے بظاہر ہمارا رہن سہن نسبتاً سادہ اور غریبانہ تھا لیکن آج ہم گیارہ میں سے سات بہن بھائی یونیورسٹی گریجویٹ ہیں۔ ایک بھائی عزیزم عبدالباسط، جامعہ احمدیہ ربوہ کے فارغ التحصیل، واقف زندگی اور مبلغ سلسلہ ہیں (جو بعد میں امیر و مشنری انچارج بنے ناقل)۔ اور میری ایک ہمشیرہ مکرم سیوطی عزیز صاحب مبلغ سلسلہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔ 1964ء میں جب میں انجینئر بنا اس دور میں۔ گریجوئیشن بھی بہت بڑی بات تھی۔ مجھے یاد ہے اس وقت انڈونیشیا میں ہماری جماعت میں صرف تین آدمی انجینئر تھے۔ ایک ہمارے موجودہ امیر مکرم شریف لوبس صاحب، دوسرے انیس ایوب صاحب (موجودہ صدر انصاراللہ، انڈونیشیا) جو ہمارے مبلغ مکرم مولانا ابوبکر ایوب صاحب مرحوم کے بیٹے ہیں اور تیسرا یہ خاکسار۔ گویا جماعت میں کل احمدی انجینئر کا دو تہائی مبلغین کے بیٹے تھے۔ میں نے جب ہائی سکول پاس کیا تو اعلیٰ معیار کے سکولز میں داخلہ کے لئے فیس بھی میرے پاس نہ تھی۔ والد صاحب نے مجھے ایک ایسے ہی سکول میں جانے کے لئے فرمایا اور فرمایا کہ تم جاؤ اور داخلہ کے لئے کوشش کرو۔ تمہیں وہاں سے سکالرشپ مل جائے گا۔ لیکن کیسے؟ میں نے کہا۔ "میں تعلیم میں تو اتنا برا نہیں لیکن پہلے سال میں تو ویسے بھی وہاں کسی کو سکالرشپ نہیں ملتا بلکہ اگر کوئی ان کے معیار پر پورا اترے تو تیسرے سال کے بعد وظیفہ ملتا ہے"۔ والد صاحب فرمانے لگے" تم دیکھنا تمہیں وظیفہ ملے گا"۔ میں نے کہا یہ ناممکن ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اور پھر میں کسی منسٹر کی اولاد تو ہوں نہیں کہ کوئی سفارش چل جائے۔ اور آپ کو یہاں کوئی بھی نہیں جانتا، مجھے وظیفہ کیسے مل سکتا ہے"۔ مگر بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ ایسی سوچ میری نادانی تھی اور جیسا

والد صاحب نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ تین ماہ بعد شیل آئل کمپنی کی طرف سے مجھے پیشکش ہوئی کہ اگر تم انجینئر بنو تو ہم تمہیں چار گنا زیادہ سکالرشپ دیں گے۔ پھر میں نے اس رقم سے ایک موٹر سائیکل خریدا، حالانکہ کبھی خواب میں بھی یہ نہ سوچا تھا کہ ایک غریب مبلغ کا بیٹا موٹر سائیکل بھی لے سکے گا۔ یقیناً یہ والد صاحب کی دعاؤں اور توکل علی اللہ کا ایک نشان تھا۔ جب مجھے کمپنی کی طرف سے مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس بھیجا گیا تو میں نے والد صاحب کو لکھا کہ میرے لئے یہاں سے ڈگری لینا ممکن نہیں کیونکہ ہمارے ملک کا ریاضی کا معیار بہت کم ہے اور یہاں کا معیار بہت بلند ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میں اس کمی کو پورا نہیں کر سکوں گا۔ محترم والد صاحب نے جواباً لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم امتحان میں پاس ہو جاؤ گے۔ تم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو دعا کے لئے خط لکھو اور پھر دیکھو کہ کیا جواب آتا ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں خط لکھا تو وہاں سے جواب آیا کہ تم پڑھتے جاؤ مگر چندہ باقاعدگی سے ادا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور چندوں میں بھی التزام اختیار کیا۔ اور اللہ کا فضل اس طرح نازل ہوا کہ اس سال جتنے لوگ اس خاص امتحان میں شامل ہوئے ان میں سے صرف میں واحد طالب علم تھا جس نے وہ امتحان پاس کیا۔ اور پورے انڈونیشیا میں میں وہ پہلا انڈونیشین ہوں جس نے وہ خاص ڈگری حاصل کی۔ الحمد للہ۔ جب میں انجینئر بنا تو والد صاحب بہت خوش ہوئے۔ پھر میرے دو اور بھائی بھی انجینئر بنے، میری دو بہنیں بھی انجینئر ہیں، ایک بھائی اکانومسٹ ہیں اور ایک سائنس دان۔

جہاں تک میں نے نظر دوڑائی ہے میں نے دیکھا ہے کہ اکثر مبلغین کے بچے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کی ان مبلغین اور ان کی اولادوں کے حق میں دعاوں کا ہی ثمر ہے۔ مبلغ سلسلہ ہونا ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ **اگر واقف زندگی اپنا تمام تر توکل اللہ تعالیٰ پر رکھے اور پورے اخلاص، محنت اور وفا کے ساتھ خدمت دین میں مصروف رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے۔** کیونکہ یہ ایک قابل احترام منصب ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک فیملی نے محترم والد صاحب کو دعوت پر بلایا۔ ان لوگوں کا عام رویہ مبلغ کے ساتھ ٹھیک نہ تھا۔ والد صاحب نے وہاں جانے سے پہلے گھر میں ذکر فرمایا کہ یہ فیملی کچھ ذلیل ہوگی کیونکہ انہوں نے مبلغ سے تکریم کا سلوک نہیں کیا۔ ایسا ہی ہوا اور اس خاندان میں بعض ایسے واقعات ہوئے جس سے انہیں بہت ذلت اور خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں کے بعد اس فیملی کی عورت والد صاحب کے پاس آئی اور روتے ہوئے معافی کی طلب گار ہوئی۔ والد صاحب چونکہ خود واقف زندگی تھے اور وقف کی برکتوں کا ہر آن مشاہدہ کرتے تھے اس لئے ان کی شدید خواہش تھی کہ آپ کے بچوں میں سے بھی کوئی مبلغ بنے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں اپنے بیٹے عبدالباسط کو مبلغ دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ یہ دعا کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدایا مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں اپنے بیٹے کو بطور مبلغ نہ دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے عجیب طریق پر آپ کی خواہش کو پورا فرمایا۔ جب عزیزم عبدالباسط جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کرنے کے بعد انڈونیشیا آیا تو اتنے خوش ہوئے کہ کہنے لگے کہ اب میں اس دنیا سے جانے پر مطمئن اور تیار ہوں۔ اسی سال سنٹرل جاوا میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جب عبدالباسط نے تقریر کی اس وقت والد صاحب ایک کونے میں بیٹھے اپنے مبلغ بیٹے کی تقریر سن رہے تھے۔ باسط نے تقریر ختم کی تو ساری جماعت کے دوست والد صاحب کو مبارکباد دینے لگے۔ اس کے ایک ہفتہ بعد والد صاحب کی وفات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ **میرے والد صاحب ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو جماعت کو کبھی نہ چھوڑنا اور دوسرے یہ کہ کبھی جماعت کی جائیداد سے یا فنڈز سے ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہاری کوشش ہمیشہ یہ ہونی چاہئے کہ حسب توفیق جماعت کو مالی قربانی پیش کرو اور کبھی جماعت سے مالی فوائد لینے کی تمنا نہ کرو۔ اور تیسری نصیحت آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی جماعت کے بزرگان سے ملو تو کوشش کرو کہ کبھی خالی ہاتھ نہ ملو۔ بلکہ کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کرو۔**

(الفضل انٹرنیشنل 26 تا 8 اگست 1996ء ص 29)

مکرم عبدالباسط شاہد امیر جماعتہائے احمدیہ انڈونیشاء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک الفاظ میں

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی، واقفِ زندگی کینڈا

مکرم عبدالباسط شاہد امیر جماعتہائے احمدیہ جو 8 اکتوبر 2022ء کو بقضاء الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں مکرم عبدالباسط صاحب امیر جماعتہائے انڈونیشا کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''مکرم عبدالباسط صاحب جو امیر جماعت انڈونیشیا تھے 8 اکتوبر کو 71 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ مولوی عبدالواحد سماٹری صاحب کے بیٹے تھے اور ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اکیس سال کی عمر میں 20 ستمبر 1972ء کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے 1981ء کے آغاز میں جامعہ احمدیہ سے ربوہ شاہد کا امتحان پاس کیا۔1981ء کو بطور مبلغ اپنے ملک انڈونیشیا واپس تشریف لے گئے۔

87ء میں مجلس عاملہ انڈونیشیا کے مشورہ سے تجویز ہوا کہ تھائی لینڈ میں تبلیغ کے پیش نظر ایک انڈونیشین مبلغ کو کوالا لمپور ملائیشیا کی نیشنلٹی حاصل کر کے تھائی لینڈ میں تبلیغ کے لیے بھجا جائے تو ان کا نام پیش ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے منظوری فرمائی اور یہ وہاں تھائی لینڈ چلے گئے۔بعد میں پھر ان کا تقرر انڈونیشیا میں ہو گیا اور تادم آخر یہ انڈونیشیا میں ہی رہے اور ایک لمبا عرصہ امیر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ چالیس سال تک ان کا خدمت کا عرصہ ہے۔

پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ان کی اہلیہ موسلی واتی (Musliwati) صاحبہ کہتی ہیں کہ مرحوم سلسلہ کا بہت درد رکھتے تھے اور جماعت کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔بحیثیت بیوی میں ان کی جماعت کی لگن اور خدمات کا اعتراف کرتی ہوں۔ان کے ایک بھتیجے طاہر صاحب ہیں۔وہ کہتے ہیں مرحوم مرکز سے آنے والی ہدایت کی مکمل طور پر اطاعت کرتے۔ایک دفعہ مرحوم نے بتایا کہ فیملی سے ملنے کے لیے ملائیشیا جانے کا پروگرام تھا۔اس کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھی خریدا ہوا تھا لیکن کہتے ہیں تقریباً ایک ہفتہ کے بعد جب میں دوبارہ ملا تو پوچھا آپ ملائیشیا کیوں نہیں گئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مرکز کی طرف سے جو خط موصول ہوا ہے اس میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔اس لیے میں نے ملائیشیا جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور ٹکٹ کی بھی کوئی پروا نہیں کی یہ ان کے ساتھ کام کرنے والے ایک عہدے دار ہیں، وہ کہتے ایک بڑے پیار سے، محبت سے ہمیں سکھانے اور سمجھاتے۔امیر جماعت ہونے کے باوجود جماعت سے سہولتیں نہیں مانگتے تھے۔جماعت کی طرف سے جو بھی ملتا بخوشی استعمال کرتے۔سادگی کو ترجیح دیتے۔دفتری اوقات میں کئی دفعہ خود ہمارے پاس آ کر بیٹھ جاتے۔اور خطوط کو ملاحظہ کر کے نوٹ لکھواتے تھے۔مبلغین کا بہت احترام کرتے تھے۔بہت گہرا اور وسیع علم رکھنے والے تھے۔ہمیشہ جب بھی کوئی فیصلہ کرتے تو عاملہ ممبران سے بھی یہ مشورہ طلب کیا کرتے۔باوقار مگر عاجزی سے بھرے ہوئے وجود تھے۔نہایت ملنسار اور ہر ایک بڑے چھوٹے سے خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔

خلافت سے بے انتہا محبت تھی ہمیں تلقین کرتے تھے کہ خلیفہ وقت کے حکم پر اپنی سب آراء کو چھوڑ کر فوراً عمل کرنا چاہیے۔جماعتی نظام کو فوقیت دیتے

تھے۔ جماعتی اموال پر گہری نظر اور بھرپور حفاظت کرنے والے تھے۔ کسی بھی خلاف ورزی پر آپ سختی سے پیش آتے تھے۔ اکثر دوسرے کارکنوں سے پہلے دفتر آتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے دفتر نہ آسکتے یا دیر سے آتے تو سٹاف کو ضرور اطلاع دیتے تھے بلکہ جب آپ دفتر سے کسی معاملے کے لیے باہر جاتے خواہ تھوڑی دیر کے لیے جائیں تو پھر بھی دفتر کے عملے کو اطلاع ضرور دے کے جاتے تھے۔ رپورٹس یا خطوط کو چیک کرتے وقت مرحوم نہایت محتاط تھے۔ مکمل طور پر ہر ایک چیز کو دیکھتے تھے اور اگر فوری کام کی ضرورت ہوتی تو رات دیر تک کام میں مصروف رہتے۔ احمدیوں سے ملنے کے لیے جاتے تو احمدی کہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے لیے ہمیشہ تحفے ساتھ لے کر جایا کرتے تھے۔ ہمیشہ پیار و محبت کا سلوک کرتے۔ ایک ایسے راہنما تھے جو ہمیشہ دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ امیر صاحب ہمارے لیے اور انڈونیشیا کے احمدیوں کے لیے گویا روحانی باپ تھے۔ جماعتی نظام اور روایات کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ اور یہی خصوصیات ہیں جو ایک امیر میں ہونی چاہیے جب ناراض ہو جاتے تو ہر ایک کی عزت کا بھی خیال رکھتے۔ یہ نہیں کہ ناراضگی میں جو چاہا کہہ دیا سزا دیتے وقت اصلاح کا پہلو ہمیشہ منظر ہوتا تھا۔ کوئی دشمنی نہیں ہوئی تھی، کینہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اصلاح مقصد تھا۔ پھر کہتے ہیں بہت سارے احمدی یہاں اپنے جماعتی ذاتی کام میں آپ سے راہنمائی طلب کرتے تھے۔ آپ نے غیر معمولی محنت اور محبت کے ساتھ احباب جماعت انڈونیشیا کا خیال رکھا۔ گذشتہ ایک سال سے بیمار تھے۔ اپنی بیماری کے ایام میں بھی حسب معمول مختلف میٹنگز اور رابطہ اور دورہ جات میں جماعتی خدمات ادا کرتے رہے۔ اس میں کمی نہیں آنے دی۔

محمود وردی صاحب جو انڈونیشین ڈیسک میں یہیں لندن میں رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مزاج کے بعض پہلو بہت نمایاں تھا جن میں سے سب سے نمایاں ان کا تبحر علمی ہے۔ بڑے علم دوست آدمی تھے۔ ہر آن حصول علم کا شوق تھا۔ مختلف موضوعات کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے تھے۔ جس ٹاپک پر بھی بات ہوتی وہ اس پر سیر حاصل گفتگو کرنے پر عبور رکھتے تھے۔ جماعتی کتب پر مبنی علوم کے علاوہ جنرل نالج پر بھی ان کو عبور تھا۔ باقاعدگی سے اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے۔ نیشنل اور انٹرنیشنل ہر قسم کی خبریں پڑھتے۔ چاہے وہ انڈونیشین میں ہوں یا انگلش میں ہوں۔ تقریر کرتے ہوئے زیادہ لمبی چوڑی تقریر نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ مختصر اور جامع خطاب کرتے اور تقریر میں لوگوں کو اپنی بات سادہ الفاظ میں سمجھا دیا کرتے۔ ہر طبقہ کے لوگ آرام سے ان کہی ہوئی بات سمجھ سکتے تھے۔ پھر کہتے ہیں روزمرہ لباس بڑا سادہ تھا لیکن باوقار انسان تھے۔ کسی قسم کا تکلف یا بناوٹ بالکل نہیں تھا۔ ہر طبقے کے لوگ ان کے ساتھ بیٹھ کر بے تکلفی سے بات کر لیا کرتے تھے لیکن ہمیشہ سب ان کی عزت و تکریم اور حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے ان کے ساتھ بات کیا کرتے تھے۔

فضل عمر فاروق صاحب وہاں مربی سلسلہ ہیں، جامعہ میں استاد بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں طفل کے ایام سے امیر صاحب کے قریب رہا۔ جب جماعت انڈونیشیا نہایت مشکل دور میں تھی تو آپ محنت اور صبر اور تحمل سے تمام احباب جماعت کی حوصلہ افزائی کرتے۔ انہیں صبر اور دعا کی تلقین کرتے رہے۔ جب بھی دعا کرتے تو بڑی رقت اور خشوع سے کرتے تھے۔ ہمیشہ وقت پر نماز کے لیے مسجد میں آتے۔ واقفین زندگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی مربی میدان عمل میں جانے لگتا تو آپ اپنی طرف سے اس کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیتے۔ سیف اللہ مبارک صاحب ہیں یہ بھی جامعہ کے استاد ہیں یہ کہتے ہیں کہ مولانا عبدالباسط صاحب واقفین زندگی کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ جماعت کے ہر پروگرام میں ہمیشہ شامل ہوتے تھے، ہر ایک کے ساتھ نرمی اور احترام سے بات کرتے تھے۔ کسی بھی مجلس میں جاتے تو آپ کے آنے سے رونق ہو جاتی تھی مسکراتے رہتے۔ کہتے ہیں جب جامعہ انڈونیشیا میں پڑھتا تھا تو مغرب کے بعد ہمارے ساتھ بیٹھتے اور حال چال پوچھتے اور ہلکی پھلکی باتیں ہوتیں۔

پھرنورالدین صاحب مربی سلسلہ ہیں، انہوں نے بھی لکھا ہے کہ ایسے امیر تھے جواپنا نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔موصوف سے کہتے ہیں کہ 2018ء میں ہماری مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔اس وقت ہمارے پاس چھ کروڑ روپے کی رقم تھی۔انڈونیشین روپیہ کی قیمت بہت کم ہے تو کروڑوں اور بلینز میں باتیں ہوتی ہیں وہاں۔اس لحاظ سے کہتے ہیں چھ کروڑ کی رقم تھی جبکہ مسجد کے لیے تقریباً ڈیڑھ ارب روپے کی ضرورت تھی۔موصوف نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ مسجد کی تعمیر کرنے کے لیے جتنا بھی بجٹ مہیا ہوتا ہے اس سے تعمیر شروع کرتے ہیں لیکن اس کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی مدد کا نظارہ دیکھیں گے۔ اگر ڈیڑھ ارب انڈونیشین ریپیہ ہے تو کوئی ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ چھ کروڑ تمہارے پاس ہے۔شروع کردو۔ 1/10 بھی نہیں تھا۔تین فیصد بلکہ چار فیصد تھا۔ یانصیحت کرنے کے بعد کہتے ہیں موصوف نے اپنی جیب سے بٹوا نکال کر میں مسجد کے لیے کچھ رقم دی۔یہیں سے احباب جماعت نے بھی بڑھ چڑھ کر اپنی بہترین قربانی پیش کرنی شروع کردی۔ یہاں تک کہ دوسال کے اندر مسجد کی تعمیر اسی فیصد مکمل ہوگئی۔ پھر یہ pandemic کا زمانہ آ گیا۔لوگوں کی آمدنی کم ہوگئی پھر مسجد کی تعمیر رک گی۔ کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور بتایا کہ مسجد کی تعمیر مکمل کرنا چاہتے ہیں لیکن تقریباً پندرہ کروڑ روپے کی ڈیڑھ سوملین کی ضرورت ہے۔ہمیں امید تھی کہ مرکز ہماری مدد کردے گا لیکن امیر صاحب نے کہا مرکز مدد نہیں کرے گا۔آپ لوگ کسی سے مانگے بغیر یہ رقم پوری کرسکتے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کتنے احمدی ہیں۔ میں نے کہا 160 احمدی ہیں یہ سن کر موصوف نے بڑے آرام سے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہرایک شخص سے کہیں کہ دس ملین تقریباً سو پاؤنڈ سوا سو پاؤنڈ بنتے ہوں گے دے دیں تو یہ رقم پوری ہوسکتی ہے۔ کہتے ہیں شروع میں ہمیں یقین نہیں تھا کہ یہ کام اتنی آسانی سے ہوسکتا ہے لیکن جب ہم نے اس نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے احباب جماعت کے دلوں میں ایک محبت اور جذبہ ڈال دیا وہ اپنے بہترین مال مسجد کی تعمیر کے لیے پیش کریں۔اس کے علاوہ موصوف نے پھر بھی اوراپنی طرف سے کافی رقم پیش فرمائی۔ چنانچہ تین سال کے اندر فروری میں مسجد مکمل ہوگئی۔ پھر اپنے نہیں غیروں کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے۔لقمان حکیم سیف الدین صاحب سابق وزیر مذہبی امور (یہ احمدی نہیں ہیں) کہتے ہیں کہ مرحوم کو نیشنل سطح پر ایک شخصیت سمجھتا ہوں جو ہمیشہ انسانیت کو مقدم رکھتے تھے۔آپ کہیں بھی جاتے ہمیشہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ کس طرح ہم انسانیت کی عزت، باہمی برداشت اور ہرایک کا خیال رکھ سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ سب باتیں ہم سب کی ذمہ داری ہیں۔ نہ صرف احمدیوں کی بلکہ سب انڈونیشین کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں اور جو بھی نصائح انہوں نے ہمیں کی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جتنے بھی اختلافات اور فرق ہمارے درمیان ہیں وہ سب آپس میں نفرت پھیلانے اور انسانیت کی عزت کو گرانے کا باعث بنتے ہیں انہیں دور کریں۔

انڈونیشیا میں تیونس کے سفیر زہیری (Zuhairi) صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے امیر صاحب سے یہ بات سیکھی کہ کس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور علماء سے محبت کریں اوران کی اعلیٰ تعلیمات پر عمل کریں۔ اگرچہ احمدیوں پر ظلم کیا گیا۔گالیاں دی گئیں۔انڈونیشیا میں بہت ظلم ہوا اور بڑی ہمت سے انہوں نے وہ جو دور تھا وہ وہاں گزارا ہے اور بڑے طریقے سے سب احمدیوں کو سنبھالا۔ بہرحال یہ لکھتے اگرچہ احمدیوں پر ظلم کیا گیا۔گالیاں دی گئیں اور ناانصافی کا سلوک کیا گیا پھر بھی امیر صاحب نے ہمیں یہ سکھایا کہ کسی بھی حالت میں ہمیں اخلاص و وفا کے ساتھ دین، ملک اور انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے کیونکہ پوری دنیا کے احمدیوں کا اعتقاد ہے کہ Love for all Hatred for none میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر صاحب اللہ تعالیٰ کے محبوب، عالم، سادہ مزاج اور بااخلاق شخصیت تھے۔

پھر عالمی سطح پر ایک تنظیم کی راہنما نیا(Nia) شریف الدین صاحبہ لکھتی ہیں کہ امیر صاحب کی بات کرنے کا اندازہ بہت ہی گہرا اثر کرنے والا تھا۔ اگرچہ نرمی اور ادب کے ساتھ بات کرتے تھے۔ پھر بھی اس میں حب وطن کے جذبات نمایاں تھے۔ گویا ان کی باتوں سے Love for all Matred for none ظاہر ہے۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ مرحوم اچھے آدمی تھے اور ایسے لیڈر تھے جو ہمیشہ ایمان اور ہر ایک سے محبت کے جذبات کے ساتھ بات کرتے تھے۔معراج الدین شاہد صاحب لکھتے ہیں کہ امیر کی حیثیت سے ان کی قیادت کے دوران جماعت احمد سے انڈونیشیا کو بہت زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور انڈونیشیا میں کئی مقامات پر احمدیوں پر حملے ہوئے۔ انہوں نے بڑی بہادری اور سکون کے ساتھ ان کا سامنا کیا۔سرکاری افسران بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ یہ ان کے اچھے روابط کی بدولت ہے۔

پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا معصوم صاحب لکھتے ہیں کہ امیر صاحب خلافت کے فدائی تھے۔ ہمسایہ ہونے کے ناطے اکثر اوقات نماز کے لیے میرے ساتھ مسجد جاتے تھے۔ وہ جب بھی دورے کے لیے جاتے تو ضرور بتاتے کہ فلاں جماعتوں کے دورے پر جارہا ہوں اور مجھے بھی کہا کرتے تھے کہ جایا کرو۔ جامعہ احمدیہ کا خاص خیال کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ بورڈ ممبر کی حیثیت سے طلبہ کا انٹرویو لیتے وقت ہمیشہ تلقین کرتے تھے کہ آپ لوگوں نے مبلغ بننا ہے اس لیے جماعتوں کے لیے ہر لحاظ سے نمونہ بنے کی کوشش کریں اور کہتے ہیں مجھے بھی ہدایت کرتے تھے اور ہر ایک کے بارہ میں انفرادی طور پر بھی بتاتے تھے کہ فلاں طالبعلم میں یہ کمی ہے۔اس کو پورا کروانے کی پوری کوشش کریں۔ جامعہ کے طلبہ سے دلچسپی تھی۔ ارشاد ملہی صاحب امریکہ میں مربی سلسلہ ہیں کہتے ہیں میں باسط صاحب کا جامعہ میں کلاس فیلو تھا اور۔ روم میٹ بھی تھا۔ مجھے ان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بہت زیرک اور کمال درجہ کے ذہین۔ خوش مزاج، ملنسار ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے۔ بیڈمنٹن کے بہت اعلیٰ کھلاڑی تھے۔ ہمیشہ ربوہ میں جیتا کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب وہ انڈونیشیا سے ربوہ جامعہ کے لیے آنے والے تھے تو انہی دنوں میں انہیں کسی کمپنی کی طرف سے بطور کھلاڑی ایک بہت بڑی آفر ملی تھی جس پر ان کے والد محترم مولانا عبدالواحد صاحب کو بڑی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں عبدالباسط اس بڑی آفر کی لالچ میں جامعہ جانے کا ارادہ تبدیل نہ کرلے۔ موصوف نے بتایا کہ جب انہوں نے اپنے والد کی یہ پریشانی دیکھی تو والد کو یقین دلایا اور یہ عہد کیا کہ میں کبھی دنیوی فائدے کے لیے دین کو نہیں چھوڑوں گا اور اس طرح بہت بڑے مالی فائدے کی آفر کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے ساری زندگی موصوف کی شاہد ہے کہ آپ نے دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھا اور اس عہد کو نبھایا۔ خلافت سے بہت پیار کرنے والے تھے۔ فدائی اور جاں نثار وجود تھے۔ طالب علمی کے دور سے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب تھے۔ کہتے ہیں ہم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بہت چہیتے ہیں۔ اس طرح ہر خلافت کے دور میں انہوں نے بہت اخلاص و وفا کا نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان جیسے مبلغین اور کارکنان اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا فرماتا رہے۔ میں نے بھی ہمیشہ ان کو جیسا کہ میں نے کہا کامل اطاعت کرنے والا اور بڑا بے نفس انسان دیکھا ہے اللہ تعالیٰ جانے والوں کی کمیاں بھی پوری فرماتا رہے انڈونیشیا کے مربیان، مبلغین کو ان کے نمونے خاص طور پر سامنے رکھنے چاہئیں اور باقی دنیا کے مبلغین کو بھی۔ یہ پرانی باتیں نہیں ہیں آج کل کے زمانہ کے لوگ تھے جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور وقف کا حق ادا کیا۔

(الفضل انٹرنیشنل لنڈن 18/نومبر 2022ء بروز جمعۃ المبارک)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کی مساجد پر ایک نظر

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

سب سے پہلی انڈونیشیا کی مسجد محمود سانڈ ینگ

جماعت احمدیہ کا پیغام سب سے پہلے 1925ء میں حضرت رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے پہنچا۔ حضرت رحمت علی صاحب سب سے پہلے tapak tuan Aceh sumatra میں پہنچے اور انہوں نے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ اس کے بعد وہ مغربی سماٹرا یعنی پاڈانگ شہر کی طرف گئے وہاں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تبلیغ سے کافی تعداد میں احمدی ہوئے اور پہلی جماعت بھی قائم ہوئی۔ لیکن وہاں اس زمانے میں با قاعدہ مسجد نہ تھی۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت مولانا رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ جاوا کی طرف گئے اور وہاں پر بھی تبلیغی مشن شروع کیا۔ ان کے جاوا میں آنے سے پہلے اس جزیرہ میں احمدیت کا پیغام بھی دوسرے مبلغین جیسے مولانا عبدالواحد صاحب وغیرہ کے ذریعہ سے پہنچ گیا تھا اور کافی جماعتیں بھی قائم ہوگئی تھیں۔ ان جماعتوں میں سے ایک جماعت سانڈ یک (sanding) ہے یہ جماعت مغربی جاوا میں واقع ہے اور مولانا عبدالواحد صاحب کے انڈر تھی۔ اس وقت مولانا رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ جکارتا میں تھے۔ انہوں نے مولانا عبدالواحد صاحب کو مسجد کی تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ 1936ء کو جماعت سانڈ ینگ نے مسجد کی تعمیر کی اور مسجد محمود نام رکھا۔ جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی تاریخ کے مطابق یہ پہلی مسجد تھی جو باقاعدہ جماعت نے تعمیر کی۔ گو اس سے پہلے جماعتیں قائم ہوگئی تھیں لیکن با قاعدہ مسجد نہیں تھی۔ آج بھی وہ مسجد اللہ کے فضل سے قائم ہے اور وہاں پر کافی تعداد میں احمدی ہیں۔ (روزنامہ الفضل آن لائن 29 دسمبر 2022)

جماعت احمدیہ کی چند خوبصورت مساجد

مسجد انور

مسجد ناصر

مدرسہ الواحد

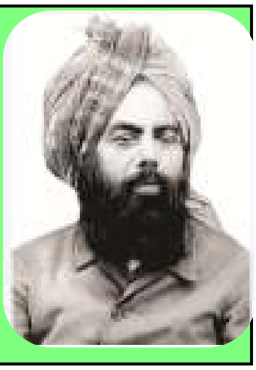

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کو حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ عطا کردہ ایک قیمتی تحفہ

(سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی کے آٹھ اصل صفحات)

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

جماعت انڈونیشیا کو عطا کردہ ایک قیمتی تبرک

جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کے نائب صدر مکرم لاڈن ہدایت صاحب اوائل 1955ء میں مرکز سلسلہ ربوہ میں ایک ماہ سے زائد عرصہ مقیم رہنے کے بعد جب واپس اپنے وطن تشریف لے جانے لگے تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے خواہش کی کہ جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کے لئے انہیں کوئی تبرک عنایت فرمایا جائے۔ حضور نے ان کی خواہش کے احترام میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تصنیف ”حقیقۃ الوحی“ کے مسودہ کا ایک حصہ جو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا اپنے پاس سے عنایت فرمایا۔ اور ہدایت فرمائی کہ اصل مسودہ کا عکس مرکز میں محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ حضور کی اس ہدایت کی تعمیل میں اس کے عکس کی تین کاپیاں لی گئیں جو خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہیں اور پھر اصل تبرک دو رومالوں میں لپیٹ کر اور ڈبے میں بند کر کے چناب ایکسپریس کی روانگی سے قبل 3 فروری 1955ء کو مکرم لاڈن ہدایت صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ اس تبرک کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت احمدیہ انڈونیشیا کو ایک خط لکھا جس کی نقل درج کی جاتی ہے۔

جماعت احمدیہ انڈونیشاء خدا تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی جماعت کے اخلاص و محبت احمدیت کے خطاب میں ہی دیکھ کر میں ایک تبرک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپ کو بھجواتا ہوں۔ یہ آپ کی ایک تحریر ہے جو آپ کے اپنے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہے۔ درحقیقت یہ آپ کی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ کے مسودہ کا ایک حصہ ہے مگر اس کے بارہ میں یاد رہے کہ یہ تحریر قلم برداشتہ ہے حقیقۃ الوحی کے چھپتے وقت اصل کاپیوں اور مطبوعہ کلام کا مقابلہ کرنے پر اور ترجموں پر نظر ثانی کرنے پر اصلاح کی گئی۔ اس لئے حقیقۃ الوحی مطبوعہ اور اس مسودہ میں کچھ قلیل سا فرق ہو گیا ہے ایسے اختلاف کے بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ جو حقیقۃ الوحی میں چھپا ہے وہ اصل ہے۔ اور جو اس مسودہ میں ہے وہ اس کے تابع ہے یہ مسودہ مطبوعہ تبرک زیادہ قیمت رکھتا ہے اور حقیقۃ الوحی کا مطبوعہ کلام بطور صحت زیادہ قیمت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی قدر سمجھنے اور کرنے کی توفیق بخشے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد 55-2-3 (الفضل 22ستمبر 1960ء)

حضرت مصلح موعود اس تبرک کا ذکر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 1956ء میں فرماتے ہیں:۔

پچھلے دنوں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پرانی تحریر ملی تھی۔ مَیں نے وہ تحریر انڈونیشیا بھیج دی ہے تا اس امانت کو وہاں محفوظ رکھا جائے اور اس سے وہاں جماعت برکت حاصل کرے۔ مگر الہام میں کپڑوں کا ذکر ہے یعنی خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا تھا کہ ”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“ اس لئے چاہیے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں کی ایسی جگہوں پر بھجوا دیں جہاں کیڑا انہیں لگتا۔ تا کہ وہ زیادہ لمبے عرصہ تک محفوظ رہیں۔“ (خطبات محمود جلد 37 ص 31)

حقیقۃ الوحی کتاب کے 4 صفحات کا عکس

صدسالہ سال بسال ترقی

انڈونیشیا میں شائع ہونے والے سونیئر میں 100 سالہ ترقی کی منازل کو اس طرح دیکھایا گیا ہے

(Sumbangsih Ahmadiyah Bagi Negeri;Souvenir Menyong 100 tahan

(مرسلہ:صفدرنذیرجاویدگولیکی)JAI (1925 .2025)

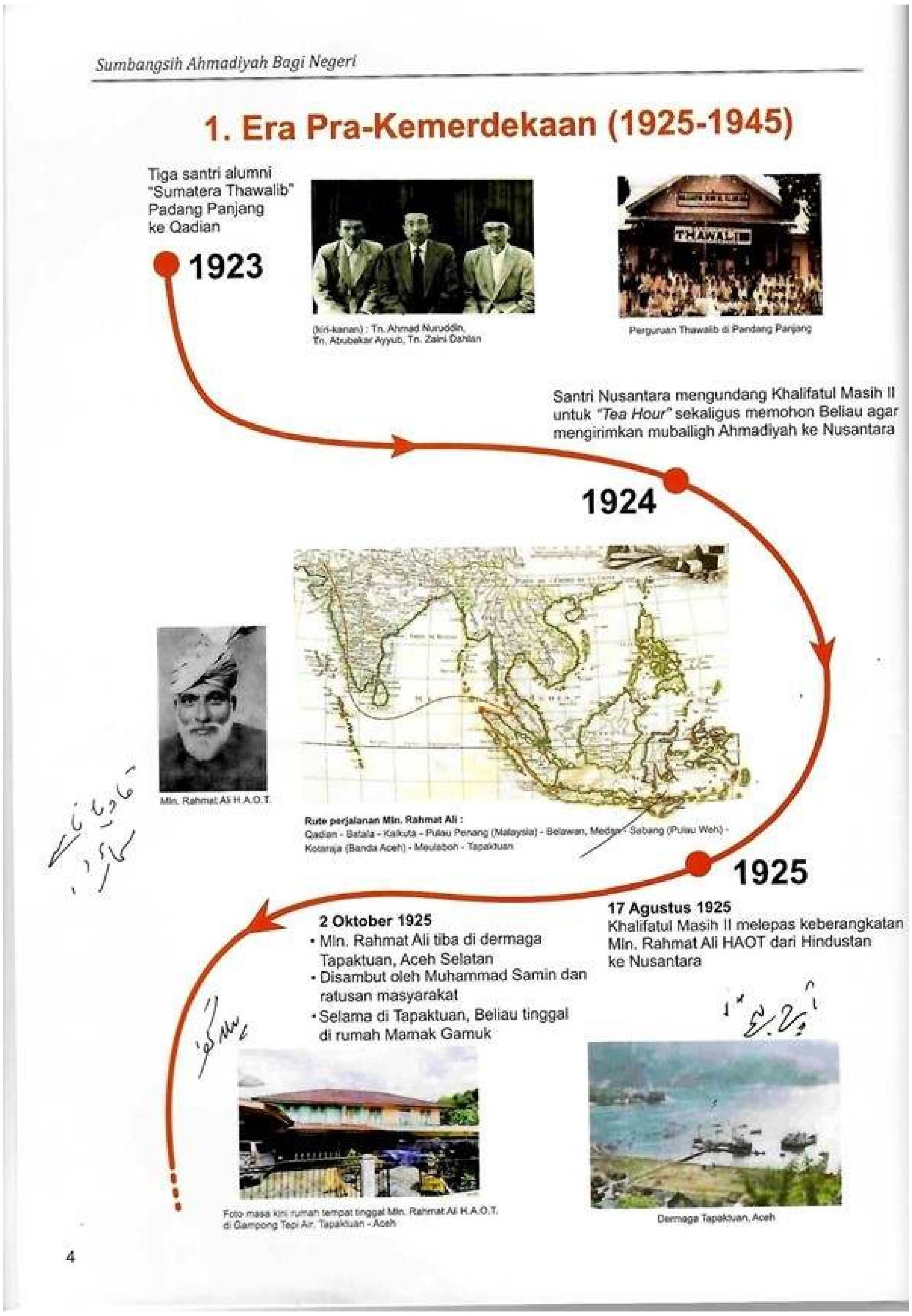

1925

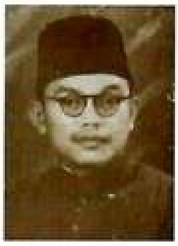

عبدالواحد
والد مبشر احمد طاہر
امیر

Seorang pemuda (21 tahun)
bernama Abdul Wahid menjadi
penterjemah Mln. Rahmat Ali H.A.O.T

25 Desember 1925

- Baiat pertama di Tapak Tuan, Aceh Selatan (15 orang)
- Perdebatan dengan ulama dari Padang Panjang
  di rumah Mamak Gamuk.
- Para ulama Padang Panjang kewalahan.
  Mereka mengadu ke polisi kolonial bahwa kedatangan
  Mln Rahmat Ali itu meresahkan masyarakat Aceh.

15 شخص ہیں :

Abdul Aziz Syarif
menganjurkan Tn. Rahmat Ali
untuk pindah ke Padang

1926

Januari 1926
Mln. Rahmat Ali H.A.O.T
berlayar menuju
Pelabuhan Muara, Padang

Pelabuhan Muara- Padang

I. Infografis Perkembangan JAI dan Beberapa Momen Bersejarah (1925-2020)

1926

Di Padang, Beliau tinggal di kawasan Pasar Miskin, bangunan kayu bertingkat milik Daud Bangso Dirajo.

Bangunan Lt. 2 di Pasar Miskin (sekarang Pasar Raya)

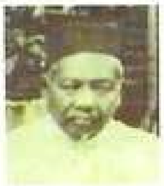

Daud Bangso Dirajo

1927

27Juli 1927
Rencana perdebatan dengan ulama yang diadakan panitia pihak ke-3, yaitu "Komite Pencari Hak Penolak Syubhat", tempat di Pasar Gadang (bangunan milik Bagindo Zakaria). Tetapi para ulama itu tidak datang. Panitia (12 orang) merasa kecewa kemudian membubarkan kepanitiaan lalu baiat sekaligus menyatakan berdirinya Jemaat Ahmadiyah di Kota Padang.

Foto Anggota Komite Pencari Hak Penolak Syubhat

Pasar Gadang, Padang

Bagindo Zakaria

7

1927

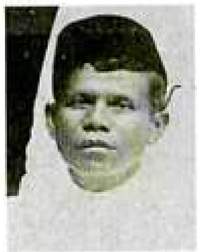

Bagindo Marajo
(Ketua Jemaat Padang pertama)

1928

Selama 3 tahun di Padang, upaya tabligh meluas ke Pariaman, Bukittinggi, Padang Panjang, Batusangkar, Payakumbuh dan Solok.

1929

Foto bersama pemuda Indonesia dan Khalifah II. Tampak Mln. Rahmat Ali (duduk paling kiri) pada saat masa cuti Beliau, Hadhrat Mirza Basyiruddin Mahmud Ahmad (duduk tengah),Ketua Jemaat Ahmadiyah Padang pertama Bagindo Marajo (duduk sebelah kanan Huzur), Abu Bakar Ayyub (duduk paling kanan) dan Mln. Abdul Wahid (duduk di depan dekat kaki Huzur)

1930

Mln. Rahmat Ali cuti ke Qadian-India. Pada Desember 1930 Beliau kembali ke Padang.

1931

April 1931
Mln. Rahmat Ali H.A.O.T pindah ke Batavia.

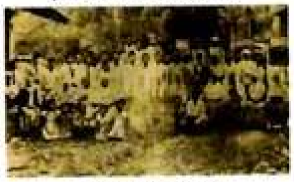

Para pendahulu
Ahmadiyah Jakarta
(Gang Bunder di Pasar Baru)

Para pendahulu
Ahmadiyah Bogor

1932

1. Bogor (Kebon Jahe)
2. Bunijaya

R.Bermawie Ranuprawira, yang mewakafkan tanah untuk Mesjid di Petojo, Jakarta Pusat.

1933

Perdebatan dengan "Pembela Islam" di Bandung (April 1933) dan Batavia (September 1933)

Gedung tempat dilaksanakannya perdebatan Ahmadiyah dengan "Pembela Islam" (April 1933). Kini menjadi Gedung Yayasan Pusat Kebudayaan, Jl. Naripan No. 9, Bandung.

Para Pendahulu JAI di Cisalada

Para Pendahulu JAI di Bandung

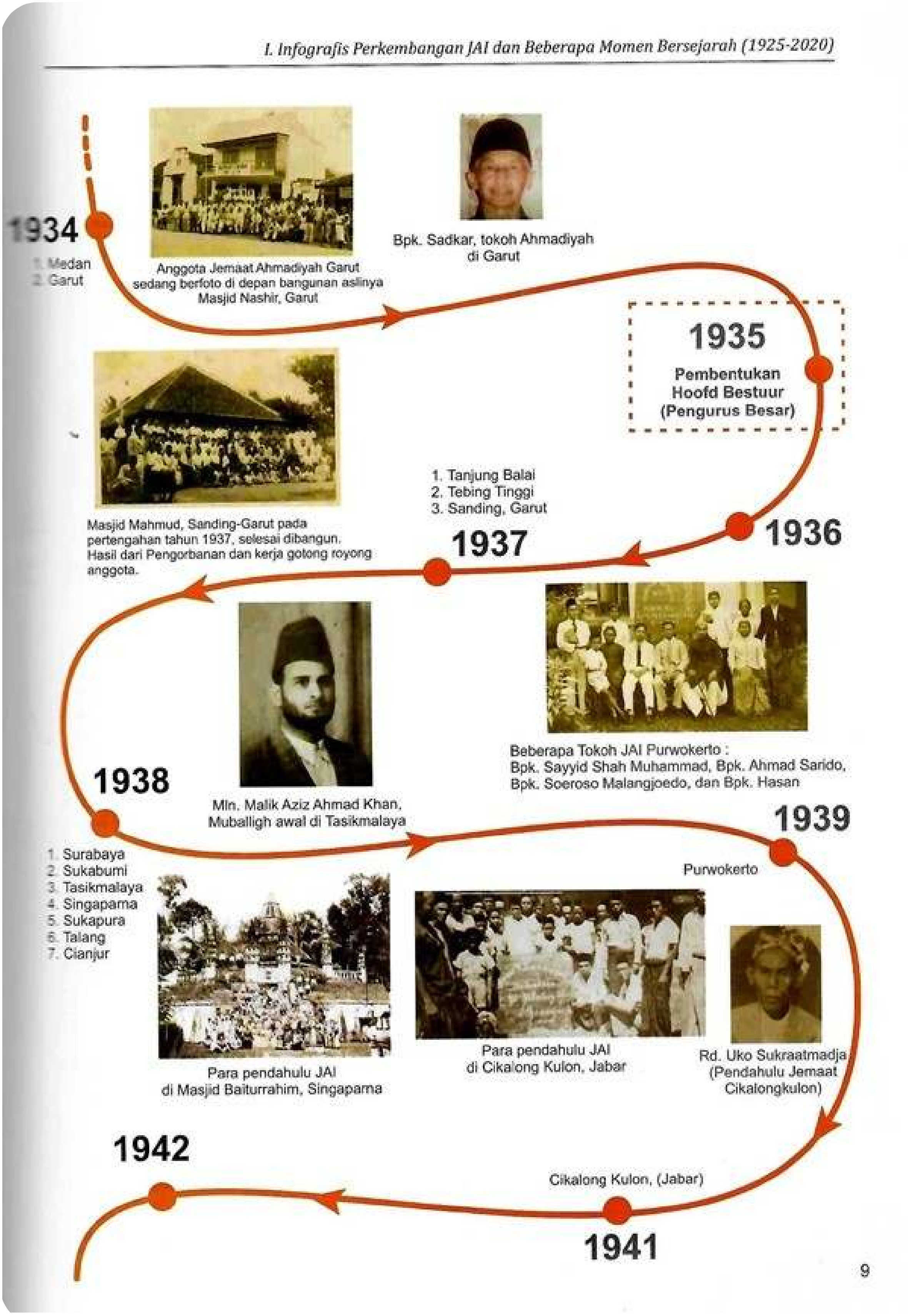
I. Infografis Perkembangan JAI dan Beberapa Momen Bersejarah (1925-2020)
1934
1. Medan
2. Garut
Anggota Jemaat Ahmadiyah Garut sedang berfoto di depan bangunan aslinya Masjid Nashir, Garut
Bpk. Sadkar, tokoh Ahmadiyah di Garut
1935
Pembentukan Hoofd Bestuur (Pengurus Besar)
Masjid Mahmud, Sanding-Garut pada pertengahan tahun 1937, selesai dibangun. Hasil dari Pengorbanan dan kerja gotong royong anggota.
1. Tanjung Balai
2. Tebing Tinggi
3. Sanding, Garut
1937
1936
Beberapa Tokoh JAI Purwokerto : Bpk. Sayyid Shah Muhammad, Bpk. Ahmad Sarido, Bpk. Soeroso Malangjoedo, dan Bpk. Hasan
Mln. Malik Aziz Ahmad Khan, Muballigh awal di Tasikmalaya
1938
1939
1. Surabaya
2. Sukabumi
3. Tasikmalaya
4. Singaparna
5. Sukapura
6. Talang
7. Cianjur
Purwokerto
Para pendahulu JAI di Masjid Baiturrahim, Singaparna
Para pendahulu JAI di Cikalong Kulon, Jabar
Rd. Uko Sukraatmadja (Pendahulu Jemaat Cikalongkulon)
1942
Cikalong Kulon, (Jabar)
1941
9

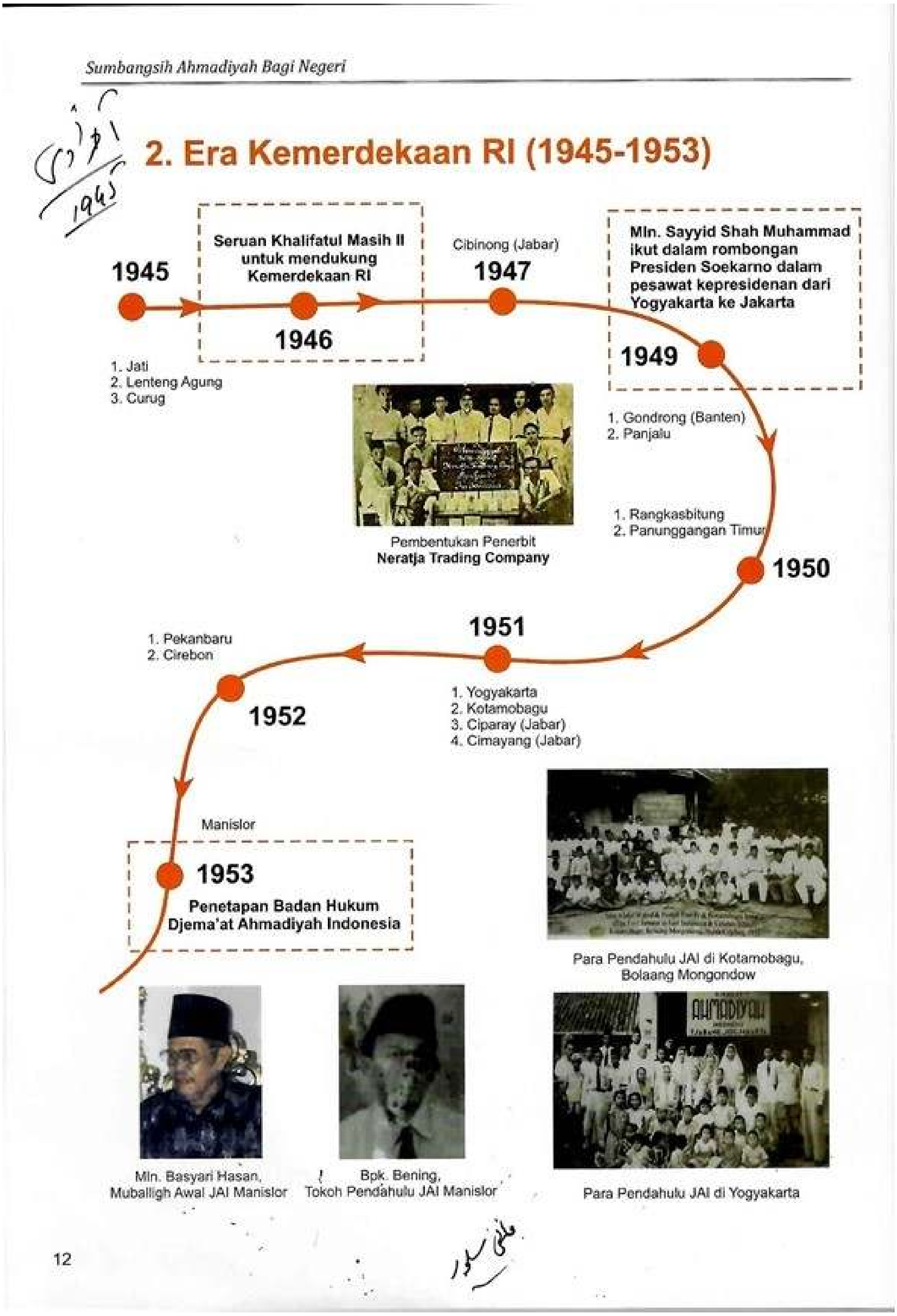

Sumbangsih Ahmadiyah Bagi Negeri

2. Era Kemerdekaan RI (1945-1953)

Pembentukan Penerbit
Neratja Trading Company

Para Pendahulu JAI di Kotamobagu, Bolaang Mongondow

Mln. Basyari Hasan, Muballigh Awal JAI Manislor

Bpk. Bening, Tokoh Pendahulu JAI Manislor

Para Pendahulu JAI di Yogyakarta

12

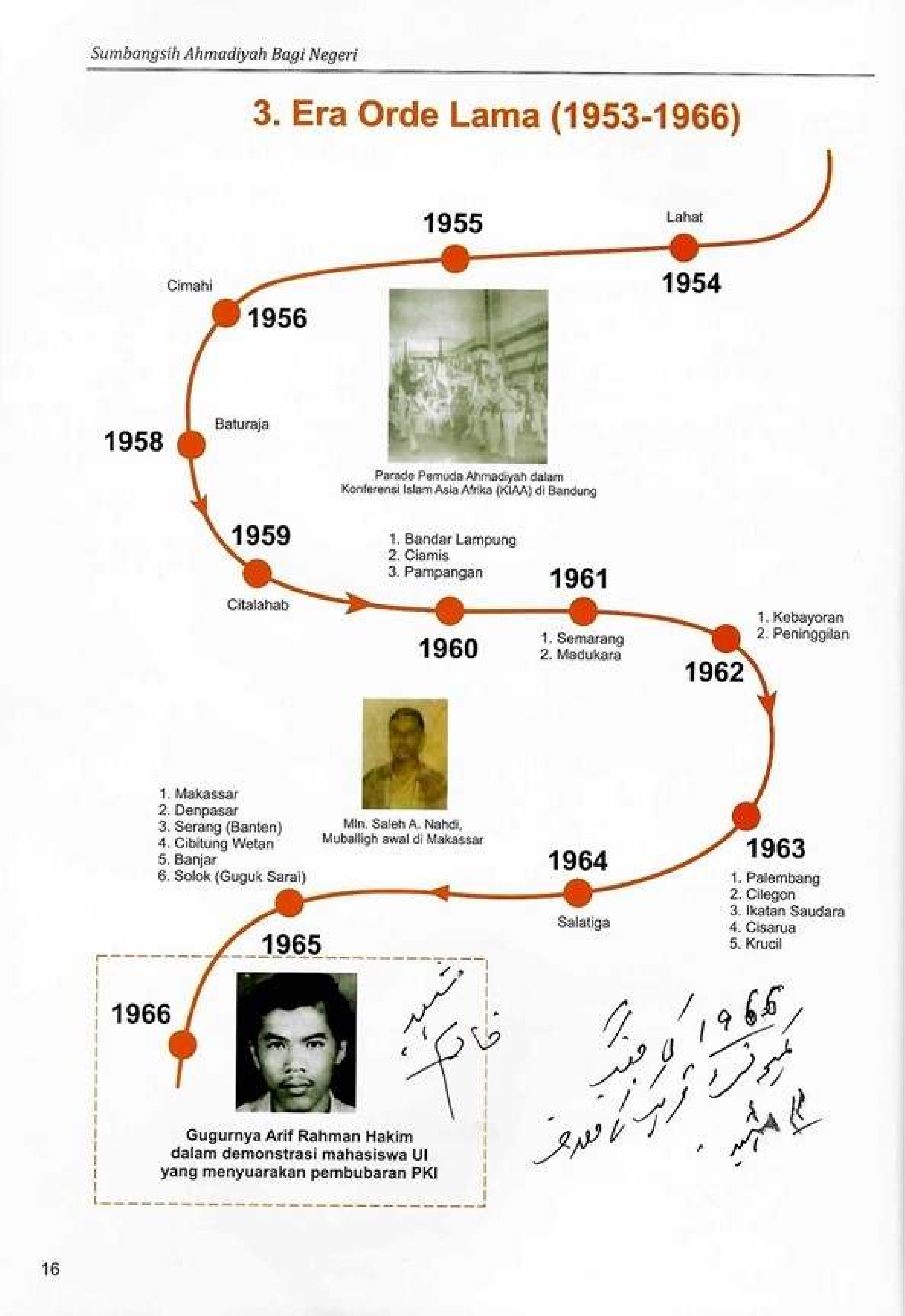

3. Era Orde Lama (1953-1966)

Parade Pemuda Ahmadiyah dalam Konferensi Islam Asia Afrika (KIAA) di Bandung

Mln. Saleh A. Nahdi, Muballigh awal di Makassar

Gugurnya Arif Rahman Hakim dalam demonstrasi mahasiswa UI yang menyuarakan pembubaran PKI

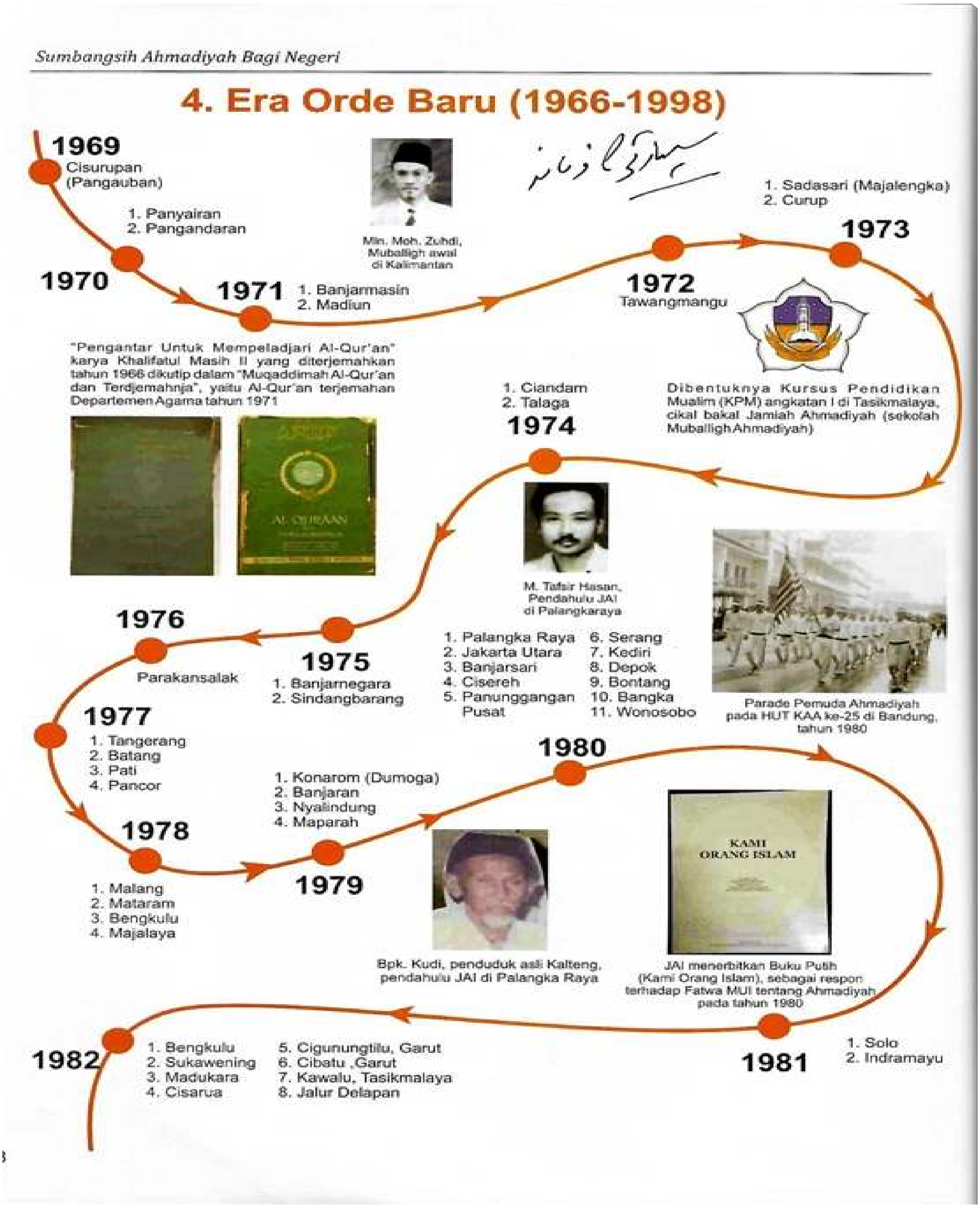
Sumbangsih Ahmadiyah Bagi Negeri
4. Era Orde Baru (1966-1998)
سہارتو کا زمانہ
1969 Cisurupan (Pangauban)
1. Panyairan
2. Pangandaran
1970
Mln. Moh. Zuhdi, Muballigh awal di Kalimantan
1971 1. Banjarmasin 2. Madiun
1972 Tawangmangu
1. Sadasari (Majalengka)
2. Curup
1973
"Pengantar Untuk Mempeladjari Al-Qur'an" karya Khalifatul Masih II yang diterjemahkan tahun 1966 dikutip dalam "Muqaddimah Al-Qur'an dan Terdjemahnja", yaitu Al-Qur'an terjemahan Departemen Agama tahun 1971
AL QURAAN
Dibentuknya Kursus Pendidikan Mualim (KPM) angkatan I di Tasikmalaya, cikal bakal Jamiah Ahmadiyah (sekolah Muballigh Ahmadiyah)
1. Ciandam
2. Talaga
1974
M. Tafsir Hasan, Pendahulu JAI di Palangkaraya
1976
Parakansalak
1975
1. Banjarnegara
2. Sindangbarang
1. Palangka Raya
2. Jakarta Utara
3. Banjarsari
4. Cisereh
5. Panunggangan Pusat
6. Serang
7. Kediri
8. Depok
9. Bontang
10. Bangka
11. Wonosobo
Parade Pemuda Ahmadiyah pada HUT KAA ke-25 di Bandung, tahun 1980
1977
1. Tangerang
2. Batang
3. Pati
4. Pancor
1980
1. Konarom (Dumoga)
2. Banjaran
3. Nyalindung
4. Maparah
1978
1. Malang
2. Mataram
3. Bengkulu
4. Majalaya
1979
Bpk. Kudi, penduduk asli Kalteng, pendahulu JAI di Palangka Raya
KAMI ORANG ISLAM
JAI menerbitkan Buku Putih (Kami Orang Islam), sebagai respon terhadap Fatwa MUI tentang Ahmadiyah pada tahun 1980
1982
1. Bengkulu
2. Sukawening
3. Madukara
4. Cisarua
5. Cigunungtilu, Garut
6. Cibatu ,Garut
7. Kawalu, Tasikmalaya
8. Jalur Delapan
1981
1. Solo
2. Indramayu

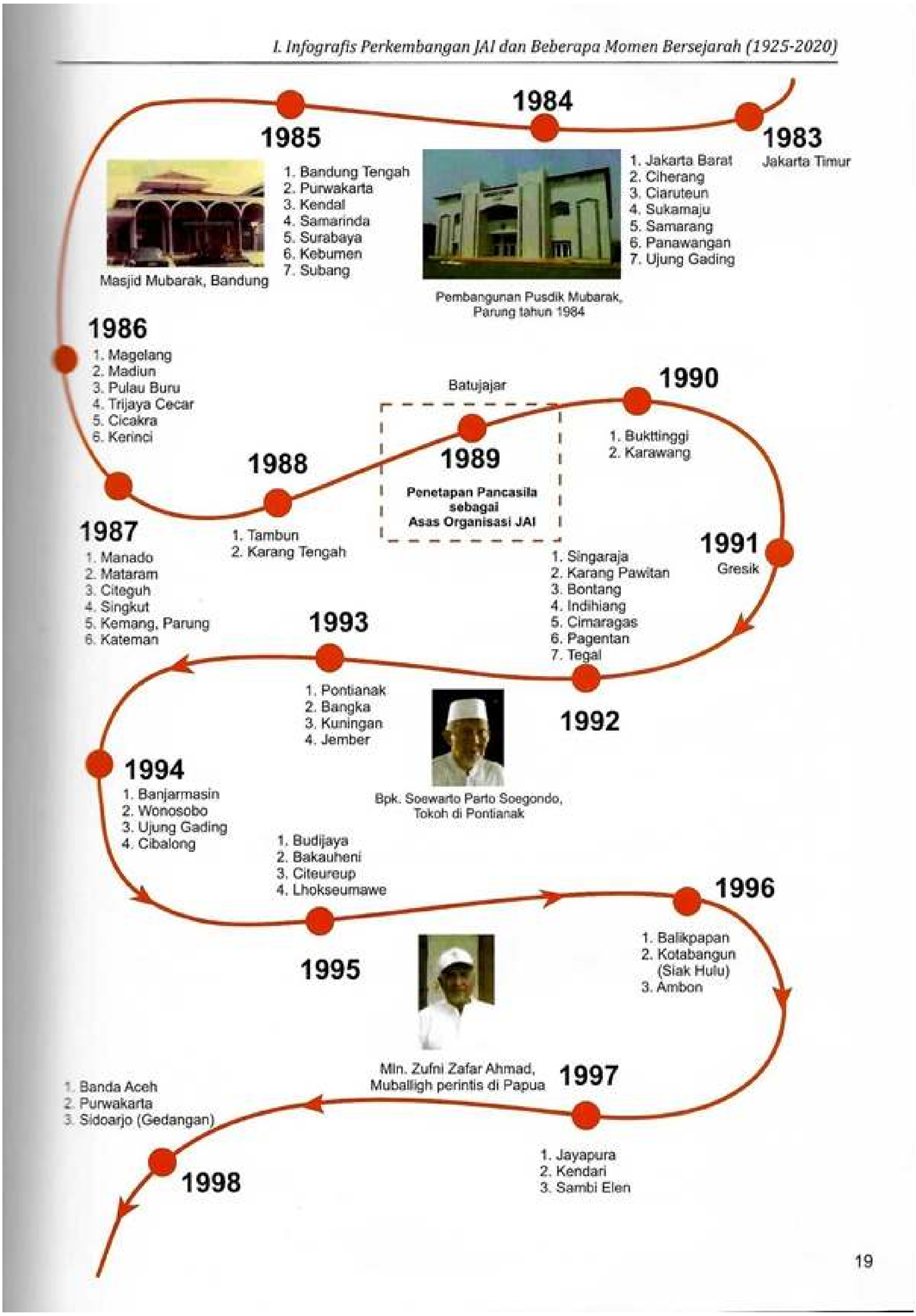
I. Infografis Perkembangan JAI dan Beberapa Momen Bersejarah (1925-2020)
1983
Jakarta Timur
1984
1. Jakarta Barat
2. Ciherang
3. Ciaruteun
4. Sukamaju
5. Samarang
6. Panawangan
7. Ujung Gading
Pembangunan Pusdik Mubarak, Parung tahun 1984
1985
1. Bandung Tengah
2. Purwakarta
3. Kendal
4. Samarinda
5. Surabaya
6. Kebumen
7. Subang
Masjid Mubarak, Bandung
1986
1. Magelang
2. Madiun
3. Pulau Buru
4. Trijaya Cecar
5. Cicakra
6. Kerinci
1987
1. Manado
2. Mataram
3. Citeguh
4. Singkut
5. Kemang, Parung
6. Kateman
1988
1. Tambun
2. Karang Tengah
Batujajar
1989
Penetapan Pancasila sebagai Asas Organisasi JAI
1990
1. Bukttinggi
2. Karawang
1991
Gresik
1. Singaraja
2. Karang Pawitan
3. Bontang
4. Indihiang
5. Cimaragas
6. Pagentan
7. Tegal
1992
1993
1. Pontianak
2. Bangka
3. Kuningan
4. Jember
Bpk. Soewarto Parto Soegondo, Tokoh di Pontianak
1994
1. Banjarmasin
2. Wonosobo
3. Ujung Gading
4. Cibalong
1995
1. Budijaya
2. Bakauheni
3. Citeureup
4. Lhokseumawe
1996
1. Balikpapan
2. Kotabangun (Siak Hulu)
3. Ambon
Mln. Zufni Zafar Ahmad, Muballigh perintis di Papua
1997
1. Jayapura
2. Kendari
3. Sambi Elen
1. Banda Aceh
2. Purwakarta
3. Sidoarjo (Gedangan)
1998
19

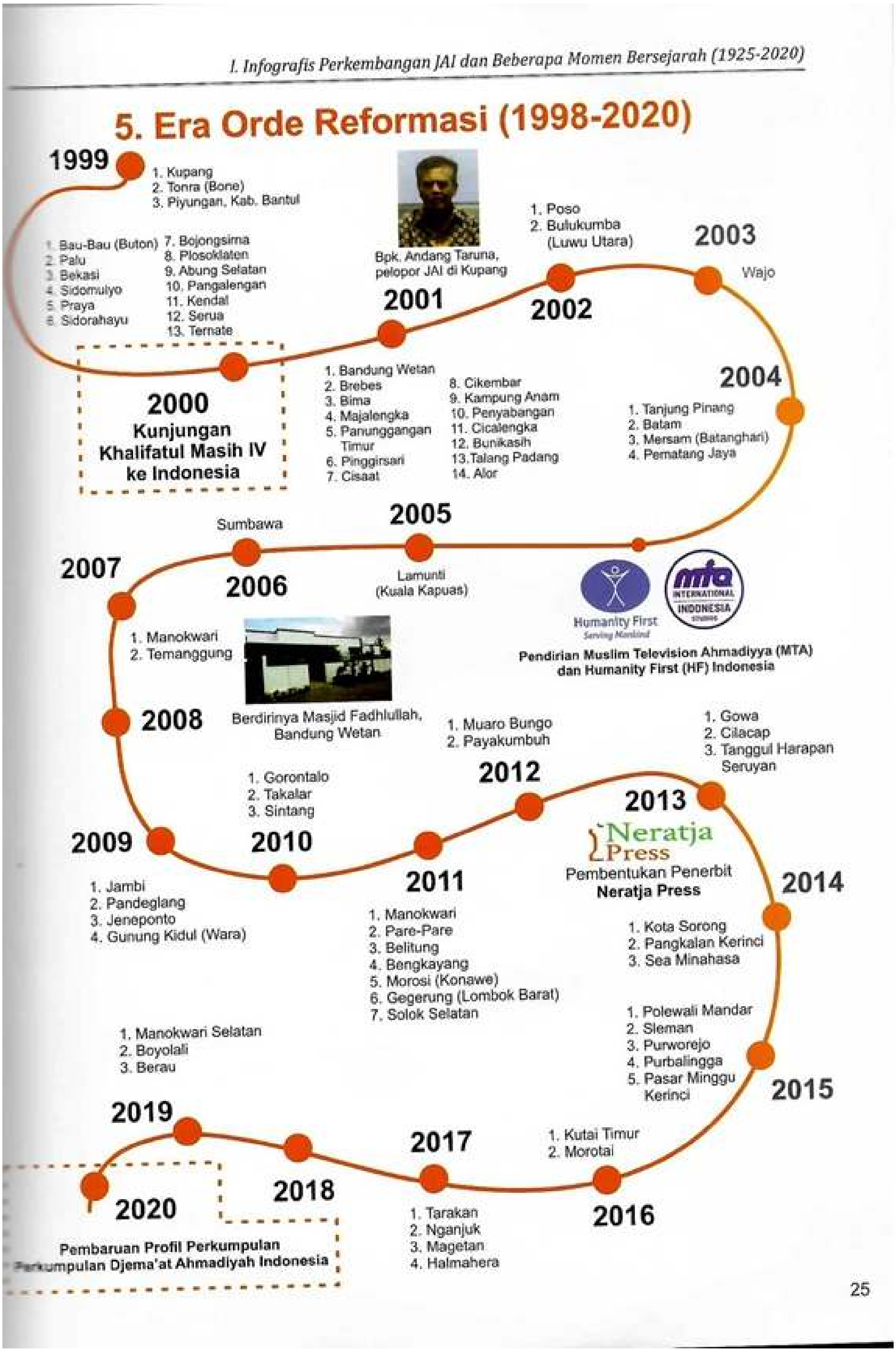
I. Infografis Perkembangan JAI dan Beberapa Momen Bersejarah (1925-2020)
5. Era Orde Reformasi (1998-2020)
1999
1. Kupang
2. Tonra (Bone)
3. Piyungan, Kab. Bantul
1. Bau-Bau (Buton)
2. Palu
3. Bekasi
4. Sidomulyo
5. Praya
6. Sidorahayu
7. Bojongsima
8. Plosoklaten
9. Abung Selatan
10. Pangalengan
11. Kendal
12. Serua
13. Ternate
2000
Kunjungan Khalifatul Masih IV ke Indonesia
Bpk. Andang Taruna, pelopor JAI di Kupang
2001
1. Bandung Wetan
2. Brebes
3. Bima
4. Majalengka
5. Panunggangan Timur
6. Pinggirsari
7. Cisaat
8. Cikembar
9. Kampung Anam
10. Penyabangan
11. Cicalengka
12. Bunikasih
13. Talang Padang
14. Alor
1. Poso
2. Bulukumba (Luwu Utara)
2002
2003
Wajo
2004
1. Tanjung Pinang
2. Batam
3. Mersam (Batanghari)
4. Pematang Jaya
2005
Lamunti (Kuala Kapuas)
Sumbawa
2006
2007
1. Manokwari
2. Temanggung
Humanity First
Serving Mankind
mta INTERNATIONAL INDONESIA
Pendirian Muslim Television Ahmadiyya (MTA) dan Humanity First (HF) Indonesia
2008
Berdirinya Masjid Fadhlullah, Bandung Wetan
1. Muaro Bungo
2. Payakumbuh
2012
1. Gowa
2. Cilacap
3. Tanggul Harapan Seruyan
2013
1. Gorontalo
2. Takalar
3. Sintang
2009
2010
2011
Neratja Press
Pembentukan Penerbit Neratja Press
2014
1. Jambi
2. Pandeglang
3. Jeneponto
4. Gunung Kidul (Wara)
1. Manokwari
2. Pare-Pare
3. Belitung
4. Bengkayang
5. Morosi (Konawe)
6. Gegerung (Lombok Barat)
7. Solok Selatan
1. Kota Sorong
2. Pangkalan Kerinci
3. Sea Minahasa
1. Polewali Mandar
2. Sleman
3. Purworejo
4. Purbalingga
5. Pasar Minggu Kerinci
2015
1. Manokwari Selatan
2. Boyolali
3. Berau
2019
2017
1. Kutai Timur
2. Morotai
2020
2018
2016
1. Tarakan
2. Nganjuk
3. Magetan
4. Halmahera
Pembaruan Profil Perkumpulan Perkumpulan Djema'at Ahmadiyah Indonesia
25

تاریخ احمدیت انڈونیشیا کی چند اہم و یادگاری تصاویر

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا دورہ سینگاپور اور انڈونیشیا کے وفود کی ملاقات

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

تاریخ احمدیت انڈونیشیا کی چند اہم و یادگاری تصاویر

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

مولانا رحمت علی صاحب

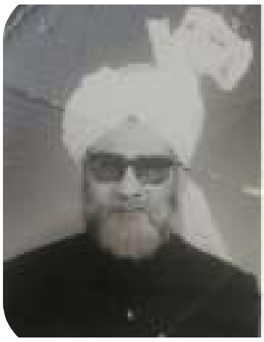

مولانا صادق صاحب سماٹری

مولانا سید شاہ صاحب

مولانا سید عبدالحئی صاحب

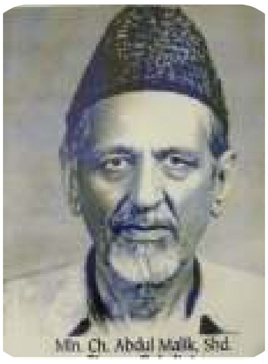

چوہدری عبدالمالک صاحب

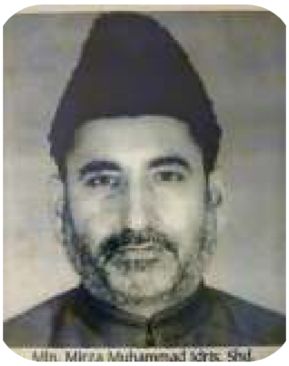

مرزا محمد ادریس صاحب

مولانا عبدالواحد صاحب

مولانا قمرالدین صاحب

مولانا خیرالدین صاحب

صفنی ظفراحمد صاحب

مولانا مزدوقی صاحب

مولانا معروف صاحب

مجلس انصاراللہ کی تاریخی تصویر

مولانا ایچ بشیار حسن صاحب

لجنہ اماءاللہ کے دفتر کی تصویر

مولانا حافظ قدرت اللہ صاحب

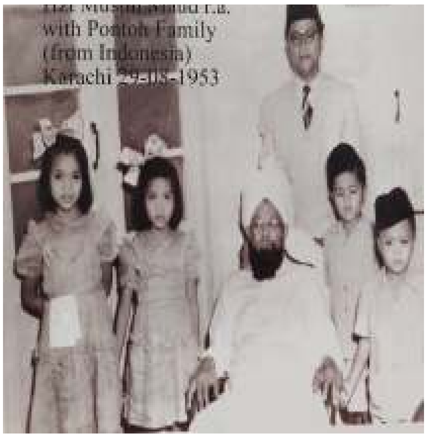

حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ مکرم یحیٰ پنتسو صاحب

خدام الاحمدیہ کے دفتر کا ایک منظر

مرکزی دفتر بوگارو

مسٹر ریڈین صاحب

محترم زکی شاہد صاحب
امیر جماعت انڈونیشاء

مولانا صالح ناہیدی صاحب

جماعت احمدیہ انڈونیشیا علمی ترقیات و چند اہم و یادگاری تصاویر

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

جماعت احمدیہ انڈونیشاء نے ایک صدی میں قرآن مجید کے انڈونیشن تراجم کرنے کی سعادت حاصل کی ۔اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی 26 کتب کے انڈونیشیا زبان میں تراجم کی ہیں ۔اسی طرح خلفائے کرام اور علمائے سلسلہ کی بھی متعدد کتب تراجم کی ہیں ۔چند ایک کی تصاویر پیش خدمت ہیں

I. Al-Quran Terjemah Bahasa Indonesia, Jawa dan Sunda

I. Al-Quran Terjemah Bahasa Indonesia, Jawa dan Sunda

انڈونیشیا میں بہشتی مقبرہ کا قیام

1991ء میں بہشتی مقبرہ کا قیام عمل میں آیا لیکن 1958ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے یہ نظام جاری فرمایا تھا اس لئے جو بھی نظام وصیت میں شامل ہوئے ان کی قبریں قادیان میں بعد ازاں ربوہ میں ہیں اور بعض کے کتبات بھی لگے ہوئے ہیں خاکسار کو وہاں جا کر دعا کرنے کا موقعہ ملا اور اپنے میزبان مکرم محبوب احمد صاحب کی والدہ ماجدہ بھاگ بھری صاحبہ کی قبر پر بھی دعا کا موقعہ ملا ۔

جامعہ احمدیہ انڈونیشا کی ایک تصویر

انڈونیشیا میں مختلف اوقات میں تشریف لانے والے مرکزی نمائندگان میں سے چند کی تصاویر

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

مکرم نواب منصور احمد خان صاحب کے ساتھ مکرم داؤس صاحب

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن کے ساتھ

محترم امیر جماعت عبداللہ واگس صاحب

مولانا لئیق احمد ناصر صاحب، مولانا خواجہ ایاز احمد صاحب

مولانا لئیق احمد ناصر صاحب، مولانا خواجہ ایاز احمد صاحب

مکرم میر قمر سلیمان صاحب وکیل وقف نو مکرم لئیق احمد عابد صاحب
مکرم مولانا لئیق احمد ناصر صاحب وکیل الدیوان

صفدر نذیر جاوید گولیکی

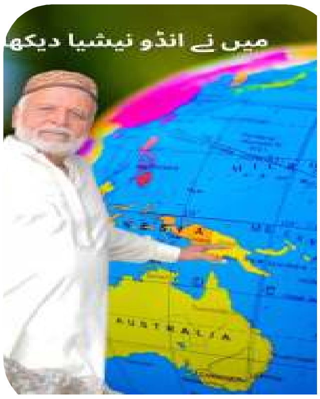

صفدر نذیر جاوید گولیکی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دورہ انڈونیشا

اخبار الفضل انٹرنیشل کا اداریہ

از مکرم نصیر احمد قمر ایڈیٹر الفضل انٹرنیشل

ہر گام پہ ہمراہ رہے نصرت باری ہر لمحہ ہر آن خدا حافظ و ناصر

سیدنا و امامنا مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالی 19 جون 2000ء بروز سوموار صبح تین بجے سہ پہر انگلستان سے انڈونیشیا کے سفر پر روانہ ہوئے اور خدا تعالی کے فضل اور رحم کے ساتھ 20 جون کو خیریت وعافیت انڈونیشیا کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا خلفاء حضرت مسیح علیہ السلام سے کسی کا انڈونیشیا کا یہ پہلا دورہ ہے انہوں نے اپنے اخلاص اور ایثار، فدائیت، خلافت سے والہانہ محبت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جان، مال، وقت اور عزت کی قربانیاں پیش کرنے کے لحاظ سے اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے مختلف ممالک سے مرکز میں آ کر دینی تعلیم حاصل کرنے والوں میں انڈونیشیا تمام ممالک پر ایک سبقت رکھتا ہے اور ایک بڑی تعداد ایسے واقفین زندگی کی انڈونیشیا سے رکھتی ہے جنہوں نے قادیان اور پھر ربوہ میں لمبا عرصہ کام کر کے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور پھر نہ صرف انڈونیشیا میں بلکہ مختلف ممالک میں احمدیت کی اشاعت کے لئے خدمت دین کی توفیق پائی اور مسلسل پاتے چلے جا رہے ہیں

ایک لمبے عرصہ سے جماعت کی خواہش تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح ان کے ملک میں میں بنفس نفیس تشریف لا کر قدوم میمنت لزوم سے اس خطہ کو برکت بخشیں لیکن جب بھی کوشش کی جاتی مختلف مواقع پر پیش آ جاتے رہے اللہ تعالی نے ہر چیز کے لئے وقت مقرر فرما رکھا ہے اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرمائے تو پھر تمام روکیں دور ہونے لگتی ہیں اور غیب سے راستے ہموار ہونے لگتے ہیں چنانچہ جماعت انڈونیشیا کے لیے صبر حوصلہ قربانی اور دعاؤں کے بعد آج وہ وقت آیا ہے نظر خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنفس نفیس ان میں موجود ہیں اور احباب جماعت کے دل اپنے مولیٰ کے اس فضل و احسان پر بے پناہ خوشی و مسرت اور جذبات تشکر سے معمور ہیں اور بلا شبہ ان پر ذیل کے اشعار کا مضمون کو چسپاں ہو رہا ہے

آج ہر ذرہ سر طور نظر آتا ہے	جس طرف دیکھو وہی نور نظر آتا ہے
کس کے محبوب کی آمد ہے کہ ہر خورد وکلاں	نشہ عشق میں مخمور نظر آتا ہے
شکر کرنے کی بھی طاقت نہیں پاتا جس دم	کیا ہی نادم دل مجبور نظر آتا ہے
آج ہر ایک ہے مشتاق لقائے شہ دیں	گھر میں بیٹھا کوئی رہ جائے یہ ممکن ہی نہیں
ایک پر ایک گرا پڑتا ہے اللہ رے شوق	خوف ہے اوروں سے پیچھے نہ میں رہ جاؤں کہیں
بچے ہنستے ہیں خوشی سے تو بڑے ہیں دلشاد	جذبہ شوق سے ظاہر ہیں جبین پر آثار
تازگی آ گئی چہروں پہ کھلے جاتے ہیں	دل کی حالت کا زباں کر ہی نہیں سکتی اظہار

مژدہءوصل لیے صبح مسرت آئی	فضل مولی سے ہوئی دور اداسی یک بار

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ دورہ انڈونیشیا اپنے اندر کئی اعجازی پہلو لئے ہوئے ہے بہت سی روکیں تھی جو خدا تعالیٰ نے اپنے امر سے اس طرح دور فرما دیں کہ گویا وہ اب بالکل معدوم ہو کر رہ گئی ہیں خلافت رابعہ کے اس مبارک دور میں ہم نے قدم قدم پر ایسے معجزانہ انقلابات کا مشاہدہ کیا ہے ۱۹۸۹ جون میں جب برلن کی دیوار منہدم ہوئی تو حضور ایدہ اللہ کے ایک الہام ''Friday the 10th'' کے ساتھ اس کا حیرت انگیز تعلق اور اس کے بعد سابقہ سوویت یونین کی ریاستوں میں ظاہر ہونے والی تبدیلیاں اور پھر ان میں احمدیت کا نفوذ یہ کوئی معمولی واقعات نہیں اسی طرح حضور ایدہ اللہ کا 1991ء میں قادیان دارالامان ورودِ مسعود اور صد سالہ جلسہ میں شمولیت بھی ایسے ہی عظیم الشان اعجازی واقعات میں سے ہیں جن کے اندر اللہ تعالی کی تائید و نصرت کے لاتعداد نشانات پنہاں ہیں دنیا کے دیگر کئی ممالک میں بھی جس طرح آسمان سے فرشتے اتر کر احمدیت کے خلاف کھڑی کی گئی روکوں کو منہدم کر رہے ہیں اور سعید روحوں کو قبول احمدیت کے لئے مستعد کر رہے ہیں ان کا ذکر حضور ایدہ اللہ میں اپنی جلسہ سالانہ کی تقاریر میں فرماتے رہتے ہیں انڈونیشیا کا یہ دورہ بھی اس صدی کے ایسے ہی عظیم الشان اور دوررس واقعات میں سے ایک ہے ایسے تمام واقعات انقلابات اس امر کا ثبوت ہیں کہ خلافت احمدیہ خدا تعالیٰ سے مؤید منصور ہے آسمان پر ایک تغیر ہو رہا ہے اور عالمگیر غلبہ کے دن نزدیک سے نزدیک تر آ رہے ہیں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالی کی محبت میں فنا ہو کر شدت اتصال کی وجہ سے خدائے عز و جل کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیات الٰہیہ اس پر دائمی طور پر قبضہ کر لیتے ہیں تو خدا تعالیٰ کبھی ایسا بھی کرتا ہے کہ ''جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسے ہی اس کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات اور خوراک و پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے تب ہر ایک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں اس کے گھر کے دروازوں میں برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے اور اس کی خوشبو اس کو آتی ہے جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو دریا نور کا ساتھ لاتا ہے'' (آئینہ کمالات اسلام)

اور ایک اور جگہ ایسے فانی فی اللہ اور محبِّ صادق کے ساتھ خدا تعالیٰ کے خاص سلوک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''زمین اور آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر 50 کروڑ انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا اور محض ایک شخص کی خاطر کے لیے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اس نے پوشاک اور اسکی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔۔ ہر میدان میں اس کو فتح دیتا اور اپنی قضا و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

ہم نے ان تمام برکات کو حضرت مسیح موعود اور آپ کے مقدس خلفاء کے وجودوں میں بارہا مشاہدہ کیا ہے ہمیں یقین ہے کہ اب بھی ایسا ہو گا اور برکات کا یہ سلسلہ مسلسل بڑھتا اور پھیلتا چلا جائے گا ہماری دعا ہے کہ حضور ایدہ اللہ کا انڈونیشیا کا یہ للّٰہی سفر بے حد مبارک ہو روح القدس کی تائیدات ہمیشہ شاملحال رہیں ہیں اور آپ کی دعائیں رحمت الٰہی کے موسلا دھار برسنے والے بادلوں کی صورت میں اس علاقہ کے تشنہ دلوں کو اس طرح سیراب کر دیں کہ ان سے محبت الٰہی کے سرسبز اور لہراتی ہوئی شاخیں جوش مار کر نکلیں اور یہ خطّہ ارض جلد از جلد احمدیت کے ایسے دلکش، معطر اور سدا بہار گلزار میں تبدیل

ہوجائے جس پر پھر کبھی خزاں کا دور نہ آئے

مبارک آمدن، رفتن مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محض اللہ کی محبت میں، اس کی رضا کی خاطر کسی مریض کی عیادت کے لئے یا اپنے کسی بھائی کی زیارت اور ملاقات کی غرض سے جاتا ہے تو ایک فرشتہ اسے بشارت دیتے ہوئے کہتا ہے طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً کہ تو بھی مبارک ہو جائے اور تیرا چلنا بھی مبارک ہو اور جنت تیرا ٹھکانہ ہو۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر مجالس منعقد کرتے ہیں اور مل بیٹھتے ہیں اور میری محبت میں اور میری رضا کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے پاس جاتے اور زیارت وملاقات کرتے ہیں اور میری خاطر اپنے نفوس کی قربانی کرتے ہیں ان کے لئے میں نے اپنی محبت کو واجب کر دیا ہے۔ یہ احادیث نبویہ عظیم الشان بشارتوں پر مشتمل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل واحسان ہے کہ جماعت احمدیہ میں دنیا بھر میں ایسی کئی دینی تقریبات منعقد ہوتی ہیں جن میں دور ونزدیک سے احباب وخواتین چھوٹے اور بڑے محض اللہ کی خاطر، اس کی محبت میں، اس کی رضا کے حصول کے لئے، اس کے دین کی خدمت کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں اور جماعتی میٹنگز میں اور دیگر اجلاسات اور جلسوں میں شامل ہو کر مذکورہ بالا بشارتوں کے مصداق قرار پاتے ہیں۔ اور پھر یہ تو عام مومنوں کا اور مومنین کی عام الٰہی مجالس کا حال ہے مگر ایسے جلسے یا تقریبات جن میں شمولیت کے لئے امام وقت اور امیر المومنین سفر پر تشریف لے جائیں یا جو سفر امیر المومنین اور خلیفہ وقت کی زیارت اور ملاقات کے لئے اختیار کئے جائیں ان کی عظمت تو کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ امام وقت کے سفروں پر تو بلاشبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد صادق آتا ہے کہ "جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے"۔ گویا مبارک آمدن، رفتن مبارک کا ایک دلپذیر عالم ہوتا ہے۔ حال ہی میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے دورہ انڈونیشیا میں بھی ایسے ہی روح پرور مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایک طرف مسیح زماں اور مہدی دوران کے مقدس خلیفہ اپنی پیاری جماعت سے خاک ملاقات کے لئے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اس مبارک للہی سفر پر روانہ ہوئے اور دوسری طرف ہزار ہا عشاق محض اللہ کی خاطر اپنے پیارے امام کی زیارت وملاقات کا شرف پانے کے لئے، والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ ہر قسم کی تکالیف اٹھا کر اور قربانی کر کے ان مراکز میں پہنچے جہاں حضور ایدہ اللہ نے ورود فرما ہونا تھا۔ ان مخلص اور فدائی احمدیوں نے اپنے جذبہ ایمانی اور للہی خلوص ومحبت کے

غزل

عبدالجلیل عبادؔ جرمنی

ہار کر ، عشق کو کچھ اور سنوارا ، یارا
عشق میں ہارا تو پھر کیسا خسارا ، یارا

تیرے قدموں میں پڑا کہتا ہے عاشق تیرا
تیرے بن چین نہیں ، کر زندہ دوبارا یارا

تُونے تو اِن سے بچایا ہے گھنے جنگل میں
جب بھی کانٹوں نے کبھی سانپوں نے مارا ، یارا

وہ جو ٹپکا تھا مری آنکھ سے جُگنو بن کر
میری قسمت کا ستارا تھا وہ تارہ یارا

کیا بتائے تجھے یہ دُکھڑا سا عبادؔ ترا
خود سے لڑ لڑ کے یہ خود سے ہے ہارا ، یارا

بے ساختہ اظہار اور حسن انتظام اور مثالی نظم وضبط کے روح پرور نظاروں نے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ کو خاص روحانی مسرت پہنچائی اور آپ کی بے پناہ محبت اور آپ کے قلب طاہر ومظہر سے اٹھنے والی مستجاب دعاؤں سے حصہ پایا اور آپ کے خطبات وخطابات، مجالس عرفان، زندگی بخش کلمات، شرف مصافحہ وزیارت اور کتنا خوش نصیب ہوں کہ میں تجھ سے پیار ہی پیار اور دعا ہی دعا بن کر پڑنے والی اپنے آقا کی نظروں سے اپنے قلب وروح کو معطر اور شادمان کیا اور برکات خلافت سے خوب خوب فیض پایا۔ اور ہم اللہ کے فضل پر کامل یقین رکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ ان شاء اللہ ان میں سے ہر ایک کے حق میں طبت وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا کی بشارت ضرور پوری ہوگی۔ اور اب جبکہ جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر نہ صرف برطانیہ بھر سے بلکہ یورپ اور امریکہ، کینیڈا اور افریقہ اور آسٹریلیا اور دنیا کے دور دراز ممالک سے بڑی کثرت سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مہمان محض اللہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہونے کے لئے اور آپ کی خاص دعاؤں اور توجہات روحانیہ سے فیضیاب ہونے کے لئے بڑی کثرت سے یہاں تشریف لا رہے ہیں تو ایک دفعہ پھر مذکورہ احادیث نبوی کا مضمون ایک خاص شان سے اس صورتحال پر اطلاق پا رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اس مبارک جلسہ میں شمولیت کے لئے ہر سفر کرنے والے کو قدم قدم پر خدا تعالیٰ کے فرشتے یہ ندا دیں کہ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاتَ مِنَ الْجَنَّةِ منزلا کہ تو بھی مبارک ہو جائے اور تیز اسفر بھی مبارک ہو اور جنت تیرا ٹھکانہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء جلسہ کو اپنی سچی اور خالص اور خاص محبت عطا فرمائے اور اس جلسہ میں اور دنیا بھر میں ہونے والے تمام جلسہ ہائے سالانہ میں محض اللہ شامل ہونے والے ان جلسوں کے ساتھ وابستہ تمام برکات سے دائمی حصہ پائیں۔ (الفضل انٹرنیشنل 28 جولائی 2000ء تا 10 اگست 2000ء)

غزل

ظفر محمد ظفر پروفیسر جامعہ احمدیہ

ہمیں تری فرقت گوارا نہیں ہے
مگر ہے گوارا کہ چارہ نہیں ہے
خدا کی حفاظت میں جاؤ کہ جس سے
کوئی بڑھ کے حافظ ہمارا نہیں ہے
چلی سوئے مغرب ہے رحمت خدا کی
کہ مشرق کا اس میں اجارہ نہیں ہے
مسلمان زمین پر ہے نائب خدا کا
نیابت کی حد اور کنارا نہیں ہے
یہ مشرق یہ مغرب ہیں سارے ہمارے
فقط ایشیا ہی ہمارا نہیں ہے
وہ مغرب کہ صدیوں سے جس میں خدا نے
کوئی برگزیدہ اتارا نہیں ہے
چلا ہے وہاں پھر مسیحا کا وارث
خدا نے اسے بھی بسارا نہیں ہے
شکائت تھی عیسائیوں کو خدا سے
کہ کیوں ابن مریم اتارا نہیں ہے
ہے احمد ہی موعودِ اقوام عالم
کوئی اور مصلح تمہارا نہیں ہے
اسے مان لو گے تو پاؤ گے برکت
اطاعت میں اس کی خسارا نہیں ہے
چلا چاند اپنے ستاروں کو لے کر
مسافر کو منزل گوارا نہیں ہے
خدایا! محافظ ہے تو ہی سبھی کا
سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے
ظفر درد فرقت اٹھانا پڑے گا
یہ وہ درد ہے جس کا چارہ نہیں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دورہ انڈونیشا کی چند یادگاری تصاویر (مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی)

DIALOG PAKAR ISLAM
DIMASA DEPAN
IFIS

MTA

SEMINAR INTERNASIONAL
"REVITALISASI PERSATUAN UMAT
DI ERA MILLENIUM III"
KERJASAMA:
INTERNATIONAL FORUM
ON ISLAMIC STUDIES

شہدائے احمدیت

ذکر خیر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے الفاظ میں (مرسلہ صفدر نذیر جاوید)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے شہدائے احمدیت کے تذکرہ میں انڈونیشاء کے شہداء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

مولانا ابوبکر ایوب صاحب

مولانا ابوبکر ایوب صاحب انڈونیشیا کے رہنے والے تھے۔تاریخ وفات 14۔15 ستمبر 1972ء کی درمیانی رات۔مولانا ابوبکر ایوب انڈونیشیا کے ان اوّلین احمدیوں میں سے تھے جو 1944ء میں قادیان آئے۔وہاں انہیں بیعت سے مشرف ہونے اور پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق ملی۔یعنی جب تو قادیان آئے تھے تو اس وقت احمدی نہیں تھے آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔آپ کو انڈونیشیا کے علاوہ ہالینڈ میں بھی تبلیغی فرائض سرانجامہ ہے کی توفیق کی۔آپ کا وصال ہالینڈ میں ہی ڈیوٹی پر مامور ہونے کی حالت میں ہوا۔مولوی صاحب موصوف نہایت نیک فطرت۔ملنسار،خوش اخلاق،شیریں گفتار اور بے حد محنتی تھے۔لباس کی عمدگی اور صفائی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔وقت کے بہت پابند تھے۔شیریں گفتار تھے۔مجھے بھی اس زمانہ میں جب یہ ہالینڈ میں تھے وہاں ان سے ملنے کی توفیق ملی تھی اور میں نے خصوصیت سے یہ بات محسوس کی تھی کہ بہت صاف ستھرا اور صاف لباس پہنے کے عادی تھے اور کافی (Coffee) بنانے میں بہت ماہر تھے۔چنانچہ سب سے پہلا کافی کا چسکا مجھے ان کی بنی ہوئی کافی سے ہوا تھا۔آپ نے مختصر علالت کے بعد (67) سال کی عمر میں وفات پائی۔بوقت وفات آپ وہاں کے مشنری انچارج تھے۔آپ کی میت ربوہ کا پہنچائی گئی جہاں 23 ستمبر 1972ء کو نماز جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد اقصیٰ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔آپ کے وصال کے وقت آپ کے بچے انڈونیشیا میں مقیم تھے۔آپ نے اپنی بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور چار بیٹیاں بطور یادگار چھوڑے۔آپ کے بڑے بیٹے انیس احمد یعقوب صاحب اس وقت جکارتہ میں ایک انجینئر نگ کمپنی میں ڈائریکٹر ہیں اور دو بیے عبدالحمید صاحب اور عبدالمغنی صاحب بھی جکارتہ میں رہتے تھے۔اوّل الذکر ملازم ہیں اور دوسرے بزنس مین ہیں۔چاروں بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ جہاں ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ترقی عطا فرمائی ہے ان کی اولاد کو دین میں بھی بہت مخلص بنایا ہے اور یہ سارے بچے خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے مخلص خادم ہیں۔

(خطبات طاہر برائے شہداء صفحہ ۱۰۳۔۱۰۴)

مکرم عبدالرحمن صاحب سماٹری

سب سے پہلے مکرم عبدالرحمن صاحب سماٹری۔آپ سماٹرا انڈونیشیا سے 1938ء کے شروع میں قادیان دینی تعلیم کے حصول کے لئے تشریف لائے۔آپ سے قبل آپ کے دو بڑے بھائی مولوی این آر ایوب صاحب اور مولوی محمد ایوب صاحب بھی اسی غرض سے قادیان آچکے تھے آغاز میں آپ اردو سے بالکل بے بہرہ تھے لیکن دن رات محنت کر کے بہت جلد اردو زبان سیکھ لی۔بعد میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لے کر تیسری اور چوتھی جماعت کا

امتحان اکٹھا دے کر کامیاب ہوئے وفات کے وقت آپ مدرسہ احمد میں چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے اور اپنی جماعت کے چوٹی کے طلباء میں تھے۔آپ احمدیت کے شیدائی تھے اور زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اور آپ کے خاندان سے بڑی محبت تھی۔آپ ٹائیفائیڈ کی وجہ سے ایک ماہ تک بستر مرگ پر رہے۔اس عرصہ میں تکلیف کو نہایت صبر واستقلال سے برداشت کیا۔آخر 13 اگست 1941ء کو صبح سات بجے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ اگرچہ موصی تو نہ تھے مگر حضرت مصلح موعودؓ نے از راہ شفقت قواعد الوصیت کی شرط نمبر 4 کے تحت کہ ”ہر ایک صالح جس کی کوئی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کرسکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہوسکتا ہے۔“ آپ کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کی اجازت فرمائی۔ بوقت وفات آپ کی عمر 22 سال تھی۔

(خطبات طاہر برائے شہداء ص 128-129)

طاہرہ مسعود

ایک ہی در کے بس گدا ہیں ہم
یہ تعارف ہے اور کیا ہیں ہم
وہ جو دیتی ہے صبح نو کی نوید
ہم سے ملیے وہی صبا ہیں ہم
دل میں اکرام آدمیت ہے
اپنی اس بات پہ فدا ہیں ہم
سوچ کو باندھتے ہیں خوشبو میں
لوگ کہتے ہیں شاعرہ ہیں ہم
جب کہ اعمال اختیار میں تھے
زندگی تجھ سے کیوں خفا ہیں ہم

غزل

قدسیہ نور فضا

”دو چیزست چوہانِ دنیا و دیں
دلِ روشن و دیدہ دور بیں“
ہیں دو چیزیں ہی اصلِ دین و دنیا
دلِ روشن ہو دیدہ دور بیں ہو
رہو تم نیک صحبت میں ہمیشہ
برا ساتھی نہ کوئی بھی قریں ہو
لگے پیوند ہوں گرچہ قبا میں
کوئی دشمن نہ مارِ آستیں ہو
امیری میں بچو تم شوخیوں سے
غریبی میں ٹھکانہ یہ زمیں ہو
کرو تم عدل قائم گر ہو ممکن
تمہارا خلق جو بھی ہو حسیں ہو
کبھی شیطاں کے جھانسے میں نہ آنا
خدا کی رحمتوں پہ بس یقیں ہو
شبِ دیجور ہو، لاکھوں اندھیرے
خدا پر ہو یقیں جو نورِ دیں ہو
نہ تم اسلاف کو ہر گز بھلانا
نمونہ ان کی سیرت کا معیں ہو
تبسّم لب پہ آقا کے، سکھائے
ہمیشہ قدسیہ خندہ، جبیں ہو

انڈونیشیا میں جماعت کے ابتدائی حالات اور مخالفتوں پر صبر و استقامت

خطبہ جمعہ 11رفروری 2011ء

فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البقرہ آیات 154 تا 158) کی تلاوت فرمائی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ○ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّ لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ○ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ○ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ○ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَ رَحۡمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ○ (سورۃ البقرہ آیات 154 تا 158)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے صبر اور صلوۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اُن کو مُردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔ گزشتہ دنوں انڈونیشیا میں درندگی اور سفّاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مخالفینِ احمدیت نے جو تین احمدیوں کو شہید کیا ہے اُس سے ہر احمدی غمزدہ ہے۔ لیکن جیسا کہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کا بحیثیت جماعت بھی اور ہر احمدی کا ایک مومن ہوتے ہوئے بھی یہی طریق رہا ہے کہ ہم صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان، مال اور ہر قسم کے نقصان کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے برداشت کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ کہ یقیناً ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی مومنین کی اللہ تعالیٰ نے نشانی بتائی ہے۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں، انہیں آج احمدیوں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔ دشمن بار بار ہم سے یہ سلوک کرتا ہے اور ہم بار بار ان آیات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے دہراتے رہتے ہیں۔ جان، مال کی قربانیاں چاہے انڈونیشیا کا احمدی دے رہا ہو، یا پاکستان کا احمدی دے رہا ہو، یا کسی اور ملک کا احمدی دے رہا ہو، جو مومنانہ شان کا مظاہرہ کرنے کی روح آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق نے ایک احمدی کے دل میں پھونک دی ہے وہ ہر جگہ کے رہنے والے احمدی میں ایک قدرِ مشترک ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاطر جو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، خدا تعالیٰ کی خاطر جو ہم سے قربانی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی جواب کی تلقین فرمائی ہے اور اسی جواب کا عملی مظاہرہ ہمارے آقا و سید حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور یہی روح آپ نے اپنے صحابہ میں پھونک دی تھی جنھوں نے اس کے عملی نمونے دکھائے۔ بلکہ ہر نبی کے ماننے والے پر جب اس کے دشمنوں نے

زندگیاں تنگ کیں، ہر زمانے کے فرعون نے جب ایمان لانے والوں کو جان سے ہاتھ دھونے یا اپنے ایمان سے پھر جانے میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی شرط رکھی تو ایمان لانے والوں نے ہمیشہ اپنے ایمان کی مضبوطی کا ہی اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں بھی جب شعبدہ دکھانے والوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ ہمارے جادو کے مقابلے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جو پیش کر رہے ہیں وہ دنیاوی جادو نہیں ہے بلکہ تائیدِ الٰہی ہے اور ایک ایسا نشان ہے جس کا دنیاوی تدبیروں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب اُن پر یہ حقیقت کھل گئی کہ جو پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام دے رہے ہیں وہ الٰہی پیغام ہے تو وہ اس پر فوراً ایمان لے آئے۔ اس پر فرعون کی فرعونیت کو بڑی ٹھیس پہنچی۔ غصہ سے لال بھبھوکا ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ تمہارے اس فعل کی میں تمہیں ایسی عبرتناک سزا دوں گا جو ہمیشہ یاد رہے گی تو اس پر ایمان لانے والوں نے فرعون کو یہی جواب دیا تھا کہ ہم تمہیں خدا تعالیٰ کے نشانات پر فوقیت نہیں دے سکتے، خدا تعالیٰ پر ایمان پر فوقیت نہیں دے سکتے۔ فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقۡضِیۡ ہٰذِہِ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا (طٰہٰ: 73)۔ یعنی پس ہمارے ایمانوں کو پھیرنے کے لئے تو جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے۔ تُو صرف ہماری اس دنیاوی زندگی کو ہی ختم کر سکتا ہے۔ لیکن ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان ہو کر ہمیں جو ملنے والا ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے جس کا تیری بادشاہت تصور بھی نہیں کر سکتی۔ پس اگر موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے اس ایمان کا مظاہرہ کر سکتے ہیں تو ہم تو اُس افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ﷺ کے ماننے والے ہیں جس پر کامل شریعت اتری، جس پر عمل کرنے سے ہم ایمانوں کی انتہا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے اُس مسیح محمدی کے ماننے والے ہیں جس نے ایمان ثریا سے لا کر پھر ایک سلسلہ نشانات کے ذریعہ ہمارے ایمانوں کو مضبوط کیا۔ پس کیا ہم آج کے فرعونوں یا فرعون کے چیلوں سے ڈر کر اپنا ایمان ضائع کر دیں گے؟ جبکہ ہمیں تو خدا تعالیٰ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ کی خوشخبری دے رہا ہے۔ ہمیں ہمارے صبر کے مظاہروں اور جان کے نذرانے پیش کرنے پر ہمیشہ کی زندگی کی بشارت دے رہا ہے۔ پس جو لوگ ایمان کی اس حالت پر پہنچے ہوں انہیں نہ دھمکیاں اپنے نیک مقاصد سے ہٹا سکتی ہیں، نہ ظلم و بربریت کی انتہا اپنے ایمانوں پر قائم رہنے سے روک سکتی ہے۔ پس اے دشمنانِ احمدیت! جو دنیا کے کسی بھی کونے میں بس رہے ہو، تم احمدی پر جو بھی ظلم روا رکھنا چاہتے ہو رکھ لو لیکن ہمیں ہمارے ایمانوں سے سرِ مو ہٹا نہیں سکتے۔ ہر جگہ کے احمدی سے تم یہی جواب سنو گے کہ فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ تم جو کر سکتے ہو کر لو۔ ہمیں ہمارے ایمانوں سے نہیں پھیر سکتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

انڈونیشیا کے احمدیوں نے بھی دشمن کو یہی جواب دیا۔ وقتاً فوقتاً ان لوگوں کو پہلے دھمکیاں مل رہی تھیں لیکن ایمان کی دولت سے مالا مال ان لوگوں نے ان دھمکیوں کی ذرا سی بھی پروا نہیں کی۔ یہ چھوٹی سی جماعت ہے جہاں یہ واقعہ ہوا ہے۔ صرف تیس افراد پر مشتمل کُل جماعت ہے جس میں عورتیں بچے شامل ہیں۔ سات فیملیز ہیں۔ صرف سات خاندان ہیں۔ لیکن یہ سب اس بات پر دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر راضی نہ تھے کہ جماعت سے علیحدگی کا اعلان کریں اور ان نام نہاد مُلّاؤں کے پیچھے چل پڑیں۔ اُس وقت وہاں مُلّاں کا یا جو اُن کے چیلے تھے اُن کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ اپنے معلم کو یہاں سے نکالو جبکہ معلم کوئی غیر نہیں تھا۔ کوئی باہر سے آیا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ اُسی قصبے کا رہنے والا تھا۔ وہیں کا باشندہ تھا۔ بہر حال جب مخالفت حد سے زیادہ بڑھنی شروع ہوئی تو ساتھ کی جماعتوں کے بیس خدام مختلف وقتوں میں ڈیوٹی کے لئے وہاں آیا کرتے تھے۔ وہ وہاں مشن ہاؤس میں آ کر بیٹھتے تھے کہ یہ لوگ کہیں مشن ہاؤس پر قبضہ نہ کر لیں۔ کیونکہ عموماً پولیس کی پشت پناہی ان کو حاصل ہے اور ہمارے ساتھ ان لوگوں کا یہی طریق رہا ہے کہ جب ہم انتظامیہ کے کہنے پر یا لوگوں کی وجہ سے اپنا کوئی مکان یا مشن ہاؤس یا مسجد خالی کرتے ہیں تو انتظامیہ اس پر تالے لگا دیتی ہے یا لوگوں کو قبضہ کروا دیتی ہے یا خود بھی اگر یہ قبضہ کر لیں تو انتظامیہ اُسے خالی نہیں کرواتی۔ یہ گزشتہ کئی سال سے تجربہ ہو رہا تھا۔ اس لئے اب اُس کے بعد سے یہی فیصلہ ہوا ہے کہ

جو بھی گزر جائے ہم نے کبھی بھی جگہ خالی نہیں کرنی۔ ہمارے لوگ مشن ہاؤس میں تھے اور اندر بیٹھے تھے۔ان ظالموں نے جب حملہ کیا ہے تو اندر جا کر درانتیوں اور ٹوکوں اور چاقوؤں اور ڈنڈوں سے احمدیوں کو زخمی کر کے کھینچتے ہوئے باہر لے آئے جبکہ پولیس بھی باہر کھڑی تھی اور یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔سب نے یہ خبر سن لی ہے کہ تین احمدیوں کو شہید کیا اور پانچ کو زخمی کیا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے افرادِ جماعت کی ایمانی حالت اُسی طرح مضبوط ہے بلکہ زیادہ مضبوط ہے۔ یہ سب کچھ انتہائی ظالمانہ طریق پر کیا گیا۔زمانہ جاہلیت کے کفار کی مثال قائم کر دی گئی۔افسوس کہ ان نام نہاد ظالم مسلمانوں نے ہمیشہ کی طرح اُس رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن کے نام پر یہ کیا ہے جو رحمتیں بانٹنے آیا تھا۔جس عظیم نبی نے جنگ میں بھی بعض اصول مقرر فرمائے تھے کہ ان کی پابندی کی جائے۔جس نے جنگ کے جرم میں ملوّث مقتولوں کے بارہ میں بھی یہ ہدایت دی تھی کہ ان کا مُثلہ نہیں کرنا جو عرب میں عام رواج تھا۔ کیونکہ یہ کسی بھی طرح سے مناسب نہیں ہے کہ لاشوں کی بے حُرمتی کی جائے۔ مذہب تو ایک طرف، انسانیت کے ادنیٰ اصولوں کے بھی یہ خلاف ہے۔ لیکن ہمارے احمدیوں پر حملہ کرنے والے ان ظالموں نے ایسے ظالمانہ طور پر لاشوں کی بے حُرمتی کی ہے کہ لاشیں پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ پہلے جو رپورٹ آئی تھی اُس میں غلطی سے کچھ دوسرے لوگوں کا نام دے دیا گیا تھا۔ پھر جب دوبارہ پہچان کی گئی تو پتہ لگا کہ نہیں، یہ تو اور لوگ ہیں۔اُن کے عزیزوں نے آ کر پھر مختلف نشانیوں سے اُن لاشوں کو پہچانا۔ان لوگوں نے تو لاشوں کی بے حُرمتی میں کفّار کو بھی مات کر دیا تھا۔ ہمارا دل ان کی حرکتوں پر جو ہمارے پیاروں کی شہادت اور اُن کی لاشوں سے بے حُرمتی پر انہوں نے کیں، بے شک غمزدہ تو ہے اور بے قرار ہے لیکن سب سے بڑا ظلم جو ان لوگوں نے کیا، جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا، وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے آقا و مولیٰ اور محسنِ انسانیت اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا گیا۔ یہ اس قدر ظالمانہ کام تھا کہ ملکی اور غیر ملکی دونوں پریس نے اس کی خبریں دی ہیں اور ویڈیو دکھانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ یہ جو انسانیت سوز نظارے ہیں، جو مناظر ہیں، یہ ہم نہیں دکھا سکتے۔الجزیرہ چینل جو عموماً اس قسم کی خبریں دے دیتا ہے، اس حرکت پر تو اس نے بھی کانوں کو ہاتھ لگایا۔الجزیرہ نے اپنی خبر میں بتایا کہ یہ ایک خوفناک اور دردناک منظر تھا۔ پولیس کھڑی تھی اور ایک جلوس احمدیوں کے گھروں پر حملہ آور تھا۔کہتا ہے پھر قتل و غارت شروع ہوتی ہے اور تین آدمیوں کو ننگا کر کے پتھروں اور لاٹھیوں سے اور چاقوؤں اور نیزوں سے مارا گیا۔ یہ کہتا ہے کہ اس کی جو فوٹیج (Footage) بنائی گئی ہے، جو تصویریں کھینچی گئی ہیں وہ ایسی نہیں کہ دکھائی جا سکیں۔ایشین ہیومن رائٹس کمیشن نے کہا ہے کہ احمدیوں کے خلاف جو یہ ظالمانہ کارروائی ہوئی ہے اس کو مقامی لوگ انڈونیشین علماء کونسل کے فیصلہ کے مطابق صحیح سمجھتے ہیں۔مقامی لوگوں سے مراد وہ جو کرنے والے تھے۔ یہ ہیں آج کل کے علماء جو آج سے ہزاروں سال پہلے کے جاہلانہ اور ظالمانہ کاموں کو اسلام کے نام پر کرنے کی مسلمانوں کو ترغیب دلا رہے ہیں۔The Economist ایک رسالہ ہے، اُس نے لکھا ہے کہ یہ ظلم مسلمانوں اور عیسائیوں کی لڑائی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ مسلمان کہلانے والوں نے مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ اگر کسی میں اس ظالمانہ عمل کی فلم دیکھنے کی طاقت ہو تو دیکھو گے کہ یہ ظالمانہ قتل و غارت گری بالکل مختلف قسم کی تھی جو آج کل کی تعلیم یافتہ اور مہذب دنیا سے بعید ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ جس نے دوسرے شہریوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہمارے بہت سارے احمدیوں نے بھی اس کی ویڈیو دیکھی ہے اور جس نے بھی دیکھی ہے مجھے یہی لکھا ہے کہ ایک آدھ منٹ سے زیادہ ہم دیکھ نہیں سکے۔ایک خاتون نے لکھا کہ مَیں نے بچوں سے چھپ کر دیکھی اور رونے لگی اور بچے پریشان تھے کہ کیا وجہ ہے؟ ہماری ماں کیوں رو رہی ہے؟

اسی طرح ایک الجیرین احمدی میرے پاس آئے اور ذکر کرتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔

اُس کا ایسا خوفناک نقشہ ہے کہ آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔لیکن ان لوگوں نے اپنے بچوں تک کے دل اتنے سخت کر دیئے ہیں کہ وہاں کھڑے

سارے نظارے پر وہ تالیاں بجاتے رہے۔ نیو یارک ٹائمز، فنانشل ٹائمز، ان سب نے تقریباً اسی طرح کی خبریں لکھی ہیں۔ جاکرتا پوسٹ جو اُن کا اخبار ہے، اُس میں ایک مضمون نگار کا مضمون ہے، وہ لکھتا ہے کہ ”جماعت احمدیہ کے افراد پر تازہ حملہ جس وجہ سے بھی ہوا، لیکن یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں اقلیتی گروپ کے لئے کسی بھی قسم کے مہذب جذبات اور خیالات نہیں ہیں۔ جبکہ یہ احمدی بھی اور دوسرے مذہبی گروپ بھی تعمیرِ وطن میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ انڈونیشیا کی تعمیر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ لکھتا ہے کہ یہ افسوس ناک واقعہ انڈونیشیا کی تاریخ کا ہمیشہ کے لئے ایک انمٹ حصہ بن چکا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ کی تعلیم غیر اسلامی ہے اس لئے ان کو جینے کا کوئی حق نہیں، یہ سب لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں یا بھٹکا دیئے گئے ہیں۔ پھر لکھتا ہے کہ بیسویں صدی کی نئی سوچ اور ترقی پسند سوچ احمدی سکالرز نے ہی انڈونیشیا کو دی ہے۔ کہتا ہے کہ ہمارے لیڈروں نے جن میں صدر سوئیکارنو بھی شامل ہیں، قرآنِ کریم کا ترجمہ جماعتِ احمدیہ کے سکالر کا ہی لکھا ہوا پڑھا ہے۔ جس سے ان کو قرآنِ کریم کی سمجھ آئی، جس سے ان کے علم میں اضافہ ہوا۔ پھر لکھتا ہے کہ ہم اس اقلیتی گروپ کے یقیناً شکر گزار ہیں۔ جماعت احمدیہ کی اس ملک کے لئے خدمات انمول ہیں۔ یہ اس مضمون کا خلاصہ ہے جو مَیں نے بیان کیا ہے۔ یہ لکھنے والے جوگ جاکرتا کی اسلامی یونیورسٹی کے ایک لیکچرر ہیں۔ بہرحال جکارتہ پوسٹ، جکارتہ گلوب وغیرہ نے اس حوالے سے یہ خبریں شائع کی ہیں۔ اور بڑی سختی سے اس عمل کو اور اس حرکت کو رڈ کیا ہے اور حکومت کو توجہ دلائی ہے۔ کم از کم وہاں کے میڈیا اور پڑھے لکھے لوگوں میں یہ جرأت تو ہے کہ ظلم کے خلاف انہوں نے آواز اٹھائی ہے۔ کچھ بولنے والے ہیں جس سے قوم کی بہتری کی کوئی امید کی جاسکتی ہے۔ کاش کہ یہ جرأت پاکستان کے پڑھے لکھے لوگوں میں بھی پیدا ہو جائے اور پریس میں بھی پیدا ہو جائے۔

جماعت احمدیہ کی مخالفت انڈونیشیا میں کوئی نئی نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمیشہ سے الٰہی جماعتوں سے طاغوتی طاقتوں کا سلوک رہا ہے، شیطان کا سلوک رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کی بھی کسی نہ کسی رنگ میں خاص طور پر اسلامی ممالک میں مخالفت ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔ اور انڈونیشیا میں جماعت کے قیام سے ہی یہ مخالفت رہی ہے۔ ہمیشہ مُلّاں راہِ راست سے ہٹا رہا ہے اور انڈونیشیا میں اُس نے جماعت کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ مُلّاں کا تو خیر طریقہ ہی یہی ہے۔ وہ کسی بھی ملک کا مُلّاں ہو، اُس نے حق کو نہیں ماننا کیونکہ ان کے اپنے مفادات ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ حق کو قبول کر لیں گے تو ان کی روزی بند ہو جائے گی، اُن کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔ اُن کے علم کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔

بہرحال مَیں آج جماعت انڈونیشیا کی ابتدائی مختصر تاریخ اور ظلموں کا بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ پھر شہداء کا ذکر کروں گا۔ انڈونیشیا میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز اور احمدیت کا نفوذ الٰہی تصرفات کے موجب عجیب رنگ میں ہوا ہے۔ اس ملک کو یہ اعزاز اور فخر حاصل ہے کہ اس کے چار افراد کو جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان میں جا کر خود احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کوئی مبلغ انڈونیشیا نہیں گیا جس نے وہاں جماعت قائم کی بلکہ چار افراد خود قادیان آئے اور وہ اس مقصد کے لئے نہیں آئے تھے کہ احمدی ہوں گے بلکہ پھرتے پھراتے آئے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ 1923ء میں سماٹرا کے چار نوجوان محترم مولوی ابوبکر ایوب صاحب، مولوی احمد نور الدین صاحب، مولوی زینی دَحلان صاحب اور حاجی محمود صاحب دینی تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے سماٹرا سے ہندوستان آئے۔ خدا کی تقدیر انہیں کلکتہ، لکھنؤ اور لاہور کے بعد قادیان کھینچ لائی۔ اگست 1923ء میں یہ چاروں نوجوان قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ ہماری دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے اُن کی تعلیم کا بندوبست فرمایا اور دورانِ تعلیم ہی ان پر احمدیت کی حقیقت و صداقت ظاہر ہوئی اور انہوں نے احمدیت قبول کر لی۔ قادیان میں بیعت کرنے والے انڈونیشین نوجوانوں نے بیعت کے بعد پھر احمدیت کے نور سے جلد اپنے ملک کو بھی منور کرنے کی کوشش کی۔

وہیں بیٹھے بیٹھے قادیان سے ہی انہوں نے اپنے رشتے داروں کو تبلیغی خطوط لکھنے شروع کر دیئے اور اس طرح انڈونیشیا میں تبلیغ کے لئے راہ ہموار ہونا شروع ہوگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب 29 نومبر 1924ء کو یورپ کے دورے سے واپس گئے ہیں تو ایک استقبالیہ حضور کے اعزاز میں دیا گیا۔ اس دعوت میں ان طلباء نے جو انڈونیشیا سے آئے تھے حضور سے یہ استدعا کی کہ حضور! مشرق کے اِن جزائر کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ اُس وقت حضور نے وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مَیں خود یا میرا کوئی نمائندہ آپ کے ملک میں جائے گا۔ چنانچہ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے حضرت مولوی رحمت علی صاحب کا انتخاب فرمایا اور آپ کو وہاں بھیجا جو سمندری جہاز کے راستے سفر کرتے ہوئے ستمبر 1925ء میں اس ملک میں پہنچے۔ اور سب سے پہلے ساٹرا میں آچیہ کی ایک چھوٹی سی بستی ''تاپاتوآن'' (Tapatuan) میں وارد ہوئے۔ وہاں کی تہذیب و معاشرت اور تھی۔ زبان مختلف تھی۔ غیر لوگ تھے۔ اپنا جاننے والا بھی کوئی نہ تھا۔ لیکن یہ تمام ابتدائی مراحل اور مشکلات حضرت مولوی صاحب کی ہمت اور ارادہ میں فرق نہ ڈال سکے اور زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے انفرادی تبلیغ بھی شروع کر دی۔ پھر علماء سے بحث مباحثے اور مناظرے بھی شروع ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے نوازا اور چند ماہ میں ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے انڈونیشیا کی پہلی جماعت قائم ہوگئی اور آٹھ افراد نے بیعت کی۔ اس کے بعد مزید بیعتیں ہوتی چلی گئیں۔ بہر حال ایک لمبی تفصیل ہے۔ حضرت مولوی صاحب کو جیسا کہ مَیں نے کہا آغاز میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک زبان کا مسئلہ، پھر مخالفتیں بھی شروع ہوئیں اور تہذیب وغیرہ مختلف تھی، تمدنی روایات مختلف تھیں۔ بہر حال جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ مولوی صاحب نے اس پر قابو پالیا۔ علماء نے وہاں یہ فتویٰ دے دیا کہ احمدیوں کی کتب اور مضامین نہ پڑھے جائیں اور نہ ہی ان کے لیکچر سنے جائیں۔ جب مقامی احمدیوں کی تعداد بڑھنے لگی تو وہاں کے لوگوں نے مقامی احمدیوں کا بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا حتی کہ اخبارات والے بھی کوئی خبر چھاپنے کے لئے تیار نہ تھے۔ کوئی مضمون چھاپنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ مخالفت اس حد تک بڑھ گئی کہ لوگوں کے تین تین ہزار کے مجمع مولوی صاحب کی رہائش گاہ کے آگے کھڑے ہو کے نعرے بازی اور ہلڑ بازی کرتے تھے اور طرح طرح کے دل آزار نعرے لگاتے تھے اور گالیاں دیتے تھے۔

بہر حال اس کے بعد پھر حاجی محمود صاحب بھی وہاں آ گئے۔ مولویوں نے کسی طرح زبردستی اُن سے یہ بیان لکھوالیا کہ میں احمدیت چھوڑتا ہوں اور اس پر ایک اشتہار شائع کروا دیا اور بڑا شور پڑا۔ اس کے بعد مولوی صاحب کی مخالفت اور بھی زیادہ شدت سے شروع ہوگئی۔ لیکن بہر حال حاجی محمود صاحب بعد میں سنبھل گئے اور علماء کی چالوں سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ اور جب علماء کو یہ پتہ لگا کہ ہمارا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے تو متفقہ طور پر حضرت مولوی رحمت علی صاحب کو ملک بدر کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں اور حکومت کے افراد اور نمائندوں تک گئے۔ لیکن حکام نے انہیں کہہ دیا کہ ہم مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔ بہر حال یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ دسمبر 1927ء میں پاڈانگ میں غیر احمدی علماء کے ساتھ ایک مباحثہ ہوا جس میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ اور اخباروں کے ایڈیٹر اور حکومتی عہدیدار موجود تھے۔ اس مباحثے میں جماعت احمدیہ کے مبلغ کو ان میں برتری حاصل رہی اور جیسا کہ مقدر تھا یہ ہونا ہی تھا۔ مخالف علماء کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے نتیجے میں احمدیت کی تبلیغ کی راہ ہموار ہوگئی۔ اس دوران میں انڈونیشیا میں تیسری جماعت ڈوکو (Doko) کے مقام پر قائم ہوئی۔

حضرت مولوی رحمت علی صاحب اکتوبر 1929ء میں واپس قادیان تشریف لائے اور 1930ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دوبارہ ان کو سماٹرا جانے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں اپنی معاونت کی غرض سے ایک مزید مبلغ بھجوانے کی درخواست کی۔ اس درخواست کو حضور نے قبول فرماتے ہوئے محترم مولوی محمد صادق صاحب کو آپ کے ساتھ انڈونیشیا جانے کا ارشاد فرمایا اور پھر یہ دونوں انڈونیشیا گئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 539_نظر ثانی شدہ ایڈیشن)

انڈونیشیا میں جیسے جیسے احمدیت کو فروغ حاصل ہوتا جا رہا تھا احمدیت کی مخالفت میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ابتدائً تین جماعتوں کو ابتلا کا سامنا کرنا پڑا۔ 'تاپک توآن' کی جماعت پر وہاں کے راجہ کی طرف سے ابتلا وارد کیا گیا اور احمدیوں کو باقاعدہ نماز کی ادائیگی سے روک دیا گیا۔ (وہاں کا جو مقامی راجہ تھا اُس نے روک دیا) جمعہ کی نماز کی ممانعت کر دی گئی اور تبلیغ عام بند کر دی گئی۔ یہ تمام سختیاں اُن پر عائد کر دی گئیں۔ 'لہوسوکن' کی جماعت کو بھی وہاں کے راجہ نے ظلم کا تختہ مشق بنایا اور سب کو مجبور کیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو نعوذ باللہ کذّاب اور دجّال کہیں ورنہ انہیں اس جگہ سے نکال دیا جائے گا۔ ایک احمدی مکرم گروعلی صاحب کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ تنکو عبدالجلیل اور ان کے چھوٹے بھائی کو احمدی ہونے کی بنا پر گاؤں سے نکال دیا گیا۔ بہر حال مولوی ابوبکر ایوب صاحب بھی اس دوران میں فارغ ہو کے قادیان سے وہاں آ گئے تھے۔ تو آپ ''کِسارَن'' کے علاقے میں تبلیغ کر رہے تھے۔ آپ پر تبلیغ کی پابندی عائد کر دی گئی۔ ایک روز رات بارہ بجے کے بعد شہر کا ایک سرکردہ پولیس افسر پولیس کے ہمراہ وہاں کے سلطان کے حکم سے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آیا۔ اُس نے اس وقت کے حاضر افراد کے نام نوٹ کر لئے اور کہا کہ آپ اور آپ کے ساتھی صبح چیف ڈسٹرکٹ صاحب کے پاس دفتر میں حاضر ہو جائیں۔ صبح جب محترم مولوی صاحب اور آپ کے ساتھی دفتر مذکور پہنچے تو آپ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ چیف صاحب سوالات کر کے گرفت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی صاحب انتہائی فراست اور حکمت سے تمام سوالوں کے جواب دیتے رہے اور اس کا چیف جسٹس آفیسر جو تھا اُس پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ کہتے ہیں اُس وقت اس کی حاکمانہ صورت جاتی رہی اور پھر وہ دلچسپی اور خندہ پیشانی کے ساتھ تقریباً آدھا گھنٹہ احمدیت کے بارہ میں معلومات حاصل کرتا رہا اور بعد میں بڑی عزت سے ان سب کو رخصت کر دیا۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ انڈونیشین مضمون نگار نے انڈونیشیا کے بنانے میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا ذکر کیا تھا، اس کا مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔ یہ تو ذکر پہلے ہو گیا کہ جماعت کس طرح وہاں قائم ہوئی؟ کیا کیا مشکلات شروع دور میں ہوتی رہیں؟ ہمیشہ سے یہاں مخالفت رہی ہے۔ بہر حال پھر جماعتی خدمات کیا تھیں؟ اس بارے میں مختصر بیان کرتا ہوں کہ تحریکِ آزادی انڈونیشیا کے حق میں برصغیر پاک و ہند سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُرزور آواز بلند کی اور دوسرے مسلمانوں کو بھی تحریک کی کہ وہ مسلمانانِ انڈونیشیا کی تحریکِ آزادی کی زبردست تائید کریں۔ اس کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 16 راگست 1946ء کے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔ حضور کی اس تحریک کے بعد قادیان کے مرکزی پریس کے علاوہ دنیا بھر کے احمدی مشنوں کو بھی انڈونیشیا کی تحریکِ آزادی کے حق میں مؤثر آواز بلند کرنے کے لئے کہا گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر انڈونیشیا کو آزادی مل گئی۔ اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ جاپانی حکومت کے خاتمہ پر ڈاکٹر سوئیکارنو نے 17 راگست 1945ء کو انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کر دیا اور ڈچ حکومت کے خلاف سارے ملک میں آزادی کی جنگ لڑی جانے لگی۔ اس موقع پر مبلغینِ احمدیت اور دوسرے احمدیوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے ماتحت تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور مبلغین احمدیت اور جماعت کے سربرآوردہ احباب نے ری پبلکن حکومت کے ساتھ مل کر کام کیا۔ سید شاہ محمد صاحب 'جوگ جاکرتا' پہنچے اور ڈاکٹر سوئیکارنو سے ملاقات کی اور ان سے درخواست کی کہ مَیں آزادی کی اس تحریک میں شامل ہو کر اس ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ (آپ بھی مبلغ تھے) صدر سوئیکارنو نے اور کاموں کے علاوہ آپ کے سپرد ریڈیو سے اردو زبان میں خبریں نشر کرنے کا کام کیا۔ آپ کے علاوہ مکرم مولوی عبدالواحد صاحب اور مکرم ملک عزیز احمد خان صاحب نے بھی تقریباً دو تین ماہ ریڈیو پر نشر کا کام کیا۔ سید شاہ محمد صاحب تو جوش و خروش سے اس تحریک میں شامل رہے۔ ان کا جوش و خروش اتنا تھا کہ ایک سابق وزیر داخلہ نے کہا کہ ''ہم سید شاہ محمد صاحب کو اپنی قوم ہی کا ایک فرد تسلیم کرتے ہیں۔'' یہ ہندوستانی نہیں۔ شاہ محمد صاحب کی خدمات کا اعتراف اس طرح سے ہے۔ سید شاہ محمد

صاحب نے تحریک آزادی انڈونیشیا میں جو کردار ادا کیا اور جو خدمات سرانجام دیں ان کو سراہتے ہوئے 3 اگست 1957ء کو انڈونیشیا نے زیر خط (اُن کا نمبر ہے) سند خوشنودی عطا کی۔اور یہ سند جنرل سیکریٹری وزارتِ اطلاعات کے توسط سے دی گئی۔اور اس میں تحریر کیا گیا کہ ”ہم سید شاہ محمد صاحب ہیڈ آف دی احمدیہ مسلم مشن مقیم جاکرتا کی ان خدمات اور کارناموں کے لئے انتہائی رنگ میں قدر و منزلت کا اعتراف کرتے ہیں جو انہوں نے انڈونیشین قوم اور حکومت ری پبلک انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی کے ضمن میں اُس زمانہ میں سرانجام دیں۔وزارتِ اطلاعات کی قیادت میں شعبہ پبلسٹی کے رکن ہونے کی پوزیشن میں جناب موصوف نے ہمیشہ اپنی دماغی قابلیت اور دیگر صلاحیتوں سے پورے یقین و وثوق سے بین الاقوامی رائے عامہ کو اس طرف مبذول کرایا کہ حکومت ریپبلک انڈونیشیا کی جدوجہد صداقت اور حق پر مبنی ہے۔پھر لکھا ہے کہ جن دنوں ڈچ حکومت نے جوگ جاکرتا دارالحکومت انڈونیشیا پر حملہ کر کے قبضہ کیا اس زمانہ میں بھی جناب موصوف نے ہماری جدوجہد میں پوری امداد جاری رکھی۔(پھر لکھتے ہیں کہ) یو۔این۔او کے فیصلہ کی روشنی میں جاکرتا سے جب ڈچ افواج کا انخلاء ہوا اور نئی حکومت جوگ جاکرتا منتقل ہوئی اُس وقت بھی جناب موصوف اُس کمیٹی کے ممبر تھے جو حکومت ریپبلک انڈونیشیا کے ازسرِ نو قیام کیلئے بنائی گئی تھی۔پھر اسی سند میں لکھا ہے کہ جب پریذیڈنٹ سویکارنو ڈچ حکومت کی نظر بندی کے بعد جوگ جاکرتا آئے تو موصوف اس کمیٹی کے بھی ممبر تھے جس نے صدر سویکارنو کا استقبال کیا۔پھر اس سند میں لکھتے ہیں کہ ڈچ حکومت سے اختیارات لینے کے بعد صدر سویکارنو جب جاکرتا آئے تو موصوف بھی اس قافلہ میں شامل تھے جو صدر سویکارنو کے ہمراہ تھا اور موصوف واحد غیر ملکی تھے۔جب حکومت کے دفاتر جوجاکرتہ منتقل ہوئے تو بعد میں موصوف ریڈیو ریپبلک انڈونیشیا کے شعبہ نشر و اشاعت سے منسلک ہو کر اُردو کے پروگرام میں نہایت عمدگی سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔بعد میں اپنے فرائض بحیثیت انچارج احمدیہ مسلم مشن انڈونیشیا انجام دینے لگے“۔

انڈونیشیا کے پہلے صدر جن کا ذکر آیا ہے کہ انہوں نے قرآنِ کریم بھی پڑھا تو احمدیوں سے پڑھا، وہ اپنی کتاب جس کا نام انڈونیشین میں Di Bawa Bendera Revolusi ہے، تحریر کرتے ہیں کہ ”اگرچہ میں احمدیت کے بعض مسائل سے متفق نہیں بلکہ انکار کرتا ہوں، تب بھی اس کی تعلیمات اور اس کے فوائد کا احسان مند ہوں جو مجھے اس کی طرف سے تحریرات کی شکل میں حاصل ہوئے اور جو عقل اور جدید تقاضوں کے عین مطابق اور وسعتِ ذہن پیدا کرنے والے ہیں“۔(صفحہ 346)

تو یہ ہے اس کی تفصیل۔یہ زبانی قربانیاں یا عملی قربانیاں ہی نہیں تھیں یا صرف مشورے کی حد تک نہیں بلکہ 1946ء میں تحریکِ آزادی کے دوران بعض احمدی احباب اپنی زندگیاں قربان کر کے شہیدوں میں شامل ہوئے۔جن میں ایک ہمارے مکرم راڈین محی الدین صاحب صدر جماعت انڈونیشیا جو سیکرٹری کمیٹی برائے انڈونیشیا بھی تھے، انڈونیشیا کے پہلے جشنِ آزادی کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپ کو ڈچ افواج نے اغوا کر لیا اور بعد میں آپ کو شہید کر دیا۔تو ملکی آزادی میں احمدیوں کا خون بھی شامل ہے۔یہ تو جماعت احمدیہ کی انڈونیشیا کے لئے، اُس ملک کے لئے قربانی اور کام اور خدمات کا ذکر ہے۔لیکن علماء اور شدت پسند گروپوں نے، گروہوں نے اپنے ظلموں کی داستانیں بھی ساتھ ساتھ جاری رکھیں۔بعض پرانے شہدائے احمدیت انڈونیشیا کا میں ذکر کرتا ہوں۔1947ء میں درج ذیل 6 (چھ) احمدی احباب شہید کئے گئے۔

مکرم جائید صاحب (Jaed)، مکرم سورا صاحب (Sura)، مکرم سائری صاحب (Saeri)، مکرم حاجی حسن صاحب، مکرم راڈین صالح صاحب، مکرم دحلان صاحب (Dahlan)۔ان چھ احباب نے سنگا پارنا ویسٹ جاوا کے گاؤں میں شہادت کا مقام پایا۔وہابی موومنٹ کے دارالاسلام نامی ایک گروپ نے ڈنڈوں اور پتھروں سے اِن احمدیوں پر شدید حملہ کیا اور اُن کو گھروں میں اہل خانہ کی آنکھوں کے سامنے بڑی بے دردی سے مارتے

مارتے گھسیٹتے ہوئے گاؤں سے باہر لے گئے اور مار مار کر شہید کر دیا۔ دارالاسلام گروپ نے حملہ سے قبل اُن کو مجبور کیا کہ احمدیت چھوڑ دیں لیکن یہ سب احمدیت پر ثابت قدم رہے۔ استقامت دِکھائی۔

احمدیوں کے ساتھ وہاں جو سلوک ہو رہا ہے یہ ظالمانہ فعل بہت پُرانے ہیں۔ اس کے دو سال بعد 1949ء میں درج ذیل احمدی احباب نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

مکرم سانوسی صاحب (Sanusi)، مکرم اوموصاحب (Omo)، مکرم تحیان صاحب (Tahyan)، مکرم سہرومی صاحب (Sahromi)، مکرم سوما صاحب (Soma)، مکرم جملی صاحب (Jumli)، مکرم سرمان صاحب (Sarman)، مکرم اوسون صاحب (Uson) اور مکرمہ ایڈوٹ صاحبہ (Idot) اور مکرمہ اونیہ صاحبہ (Uniah) دو خواتین کو بھی شہادت کا اعزاز حاصل ہوا۔

اِن احمدی احباب نے سنگاپارنا ویسٹ جاوا کے گاؤں SANGIANG LABONG میں شہادت کا مقام پایا۔ ان کو بھی وہابی تحریک کے گروپ دارالاسلام نے ڈنڈوں، پتھروں اور اینٹوں سے حملہ کر کے شہید کیا۔ ان کو بھی گھسیٹتے ہوئے گاؤں سے باہر لے گئے اور وہاں انتہائی ظالمانہ طریق سے مارتے مارتے شہید کر دیا گیا۔ ان کو بھی مجبور کیا گیا کہ احمدیت سے توبہ کریں لیکن ان سب نے انکار کیا اور استقامت دکھائی اور ثابت قدم رہے۔

پھر اس کے بعد جماعت احمدیہ کی مخالفت کا ایک شدید دور 2001ء میں شروع ہوا جس میں مکرم پاپوک حسن صاحب (Papuq Hasan) کو 22رجون 2001ء میں شہید کیا گیا۔ آپ کی عمر پچپن سال تھی اور قریباً ایک سو مخالفینِ احمدیت نے مغربی لمبوک کے ایک گاؤں 'لالوا' (Laloaw) کی جماعت پر حملہ کیا۔ مخالفین، جماعت کی مسجد کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ پاپوک حسن صاحب دیگر احمدی احباب کے ساتھ مخالفین کے حملہ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور شدید زخمی ہوئے اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ فوراً ہسپتال لے جایا گیا لیکن بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے راستے میں جامِ شہادت نوش فرمالیا۔

2002ء میں حکومت کے کارندے بھی ان ظالموں کے ساتھ مل گئے اور مختلف قسم کے ظلم ہوتے رہے۔ مانسلور (Manislor) کے علاقے میں مخالفین نے احمدیہ مساجد اور احمدی گھروں میں پتھراؤ کیا۔ دو مساجد اور بیالیس (42) احمدی گھروں کے شیشے وغیرہ توڑے۔ لوکل گورنمنٹ نے جماعت مانسلور کی مساعی کو روکنے کے لئے آرڈر جاری کیا کہ احمدی احباب مسجد کا استعمال نہیں کر سکتے۔ 15رجولائی 2005ء کو جماعت انڈونیشیا کی مرکزی مسجد اور سینٹر پر سینکڑوں مخالفین کے گروہ نے حملہ کیا اور جماعتی عمارات اور املاک کو نقصان پہنچایا۔ پولیس کھڑی تماشا دیکھتی رہی۔ بعض عمارتوں کو آگ لگائی گئی۔ اور سارا سینٹر، مساجد، مشن ہاؤسز، ذیلی تنظیموں کے دفاتر اور دیگر عمارات کو حکومت نے سِیل (Seal) کر دیا۔ یہ حکومت بھی اب ان کے ساتھ شامل ہو رہی ہے۔

19رستمبر 2005ء کو پانچ سو مخالفین نے ریجن سیانجور (Cianjur) کی پانچ جماعتوں پر حملہ کیا۔ پانچوں جماعتوں کی مساجد کو کافی نقصان پہنچایا گیا۔ دروازے، کھڑکیاں، شیشے توڑے گئے۔ مشن ہاؤسز کو بھی نقصان پہنچایا گیا اور سامان وغیرہ لوٹ لیا گیا۔ بہت ساری چیزیں جلا دی گئیں۔ چھیاسی (86) گھروں کو نقصان پہنچایا اور توڑ پھوڑ کی گئی۔ بعض گھروں کو جلا دیا گیا۔ سامان لوٹ لیا گیا۔ بعض مقامات پر احمدیہ مدرسوں کو بھی نقصان پہنچایا گیا۔ ان جماعتوں میں احمدی احباب کی کاریں موٹر سائیکل بھی جلائے گئے۔

19راکتوبر 2005ء رات نو بجے سو مخالفین جماعت نے کیتاپانگ (Kitapang) پر حملہ کیا۔ تین احمدی گھروں کو نقصان پہنچایا۔ دو احمدی دوست زخمی ہوئے۔ اس جماعت کے احباب قبل ازیں پانکور (Pancor) اور سیلونگ (Selong) کے علاقے میں مقیم تھے جہاں 2002ء میں مخالفین نے

حملہ کر کے ان کو مسجد اور گھروں سے نکال دیا تھا اور ان کے گھروں کو بھی جلا دیا اور مسجد کو بھی جلا دیا تھا۔ چنانچہ یہ وہاں سے ہجرت کر کے کیٹا پانگ (Kitapang) کے علاقے میں آئے تو ان پر اکتوبر 2005ء میں یہاں بھی حملہ کیا گیا۔ ہر جگہ سے تکلیفیں برداشت کیں لیکن پھر بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

فروری 2006ء میں مغربی لمبوک جزیرہ کی جماعت کیٹا پانگ (Kitapong) پر حملہ ہوا۔ تیئس (23) گھروں کو نقصان پہنچا۔ چھ گھر جلا دیئے گئے۔ احبابِ جماعت کی دکانوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ سامان لوٹ لیا گیا۔ ان کے مال مویشی لوٹ لئے گئے۔ 129 احباب جماعت بے گھر ہوئے اور یہ علاقہ چھوڑنا پڑا۔ 10 رنومبر 2007ء کو پنگوان (Pangauban) گاؤں میں لوکل مولوی کی قیادت میں مدرسوں کے طلباء نے ہماری مسجد کو گرا دیا اور 26 احمدیوں کو یہاں سے دوسرے علاقے میں منتقل ہونا پڑا۔ ستمبر 2007ء میں مسجد محمود سنگا پارانہ (Singa Parana) پر مخالفین کی طرف سے اس ماہ میں تیسرا حملہ ہوا۔ مساجد کی تمام کھڑکیاں توڑ دی گئیں۔ چھت کو بھی نقصان پہنچایا۔ دفتری سامان اور فرنیچر توڑ دیا گیا۔

18 ردسمبر 2007ء میں مخالفین نے جن کی تعداد 500 سے زائد تھی مانسلور (Manislor) جماعت پر حملہ کیا۔ مخالفین کا تعلق ڈیفنس فرنٹ اور مجلسِ مجاہدین انڈونیشیا سے تھا۔ جماعت کی دو مساجد کو نقصان پہنچایا۔ توڑ پھوڑ کی گئی اور جہاں مسجد کے سامان کو نقصان پہنچایا، بارہ (12) قرآنِ کریم بھی جلا دیئے۔ 9 مساجد کو پولیس نے سیل (Seal) کر دیا۔ گھروں کو نقصان پہنچایا گیا اور توڑ پھوڑ کی گئی۔ تین افراد زخمی ہوئے۔

بہرحال اس وجہ سے لوگوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا اور اب تک مختلف جگہوں پر یہی حالات ہیں۔ تو (جماعت) انڈونیشیا کے ساتھ یہ سابقہ حالات ہو رہے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے وہ ایمان کی مضبوطی دکھاتے ہوئے ایمان پر قائم ہیں اور ہر شر کا صبر سے، حوصلے سے، دعا سے مقابلہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اب یہ تازہ شہادتیں جو ہوئی ہیں یہ اس جاری ظلم کا ہی نتیجہ ہیں جو کئی سال پہلے سے شروع ہوا تھا۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اس دفعہ مقامی پریس نے بھی کھل کر لکھا ہے اور باہر کی پریس نے بھی لکھا ہے اور اس کی کافی شہرت ہوئی ہے۔

بہرحال اب مَیں ان شہداء کا ذکرِ خیر کرتا ہوں جو شہید ہوئے ہیں۔ اس میں پہلے شہید ہیں مکرم توباکوس چاندرا مبارک صاحب (Tubaqus Chandra Mubarak)۔ یہ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کی عمر 34 سال تھی۔ جماعتی مرکز میں رہتے تھے۔ پسماندگان میں ایک بیوی ہے جو 5 ماہ کی حاملہ ہے۔ 8 سال کی شادی کے بعد پہلا بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ بچہ وقف کیا جائے گا۔ انہوں نے وقفِ نو کے کاغذات پُر کر لئے تھے لیکن ابھی مرکز کو بھجوانے تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آ جائیں گے۔ بچہ تو وقفِ نو میں شامل ہو جائے گا۔ chandra صاحب جماعت کے سیکرٹری زراعت تھے۔ اور جماعت کی زمین جو مرکز میں واقع ہے اس کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد تھی۔ بہت ہی مخلص اور جماعتی کاموں میں بہت فعال تھے۔ چندہ باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے۔ ان کا سارا خاندان ہی بہت مخلص احمدی ہے۔ واقعہ کے ایک دن پہلے ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ جماعت cikesik (جہاں یہ حملہ ہوا ہے) وہاں مت جائیں۔ مَیں پانچ ماہ کی حاملہ ہوں۔ آپ کو میرا خیال کرنا چاہئے۔ یا میرا خیال کریں یا جماعت کا خیال۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت میں جماعت کو ترجیح دیتا ہوں۔ صرف ڈرائیور کے طور پر وہاں جانا تھا اور ڈیوٹی والے خدام کو وہاں پہنچانا تھا۔ اور ابھی یہ وہیں تھے کہ حملہ ہو گیا۔ مرحوم اپنے کارکنان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا کیا کرتے تھے اور اپنی بیوی کو بھی یہی تاکید کرتے کہ وقت پر نماز ادا ہونی چاہئے۔ ایک بہادر خادم تھے۔

توبا کوس چاندرا مبارک صاحب (جن کا ذکر ہو رہا ہے) مشن ہاؤس کے اندر تھے اور سب خدام سے آگے تھے۔ مخالفین نے ان کے جسم پر چھریوں کے بہت سے وار کئے اور ظالمانہ طور پر مارا۔ پھر مخالفین نے ان کو لٹکا دیا اور مارتے رہے۔ بعد میں نیچے اتارا اور ان کی لاش کو ڈنڈوں اور پتھروں سے مارا اور لاش کا حلیہ بگاڑ دیا۔ پہلے ان کی لاش پہچانی نہیں گئی۔ بعد میں Chandra صاحب کے چھوٹے بھائی نے آ کر اس لاش کو جسم کے ایک نشان سے پہچانا کہ یہ ان کے بھائی Chandra صاحب کی لاش ہے۔

دوسرے شہید ہیں احمد ورسونو صاحب (Warsono)۔ ان کا تعلق شمالی جاکرتا سے تھا۔ ان کی عمر 38 سال تھی۔ 2002ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ اہلیہ کے علاوہ چار بچے ہیں۔ ان کو احمدیت کا تعارف 2000ء میں ہوا جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ انڈونیشیا تشریف لے گئے تھے۔ ایک احمدی دوست نے ان کو لٹریچر پڑھنے کے لئے دیا۔ انہوں نے دلچسپی سے پڑھا اور دو سال کی تحقیق کے بعد بیعت کا فیصلہ کیا۔ بعد میں ان کی اہلیہ نے بھی بیعت کی اور بہت جلد احمدیت کی سچائی پر مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ احمدیت میں داخل ہوئے تو ان کے والدین بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے اخلاق اچھے ہو گئے اور وہ والدین کا ادب کرتے اور نرمی سے پیش آتے۔ روحانیت میں بہت ترقی کی۔ کہتے تھے کہ مَیں تبلیغ کرتا ہوں تو آسمانی مدد محسوس کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ میری ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ ایک دن ان کو روپے کی سخت ضرورت تھی۔ گھر کا کرایہ ادا کرنا تھا اور روزمرہ کی ضروریات درپیش تھیں۔ انہوں نے بہت دعائیں کیں۔ آخر کچھ دیر بعد ایک آدمی آیا اور ان کو کام کروانے کے لئے لے گیا اور جو رقم ملی اس سے ضرورت پوری ہو گئی۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ اپنی زندگی میں دوسروں کے کام آئیں۔ ان کو خواب آئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات ہوئی۔ اور کئی بیعتیں بھی انہوں نے کروائیں۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ بہت بہادر تھے۔ بعد میں آئے لیکن بہتوں سے آگے نکل گئے۔

ان کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب حملہ ہوا تو ورسونو صاحب مشن ہاؤس کے اندر تھے۔ مخالفین نے چھریوں اور درانتی اور ڈنڈوں سے ان کو ظالمانہ طور پر مارا۔ انکی لاش باہر لائی گئی اور مخالفین باری باری پولیس اور لوگوں کے سامنے لاش کو مارتے رہے۔ پولیس تماشہ دیکھتی رہی۔ ان کی لاش بھی پہچانی نہیں گئی تھی بلکہ ایک دوسرے خادم نے غلطی سے کسی دوسرے آدمی کو سمجھا لیکن بعد میں جب صحیح طرح دیکھا گیا تو پتا لگا کہ یہ ورسونو صاحب ہیں، دوسرے خادم نہیں ہیں۔ رونی پسارانی صاحب (Roni Pasarani)۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 35 سال تھی۔ 11 جنوری 2008ء میں بیعت کی تھی۔ ابھی دو سال ہی ہوئے تھے۔ شمالی جاکرتا کے رہنے والے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 5 اور 6 سال کی دو بچیاں چھوڑی ہیں۔ بیعت سے قبل قاتل، ڈاکو اور قمار باز تھے۔ ورسونو صاحب جو خود بھی شہید ہوئے ہیں ان کی تبلیغ سے احمدیت کے بارہ میں علم ہوا۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سے ملا ہوں جس نے پگڑی پہنی ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک دن ورسونو صاحب کے گھر ان کو ملنے آئے اور دیوار پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھ کر کہنے لگے کہ ان کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس طرح یہ احمدیت کے مزید قریب ہو گئے اور جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ چنانچہ 2008ء کے سال میں Roni صاحب نے بیعت کی توفیق پائی۔ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد ان کی کایا پلٹ گئی اور ان کی بیوی بہت حیران رہ گئی کہ RONI صاحب پر روحانی انقلاب برپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی نہ کوئی نیکی پسند آئی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے اعزاز سے نوازا کہ ساری برائیاں چھوڑ کے پہلے احمدیت کی قبولیت کی توفیق عطا ہوئی اور پھر شہادت کا رتبہ بھی پایا۔ پانچوں نمازوں کے علاوہ تہجد بھی ادا کرتے تھے اور جماعتی کتب باقاعدہ پڑھتے تھے۔ چندہ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ بہت بہادر تھے۔ دو سال کا جتنا بھی عرصہ ان کو ملا احمدیت کی بہت تبلیغ کی اور ان

کی تبلیغ کے نتیجہ میں کئی بیعتیں بھی ہوئیں۔ایک اہم بات ان کے بارے میں یہ بھی ہے کہ یہ کئی دفعہ کہتے تھے کہ ''شہید کے طور پر مرنے کی خواہش ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی۔

مکرم رونی پسارانی صاحب کی شہادت بھی مکرم ورسونو صاحب کی طرح ہوئی۔مخالفین نے ان کو بھی چھریوں اور درانتیوں اور ڈنڈوں سے مارا۔ان کی لاش باہر لائی گئی اور پھر اسی طرح بے حرمتی کی گئی اور حلیہ بگاڑ ا گیا۔

تو یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ کی زندگی پانے والے ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔جو آسمانِ احمدیت کے روشن ستارے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور خود ان کا حافظ و ناصر ہو۔جماعت انڈونیشیا کے ہر فرد کے ایمان میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی پیدا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے جس کشف کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے نقشِ قدم پر چلنے والے کچھ اور لوگوں کے ملنے کا ذکر فرمایا تھا، ان میں یہ دور دراز علاقے میں رہنے والے لوگ بھی شامل ہیں جن میں سے بہت سوں نے خلفائے احمدیت میں سے بھی کسی کو نہیں دیکھا لیکن ایمان کی مضبوطی ان کی بے مثال ہے۔خلافت سے وفا کا تعلق قابلِ تقلید ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کشف کا مَیں پہلے بھی پچھلے بعض خطبات میں ذکر کر چکا ہوں، دوبارہ بتاتا ہوں۔کشف یوں ہے آپ فرماتے ہیں کہ

''مَیں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور مَیں نے کہا اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو، تا وہ بڑھے اور پھولے''۔آپ فرماتے ہیں ''سو مَیں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20۔صفحہ 76-75)

یعنی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے بہت سے قائم مقام پیدا کر دے گا۔پس یہ شہداء تو اپنا مقام پا کر، قابلِ تقلید مثالیں چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے اور قادیان سے ہزاروں میل دور رہتے ہوئے بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سچائی کو ثابت کرنے والے بن گئے۔لیکن ہم پیچھے رہنے والوں کو بھی اپنی ایمانی حالتوں کا ہر وقت جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ہمیں ہر شہادت کے بعد یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم ان ظلموں کی وجہ سے صرف یہ نہیں کہ اپنے ایمانوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے بلکہ اس میں بڑھنے کی کوشش کریں گے۔انشاء اللہ۔کسی قسم کی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے ہماری روایات اور ہمارے صبر پر حرف آتا ہو، جس سے ہماری اپنے ملک سے وفا پر حرف آتا ہو۔جیسا کہ مَیں نے بتایا جماعت انڈونیشیا نے بھی انڈونیشیا کی تعمیر میں ایک کردار ادا کیا ہے۔جماعت احمدیہ کا ہر فرد جس ملک میں بھی رہتا ہے اُس کا وفادار ہے اور ہونا چاہئے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔وفا کا یہ تقاضا ہے کہ ہم یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملکوں کو ظالموں کے پنجہ سے آزاد کرے اور ہم پر کبھی ایسے حاکم مسلّط نہ کرے جو رحم کرنا نہ جانتے ہوں۔ہم دنیاوی تدبیر کے لئے قانونی چارہ جوئی تو کرتے ہیں لیکن قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔ہاں اپنے ربّ کے حضور جھکتے ہیں۔ہمارا زیادہ انحصار، قانونی چارہ جوئی کرنے سے زیادہ انحصار اپنے ربّ کے حضور جھکنے میں ہے۔اس سے دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہمارا انحصار ہے۔اس کی رحمتوں پر ہمارا انحصار ہے۔اور اب بھی ہم ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور ہی جھکیں گے۔ہمیشہ یہ دعا پڑھتے رہیں رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (البقرۃ:251) اللہ کرے کہ ہمارے میں سے کسی ایک کے بھی پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صبر کی

ہی تعلیم دی۔ آخرکار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریر لوگ بھی نظر نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے‘‘۔

آپ فرماتے ہیں ’’اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دُکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے۔ مگر خدا تعالیٰ ان کے ذریعے سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے‘‘۔

آپ فرماتے ہیں کہ ’’جو شخص دُکھ دیتا ہے، یا تو توبہ کر لیتا ہے‘‘۔ (آخری نتیجہ یہ ہوگا) ’’یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 543۔ مطبوعہ ربوہ)

جو بھی ہمیں دُکھ دے رہا ہے، اُن میں سے کچھ تو ہیں جن کی اصلاح ہو جائے گی اور توبہ کر لیں گے یا پھر فنا ہو جائیں گے۔

پس دعاؤں اور صبر کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی طاقت بھی عطا فرمائے اور شریر لوگوں کا خاتمہ فرمائے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور دشمنوں کی پکڑ کرے۔ ہمارے مخالفین کی ہمارے سے کوئی ذاتی دشمنی تو ہے نہیں۔ یہ سب جو ہم احمدیوں کے ساتھ ہو رہا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی دشمنی ہی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اور اس کی اب ہر جگہ انتہا ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمن کو عبرت کا نشان بنائے اور جن کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقدر نہیں ہے اُن کے جلد پکڑ کے سامان بنائے۔

جو زخمی ہیں اُن کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد شفا عطا فرمائے۔ تین زخمی ابھی ہسپتال میں ہیں جبکہ دو فارغ کر دیئے گئے ہیں جن کی صحت اللہ کے فضل سے ٹھیک ہے۔

انڈونیشین احمدیوں کو بھی مَیں خاص طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تمام احمدیوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ مجھے مختلف خطوط آ رہے ہیں جن میں آپ لوگوں کے لئے فکر اور پریشانی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ وہاں ظلم کے نظارے جو مختلف ویب سائٹس وغیرہ پر دکھائے گئے ہیں، اس نے ہر احمدی کو ایک درد اور تڑپ میں مبتلا کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ہر شر سے آئندہ ہر احمدی کو بچائے اور دشمن کے منصوبے انہی پر لوٹائے۔

ابھی ان شہداء کی نمازِ جنازہ غائب بھی مَیں پڑھوں گا۔ اس کے ساتھ ہی کل مردان میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ پنجاب رجمنٹ میں خودکش حملے سے وہاں جو فوجی ٹریننگ لے رہے تھے، اُن میں سے کئی اموات ہوئی ہیں۔ اُن میں ہمارے ایک احمدی نوجوان منیر احمد بھی شامل تھے جو ابھی بھرتی ہوئے تھے۔ بیگو وال کے رہنے والے اور ٹریننگ لے رہے تھے اور شاید پاسنگ آؤٹ پریڈ تھی یا کیا تھا، بہرحال وہ بھی اس میں شہید ہوئے ہیں۔ اُن کو بھی اس جنازے میں شامل کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ یہ ہمارے دو واقفینِ زندگی مبلغین محمود احمد منیر صاحب مربی سلسلہ اور مبشر احمد صاحب کے بھانجے تھے۔ نوجوان کی صرف اکیس سال عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے والدین کو بھی صبر، ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

نور صرف احمدیوں کے ساتھ ہے

جمیل احمد بٹ

تجزیہ کاروں کا بالاتفاق اور بتکرار اس بات کا اظہار تھا کہ نور احمدیوں سے متعلق ہے اس لئے جو کوئی نور کی بات کرتا ہے یا نور کا نام لیتا ہے تو وہ بلا شک وشبہ یا تو خود احمدی ہے یا احمدیوں کا ساتھی ہے

نور مشن کے حوالے سے گزشتہ دنوں کی گئی سیاسی مہم جوئی میں فیصلہ کن امر سوشل میڈیا پر دوسرے فریق کے سیاست دانوں، مذہب کے نام پر سیاست کاروں اور بزعم خود تجزیہ کاروں کا بالاتفاق اور بتکرار اس بات کا اظہار تھا کہ نور احمدیوں سے متعلق ہے اس لئے جو کوئی نور کی بات کرتا ہے یا نور کا نام لیتا ہے تو وہ بلا شک وشبہ یا تو خود احمدی ہے یا احمدیوں کا ساتھی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ نور سے دور رہیں۔

دیگر واقعات: اس مہم جوئی کے چند اور قابل ذکر واقعات یہ ہیں:

مشن نور کو قادیانی اصطلاح کہا گیا: یہ ایک کھلا جھوٹ تھا۔ کیونکہ جماعت کی تاریخ میں کبھی بھی یہ اصطلاح استعمال ہی نہیں ہوئی ہے۔ اس دعوے کے حق میں جہاں جھوٹ گھڑے گئے جیسے یہ کہ ہر ملک میں پہلی مسجد کا نام مسجد نور ہوتا ہے وہیں حقائق پر پردہ ڈالا گیا جیسے دیگر اماموں کے ناموں سے منسوب اداروں فضل عمر فاؤنڈیشن اور طاہر فاؤنڈیشن کو چھپا کر کے صرف نور فاؤنڈیشن کا ذکر کیا گیا۔

عالمی بیعت کو مشن نور کہا گیا: یہ بھی ایک کھلا جھوٹ تھا۔ عالمی بیعت ہر سال ہوتی ہے دنیا بھر سے جماعت میں شامل ہونے لاکھوں نئے احمدیوں کے ساتھ دیگر احمدی بھی تجدیدِ عہد کے لئے اس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ یہ عظیم روح پرور تقریب ساری دنیا میں دیکھی جاتی ہے اور سوشل میڈیا پر کئی دن اس کا چرچا رہتا ہے۔ ہر کوئی اسے عالمی بیعت کے نام سے جانتا ہے۔ اسے کوئی اور نام دینا صریح غلط بیانی تھا۔

صفائی میں مزید جھوٹ بولا گیا: اس پروپاگنڈہ کے آگے گھٹنے ٹیک کر بہت سے سیاست کاروں نے عافیت اسی میں جانی کہ اس کی صفائی میں خود کو بھی احمدی مخالفین جیسا ثابت کریں۔ ایسا کرنے کے لئے جہاں انہیں مجبوراً اپنے ایمان کا ڈھنڈورا پیٹنا پڑا وہیں انہوں نے احمدیوں کو برا کہنے کا آسان راستہ بھی پکڑا۔ اور حسب توفیق احمدیوں کو گالیاں دیں اور بے سروپا جھوٹی الزام تراشیاں کیں۔

تاریخ کا بے جا حوالہ: جھوٹ کو سہارا دینے کے لئے اس معاملہ کو جماعت احمدیہ میں 77 سال پہلے ہونے والے ایک واقعہ کی تاریخ سے بھی جوڑا گیا تھا۔ یہ ایک بے معنی بات تھی۔ وہ واقعہ اہم تھا اور حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم کارناموں میں سے ایک لیکن جماعت میں اس کی یادگار منانے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ ہاں جماعت احمدیہ عالمگیر کے لئے ایک عظیم یادگار دن اس کا یومِ تاسیس ہے یعنی 23 مارچ 1889ء۔ احمدی ہر سال اس تاریخ کو یومِ مسیح موعودؑ منا کر اس کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ جبکہ اس کے 50 سال بعد ہونے والے ایک واقعہ کی یادگار 23 مارچ ہی کو سارے ملک میں منائی جاتی ہے۔ باوجودیکہ قرارداد پاکستان کا ڈرافٹ ایک احمدی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے لکھا تھا لیکن غنیمت ہے کہ اس تاریخ کے یکساں

ہونے پر ابھی تک کوئی کہانی نہیں گھڑی گئی۔

لفظ قادیانی کا اسم اعظم ہونا: اس قضیہ سے ایک بار پھر یہ ثابت ہوُا کہ لفظ قادیانی ہمارے ملک میں ایسا اسم اعظم ہے کہ اس کو استعمال کرکے ہر غلط کام کیا جاسکتا ہے۔اگر کسی کو اس کی ملکیتی جائداد سے بے دخل کرنا ہو،کسی کو اس کا جائز حق نہ دینا ہو،اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لئے مقابل کو میدان سے ہٹانا ہو،کسی سے لیاہوُا قرض واپس نہ کرنا ہو،کسی بھی تنازعہ میں مخالف پر ناجائز سختی کرنا ہو،کسی بھی سطح کے الیکشن میں مخالف کو ہرانا ہو،کسی کو عدالتوں میں انصاف لینے سے روکنا ہو،کسی پر بھی اپنی انا اور رعونت کی تسکین کے لئے ظلم وزیادتی کرنی ہو،غرضیکہ قانون،انتظامیہ اورعوام سب کی نظروں کے سامنے دھڑلے سے ہرنا انصافی،حق تلفی اور ظلم کرنے کا یقینی راستہ مظلوم کے احمدی ہونے کو شہرت دینا ہے۔اسی طرح ہر انصاف پسند منصف،پولیس یا انتظامی افسر کو انصاف اوردادرسی سے روکنے کے لئے اس کے خلاف قادیانی نواز ہونے کا پروپاگنڈا کافی ہوتا ہے۔

اس پروپاگنڈے کے مثبت پہلو: حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفت کو کھاد فرمایا ہے۔یہ مخالف پروپاگنڈا بھی دولحاظ سے مفید ہوُا۔ایک تو کثرت سے برملا اس بات کا اعتراف ہوُا کہ احمدی نہ صرف ملک ملک پھیلے ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے ہر جگہ مساجد بھی تعمیر کی ہیں۔دوسرے حضرت خلیفہ اولؓ کا نام باربار دہرایا گیا جس سے بے شمار لوگوں کو بھی ان کے بارے میں جاننے کی طرف توجہ ہوئی اوروکی پیڈیا پر حضرت مولانا نورالدینؓ کے بارے میں مختص پیج دیکھنے والوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ریکارڈ ہوُا۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل کی عظیم شخصیت: زیب داستان کے لئے بے تعلق واقعات کو باہم جوڑ کر بنائے جانے والے اس بیانیہ کے کہانی کاروں نے حضرت مولانا نوردینؓ کا نام تو خوب دہرایا تھا لیکن صرف اپنی محدود سوچ کی حد تک۔ان کی نظر صرف نام پر رہی اور یہ بات ان کی زبان پر نہ آسکی کہ یہ بڑا نام اپنی ذات میں اسم بامسمیٰ تھا اوراصل نور تو وہ نورِ یقین تھا جس سے ان کا قلبِ صافی منور تھا اور یہ کہ یہ یقین اس ایمان کا نتیجہ تھا جسے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کی پیش خبری کے تحت ثریا ستارے سے لَوٹا لائے تھے۔اور یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولانا نورالدینؓ کے اس درجہ ایمان پر اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے یہ دعا کی تھی اوراس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امّت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔آمین ثم آمین

چہ خوش بودے گر ہر یک زامت نوردیں بودے   ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے

(نشان آسمانی روحانی خزائن جلد4 صفحہ407)

ترجمہ:کیا ہی اچھا ہوتا اگر امت میں سے ہر ایک نوردین ہوتا۔یہی ہوتا اگر ہر دل نورِ یقین سے بھرا ہوتا۔

نور سے تعلق احمدیوں کی زندگی ہے: حقیقت تو یہ ہے کہ نور سے تعلق احمدیوں کا سرمایہ حیات ہے کہ اللہ،آنحضرت ﷺ اور کتابِ الٰہی جو احمدیوں کے ایمان کی بنیاد ہیں سب نور ہی ہیں اور ایمان بھی نور ہے۔پس اگر مماثلت سے بچنا ہی مقصود ہے تو یہ سب کچھ چھوڑنا ہوگا۔

اللہ نور ہے: جیسا کہ فرمایا۔ترجمہ:اللہ آسمانوں اورزمین کا نور ہے۔(نور24:36)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی وضاحت میں فرمایا:

اس کا نورِ قدرت ساری زمین وآسمان اورذرہ ذرہ کے اندر چمک رہا ہے۔(شحنۂ حق روحانی خزائن جلد2 صفحہ 398)

خدا ہی ہے جو ہردم آسمان کا نوراورزمین کا نور ہے۔اس سے ہر ایک جگہ روشنی پڑتی ہے۔آفتاب کا وہی آفتاب ہے۔زمین کے تمام جانداروں کی

وہی جان ہے۔(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 444)

اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے۔ ہر ایک نور اسی کے نور کا پرتوہ ہے۔(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 247)

خدا اصل نور ہے۔ ہر ایک نور زمین وآسمان کا اسی سے نکلا ہے۔(نسیم دعوت روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 386)

خدا وہ ہے جو زمین اور آسمان میں اسی کے چہرہ کی چمک ہے اور اس کے بغیر سب تاریکی ہے۔(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 97)

خدا ہر ایک چیز کا نور ہے اسی کی چمک ہر ایک چیز میں ہے خواہ وہ چیز آسمان میں ہے اور خواہ وہ زمین میں۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 120)

آنحضرت ﷺ نور اور سراج منیر ہیں۔جیسا کہ فرمایا: ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور چکا ہے۔(مائدہ 5:16)

ترجمہ: سورج روشنی دینے والا۔(احزاب 47:33)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی وضاحت میں فرمایا: نام نور کے حامل ﷺ: قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کا نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے نور کے حامل ﷺ: وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی وسماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں، جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا۔‘‘(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 161)

نبی کریم ﷺ کی پیروی سے ملنے والے نور: وہ نور جو بذریعہ نبی علیہ السلام کی پیروی کرنے والے کو ملتا ہے جس سے گناہ کے جذبات دور ہو جاتے ہیں وہ کیا چیز ہے سو اس سوال کا یہ جواب ہے کہ وہ ایک پاک معرفت ہے جس کے ساتھ کوئی تاریکی شک وشبہ کی نہیں۔ اور وہ ایک پاک محبت ہے جس کے ساتھ کوئی نفسانی غرض نہیں۔ اور وہ ایک پاک لذت ہے جو تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں۔ اور وہ ایک زبردست کشش ہے جس پر کوئی کشش غالب نہیں۔ اور ایک قوی الاثر تریاق ہے جس سے تمام اندرونی زہریں دور ہوتی ہیں۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جو نور کے طور پر روح القدس کے ساتھ سچی پیروی کرنے والے کے دل پر نازل ہوتی ہیں پس ایسا دل نہ صرف گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے بلکہ طبعاً اس سے متنفر بھی ہو جاتا ہے۔‘‘(عصمت الانبیاء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 681۔682)

قرآن نور ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا ہے یعنی روشن کتاب۔(مائدہ 5:16)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی وضاحت میں فرمایا: قرآن کا نور: ’’خدا اپنے نور کی طرف (یعنی قرآن شریف کی طرف) جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔‘‘(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 197 حاشیہ) اور اس کی یہ کیفیت بیان فرمائی:

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 305 حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

احمدیوں میں نور کے حوالے سے حضرت مسیح موعودؑ کے چند ارشادات: حضرت مسیح موعودؑ نے گناہ کی تاریکی دور کرنے کے لئے نور کا پانا، نور پانے کے لئے کچھ نور کا ہونا اور تبدیلی کے لئے حقیقی نور کو لازمی فرمایا۔ امام الوقت کو آسمانی نور فرمایا۔ احمدیوں کو خود میں موجود نور کو مسلسل بڑھانے کے

لئے نصائح کیں اور اس کے طریق بیان فرمائے۔نور پانے والوں کو مبارک اور سعادت مند فرمایا ۔متقی کو تین قسم کے نور ملنے کی خبر دی۔ایسے چندارشادت درج ذیل ہیں:نور پانا ضروری ہے:''گناہ اورغفلت کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے نور کا پانا ضروری ہے۔''

یقین کی روشنی کا ذریعہ آسمانی نور: یقین کی روشنی صرف آسمان سے اس آفتاب کے ذریعہ سے آتی ہے جو امام الوقت ہوتا ہے۔اور جس شخص کو اس آسمانی نور کے ذریعہ سے یقین پیدا ہوگا اس کو نیکی کی طرف ایک کشش پیدا ہوگی۔

نور پانے کے لئے کچھ نور کا ہونا ضروری ہے:نور کو نور سے مناسبت ہے۔

جس کے پاس کچھ نور ہے اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔جو شخص آنکھوں کو نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے اس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔اس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔''

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 195۔196 حاشیہ)

اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ''نور نور کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور تاریکی تاریکی کو کھینچتی ہے۔''(ستارہ قیصریہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 117)

نورِ حقیقی:''ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔''

نور پانے والا مبارک اور سعادت مند ہے: جو چیز آسمان پر چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔مبارک وہ جو اس روشنی سے حصہ لے اور کیا ہی سعادت مند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے۔(مسیح ہندوستان میں روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 64۔65)

متقی بننے پر تین قسم کے نور پانے کی خبر: اگر تم متقی بن جاؤ تو تم میں اور تمہارے غیر میں خدا تعالیٰ ایک فرق رکھ دے گا۔وہ فرق کیا ہے کہ تمہیں ایک نور عطا کیا جائے گا جو تمہارے غیر میں ہرگز نہیں پایا جائے گا یعنی نورِ الہام اور نورِ اجابتِ دعا اور نورِ کراماتِ اصطفاء۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 296)

نور پانے کی خوش خبری اور اس کی کیفیت: حضرت مسیح موعودؑ نے متقی ہونے پر ثابت قدم رہنے والے احمدیوں کو سراپا نور ہو جانے کی یہ خوشخبری بھی عطا فرمائی:

''اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائے گا۔تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہوگا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہوگا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔غرض جتنی تمہاری راہیں،تمہارے قویٰ کی راہیں،تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 177۔178)

اللہ کرے کہ ہم سے ہر ایک اپنے حق میں اس خوش خبری کے ہر پہلو کو انتہائی درجہ تک پورا کرنے کے لئے مطلوب سعی وجدوجہد کرنے والا ہو جائے۔

امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں ”قول بلیٰ“ کی بصیرت افروز تفسیر

طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

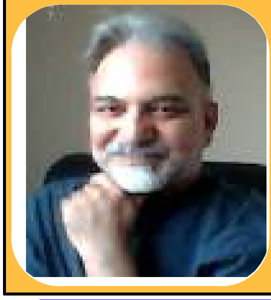

نور قلب اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کشش جو اس کی طرف جھکنے کے لئے تمام چیزوں میں پائی جاتی ہے وہ بلاشبہ اسی کی طرف سے ہے

روزنامہ الفضل آن لائن کی ایک گذشتہ اشاعت کو قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد (ایم اے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظوم عارفانہ کلام نے زینت بخشی۔اس کا مقطع ایک ازلی ابدی پیغام کی یاددہانی پر مبنی،اور ایک بنیادی نوعیت کی اہم نصیحت لیے ہوئے ہے۔فرماتے ہیں:

اب ترانہ ہو چکا روزِ جزا بھی یاد کر
اے بشیرؔ خستہ جاں قولِ بلیٰ بھی یاد کر

اس شعر میں جس قولِ ”بلیٰ“ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا کچھ ذکر مقصود ہے۔قرآن کریم فرقانِ حمید کی درج ذیل آیت کے الفاظ میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ‌ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ‌ؕ قَالُوۡا بَلٰى‌ ۛۚ شَهِدۡنَا ‌ۛۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ۔ (سورۃ الاعراف:173)

”اور (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی نسلوں (کے مادّۂ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نُفوس پر گواہ بنا دیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔“
(ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس آیت کریمہ میں بنی آدم کی نسلوں اور ان کے پیدا کرنے والے ربّ کے مابین ہونے والے جس مکالمہ کا ذکر کیا گیا ہے اسے کبھی تو ”عھدِ اَلَسْتُ“ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور کبھی ”قولِ بلیٰ“ کی اصطلاح کے ذریعہ اس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

مکالمہ ایک تمثیل کے طور پر ہے

یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ بعض مفسرین اس خیال کے حامی ہیں کہ بنی آدم کی نسلوں سے مذکورہ شہادت لینے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے پیدا ہونے والے انسانوں کی روحوں اور ان کے وجود کو ظاہری طور پر حاضر کر کے ان سے یہ مکالمہ کیا تھا جبکہ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ خارجی تو ہے لیکن عالم ارواح سے تعلق رکھتا ہے جب کہ جملہ بنی نوع انسان کی روحیں اپنے اپنے بدنی وجودوں سے متوصل نہیں ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام روحوں کو حاضر کر کے ان سے مذکورہ عہد لیا تھا۔

لیکن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ایک تمثیلی بیان ہے(نہ کہ کسی خارجی وظاہری واقعہ کا ذکر)۔ چنانچہ فرمایا:

''ایک اور دلیل اپنی ہستی پر قرآن شریف میں پیش کرتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی میں نے روحوں کو کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اس آیت میں خدائے تعالیٰ قصّہ کے رنگ میں روحوں کی اس خاصیت کو بیان فرماتا ہے جو ان کی فطرت میں اس نے رکھی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی روح فطرت کی رو سے خدائے تعالیٰ کا انکار نہیں کرسکتی صرف منکروں کو اپنی خیال میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے۔''

(تقریر جلسہ مذاہب۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ 208)

اسی طرح حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ عادل، رحیم وقدوس خدا نے تمام بنی آدم میں ان کی بدء فطرت میں ایک قوت ایمانیہ اور نور فراست ودیعت رکھا ہے جو ہمیشہ وجودِ الٰہی اور اس کی ربوبیت کا اقرار یاد دلاتا رہتا ہے یا یوں کہو کہ اگر مثلاً کسی عارض کے باعث غافل بھی ہوجاوے تو بھی چونکہ اصل فطرت میں وہ قوت مجہول کی گئی ہے، کسی بیرونی محرّک کے سبب سے حرکت میں آجاتی ہے۔

ہاں اگر کسی بے ایمان کے اندر کسی باعث وہ قوت بالکل مرگئی ہو اور وہ کم بخت اتھاہ کنویں میں جا پڑا ہو اور شیطان کا فرزند بن کر آسمانی دفتر سے اس نے اپنا نام کٹوالیا ہو تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ عادل خدا کی ذات اس سے منزّہ ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 241)

نیز فرمایا: ''اس آیت شریف سے کوئی روح کا قبل الجسد موجود ہونا نہ سمجھ لے۔'' (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 242)

روحیں فطرتی طور پر اپنی مخلوقیت کا علم رکھتی ہیں:: مذکورہ آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا سوال پوچھا تو روحوں نے جو جواب دیا وہ ظاہر کرتا ہے کہ روحوں کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ وہ ایک مخلوق ہیں اور ان کا خالق ان کا ربّ ہے اور پھر یہ کہ ان کا رب اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے انہوں نے فوراً جواب میں کہا کہ بَلٰی، یعنی ہاں ہاں کیوں نہیں، ہم اس کی گواہی دیتی ہیں۔ (تم ہی ہمارے ربّ ہو)۔

قرآن کریم کے بیان کردہ اس لطیف نکتہ کی خبر امام آخرالزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''......دوسری چیزوں کو اپنی مخلوقیت کا علم نہیں مگر روحیں فطرتی طور پر اپنی مخلوقیت کا علم رکھتی ہیں۔ ایک جنگلی آدمی کی روح بھی اس بات پر راضی نہیں ہوسکتی کہ وہ خودبخود ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی روحوں سے میں نے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا ربّ (پیدا کنندہ) نہیں ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ یہ سوال وجواب حقیقت میں اس پیوند کی طرف اشارہ ہے جو مخلوق کو اپنے خالق سے قدرتی طور پر متحقق ہے جس کی شہادت روحوں کی فطرت میں نقش کی گئی ہے۔'' (سرمہ چشم آریہ۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 207)

خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے کی کشش سے ایک ذرّہ بھی خالی نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ آیت کریمہ سے استنباط کرتے ہوئے کل عالم کے ذرّہ ذرّہ کے اپنے خالق کے ساتھ پیوند اور کشش رکھنے کے عالمگیر دائرہ کار اور عمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ خدا جس کا پتہ قرآن شریف بتلاتا ہے اپنی موجودات پر فقط قہری حکومت نہیں رکھتا بلکہ موافق آیت کریمہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى کے ہر یک ذرہ ذرہ اپنی طبیعت اور روحانیت سے اس کا حکم بردار ہے۔ اس کی طرف جھکنے کے لئے ہر یک طبیعت میں ایک کشش پائی جاتی ہے اس کشش سے

ایک ذرہ بھی خالی نہیں اور یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ کیونکہ نورِ قلب اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کشش جو اس کی طرف جھکنے کے لئے تمام چیزوں میں پائی جاتی ہے وہ بلاشبہ اسی کی طرف سے ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ یعنی ہر ایک چیز اس کی پاکی اور اس کے محامد بیان کر رہی ہے۔'' (رسالہ معیار المذاہب۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود صفحہ 207)

قولِ بلیٰ کہنے میں اوّل: روحِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا ایک اعلیٰ اور ارفع ترین روحانی پہلو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

روحِ اُو در گفتنِ قولِ بلیٰ اول کسے　　　آدمِ توحید و پیش از آدمش پیوندِ یار

ترجمہ: قولِ بلیٰ کہنے میں اس کی روح سب سے اوّل ہے۔ وہ توحید کا آدم ہے اور آدم سے بھی پہلے یار سے اس کا تعلق ہے۔

اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اشارہ سوئے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۔　　　یعنی پیدا کنندہ توحید بعد از گمشدن آن''

(ترجمہ: یہاں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کے ناپید ہو جانے کے بعد پھر سے اسے قائم کر دیا)۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 24)

ایک اور جگہ آپؑ نے فرمایا: ''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا...... ہم کافرِ نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

رَبُّنَا اللّٰہُ کہنے کے بعد استقامت شرط ہے: بے شک سید الکونین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کے قیام کی غرض سے قولِ بلیٰ کو اپنی ساری زندگی میں آخر دم تک نبھایا۔ اس سے یہی درس ملتا ہے کہ خالقِ حقیقی کو اپنا ربّ تسلیم کرنے اور قولِ بلیٰ کی صورت میں اس کی گواہی دینے کا مطلب یہی ہے کہ شرک کی باریک در باریک راہوں سے بھی بچتے ہوئے توحیدِ خالص کے اقرار اور عہد پر وفا کے ساتھ استقامت اور مداومت اختیار کی جائے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کی جنت میں داخلے کی یہی کنجی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (سورۃ حم السجدۃ: 31) ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ العیاذ باللہ یہ دِل اور یہ رُوح حضرت مصلح موعودؓ کے اس شعر کا مصداق بن جائیں کہ

ہائے وہ دل کہ جسے طرزِ وفا یاد نہیں　　　وائے وہ روح جسے قولِ بلیٰ یاد نہیں

(بحوالہ الفضل آن لائن 3 دسمبر 2020ء)

نبوت کے نام پر مولوی کا جھوٹ

شاہین سانگلوی

پھلت ضلع مظفرنگر یو پی انڈیا سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''ارمغان ولی اللہ'' مولانا وصی سلیمان ندوی کی ادارت میں شائع ہونے والا ایک بڑا مذہبی رسالہ ہے۔اس رسالہ نے اپنی دسمبر 2025 کی حالیہ اشاعت میں ہندوستان میں مسلم لڑکیوں میں اٹھنے والی ارتداد کی آندھی کو موضوع بنایا ہے۔ یادرہے کہ یہ رسالہ اسی علاقے کا نمائندہ ہے یہاں دیوبند کی کئی کلومیٹروں پر پھیلی بلند وبالا عمارات کا جنگل واقع ہے۔مشہور دیوبندی استاد مولانا محمد حذیفہ وستانوی نے زیرعنوان ''مسلم لڑکیوں میں ارتداد کی آندھی'' کے عنوان سے یہ چشم کشا رپورٹ پیش کی ہے۔لکھتے ہیں'' بندہ نے پچھلے چار ماہ میں تقریباً ملک کے تمام صوبوں کا دورہ کیا۔صورت حال بڑی تشویش ناک ہے خاص طور پر مسلم لڑکیوں کے ارتداد کے حوالے سے۔پہلے میں اسے مبالغہ سمجھتا تھا مگر جب چشم دید گواہوں نے ہر جگہہ بتایا کہ آئے دن ہمارے علاقے میں لڑکیوں کے ارتداد کے واقعات پیش آرہے ہیں۔بڑے دل خراش احوال بیان کئے'' (ارمغان دسمبر 2025 صفحہ 23)

مکمل رپورٹ آپ ٹیلی گرام سے ڈاون لوڈ کرکے آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ایک طرف دینی کمزوری کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف دین کے دعویدار جھوٹ کے لحاف سے پاوں باہر نکالنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔یہ آئے روز نئی نئی بدعات اور نئے نئے الزامات لگا کر اسلام کو ہی تختہ مشق بنانے پر تلے ہوئے ہیں پاکستان میں حنفیت کے نمائندہ کے طور پر شائع ہونے والے مشہور دیوبندی مذہبی مجلہ ''راہ ہدایت'' اپنے شمارہ نمبر 40 کے اداریے میں اس کرب کا اظہار یوں کر رہا ہے

''شاتم رسول مشہور مماتی مولوی حافظ سعید چتروڑی نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں دل کھول کر اللہ کے رسول ﷺ اور بزرگان دین کی گستاخیاں کی ہیں۔امام بخاری کے بارے میں بھی اس کتاب کے اندر خوب زہر بھرا ہے۔''

(مجلہ راہ ہدایت ستمبر 2025 مدیر اعلیٰ مولانا خیرالامین قاسمی ص 3)

ہم نے یہ تمہیدی الفاظ دیوبندی اور بریلوی علماء کی توجہ اس طرف پھیرنے کے لئے شامل کئے ہیں بریلوی حضرات دیوبندی علماء کی نت نئی موشگافیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور بریلوی دیوبندیوں کو اور اسی نسبت تناسب سے وہابی شیعہ اہل قرآن وغیرہ وغیرہ مگر ایک ایسا موضوع ہے جہاں سارے مل کر سیرت رسول ﷺ پر حملہ آور ہو جاتے ہیں یعنی

آپ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے والے جھوٹی نبوت کے دعویداران کے اصلی حالات

آپ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے والے جھوٹی نبوت کے دعویداران کے خلاف قرآنی احکامات

آپ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے والے جھوٹی نبوت کے دعویداران خلاف آپ ﷺ کا اسوہ مبارک۔

آپ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے والے جھوٹی نبوت کے دعویداران کے خلاف آپ ﷺ کے احکامات

جھوٹی نبوت کے دعویداران کے خلاف اسلامی ریاست کا جواب اور مکمل جوابی حکمت عملی

اس حوالے سے سبھی مولوی حضرات تاریخ کو مسخ کرنا اپنا قومی نصب العین سمجھتے ہیں اور شاید اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی احمدیہ جماعت کے علمی دلائل کے سامنے بے بسی ہے۔اسی وجہ سے وہ جھوٹ میں اس حد تک آگے نکل جاتے ہیں کہ نہ صرف تاریخی کو مسخ کر دیتے ہیں بلکہ سیرت رسول ﷺ پر بھی حملہ کر دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے جاتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی غیرت ایمانی کو نبی پاک ﷺ کے غیرت ایمانی کے مقابل پر لا کر کھڑا کر دیتے ہین اور اپنے جوش نفرت میں مقام محمدیت پر حملہ آور ہو جاتے ہین اور یوں جھوٹے مدعیان نبوت کے سچے وکیل بن کر عاشقان رسول ﷺ اور مقام رسول ﷺ پر تبرہ کر بیٹھتے ہیں یہ الزامات نہیں بلکہ ہم اپنے مضمون مین وہ تمام حقائق بے نقاب کریں گے جس کو آج کا مولوی نفرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں آج سینے سے چمٹا بیٹھا ہے حالانکہ یہ قابل نفرت گندگی جس سے دور ہونا عشق رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔

عہد رسول ﷺ کے جھوٹے مدعیان نبوت کا مختصر تعارف

اگر ہم یکجائی طور پر ان پانچوں مدعیان نبوت کے حلات بیان کریں تو وہ یہ ہیں کہ ان مدعیان نبوت کی تعداد پانچ تھی ایک عورت تھی اور چار مرد تھے۔
ابن صیاد نے آپ ﷺ کی ساری زندگی میں اور مسیلمہ کذاب نے اپنے 9 ہجری میں دعویٰ نبوت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک مسلح بغاوت نہیں کی صرف دعویٰ نبوت کی تبلیغ پر اکتفا کیا اسلئے ان دونوں پر آپ ﷺ کی زندگی میں مسلح یلغار نہین کی گئی
اسود عنسی، سجاح اور طلیحہ بن خویلد نے آپ ﷺ کی زندگی کے آخری سال دعویٰ نبوت کیا اور اپنے دعویٰ کے پہلے دن سے ہی مسلح بغاوت کی اس لئے ان تینوں پر فوری طور پر آپ ﷺ نے مسلح یلغار کروائی مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلح بغاوت کی لہذا آپ ﷺ کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے خلاف مسلح یلغار کی اور اس کو انجام تک پہنچایا ابن صیاد آپ ﷺ کی وفات کے بعد ایک وقت پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اسی طرح سے سجاح بھی بغاوت چھوڑ کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی اور مدینہ میں آ بسی اور مدینہ میں ہی فوت ہوئی۔اسی طرح سے طلحہ بن خویلد بھی مسلح بغاوت چھوڑ کر کلمہ پڑ کر مسلمان ہو گئے اور پھر مسلمان فوجوں میں شامل ہو کر ایرانیوں کے خلاف خوب جہاد کیا گویا پانچ میں سے دو قتل ہوئے اور تین مسلمان ہو گئے۔

مدعیان نبوت کے حوالہ سے مشہور مغالطے اور ان کی حقیقت

پہلا مغالطہ:: حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کے ضمن میں موجودہ دور کے علمائے کرام، سب سے زیادہ غلط بیانی اور واضح جھوٹ کا استعمال عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے دور میں دعویٰ نبوت کرنے والے مدعیان نبوت کے حوالے کرتے ہیں۔تاریخ کو غلط بیان کرنا، توڑ مروڑ کر بیان کرنا اور تاریخی کو مسخ کر کے نت نئے مغالطے پیدا کرنا خدمت دین خیال کیا جاتا ہے چنانچہ چند ایک مشہور مغالطے پیش کر کے ان کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

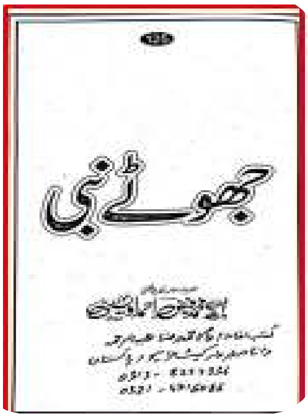

مغالطہ نمبر ایک۔کسی مدعی نبوت سے مکالمہ کی گنجائش ہی نہیں ہے

مشہور بریلوی عالم دین جناب مفتی محمد فیض اویسی صاحب جو بریلوی دنیا میں فیض ملت کے نام سے مشہور ہیں۔
آپ نے اپنی کتاب ''جھوٹے نبی'' کا آغاز ہی اس مغالطے سے کیا ہے
''اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ باقی فتنوں سے مباحثہ مجادلہ، مناظرہ و مباہلہ وغیرہ ہوئے لیکن جھوٹے نبیوں سے تو گفتگو کی بھی شریعت نے اجازت نہیں دی'' (جھوٹے نبی ابتدائیہ محمد فیاض احمد اویسی مدیر

ماہنامہ فیض عالم بہاولپور ص126)

مزید ارشاد فرماتے ہیں: چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے جب کبھی کسی اسلامی حکومت میں کسی شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو اُمت نے اس سے دلائل و معجزات مانگنے کی بجائے اس کے وجود سے اللہ تعالیٰ کی دھرتی کو پاک کر دیا۔ ہمارے برصغیر پاک و ہند میں انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بطور خود کاشتہ پودا آبیاری کی۔ مسلمان قوم مظلوم محکوم غلام تھی۔ لاچار اُمت کو قادیانی گروہ سے مناظرہ کی راہ اختیار کرنی پڑی۔ ورنہ شرعاً جھوٹے مدعی نبوت اور پیروکاروں کا وہی علاج ہے جو سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے عہد زرین میں مسیلمہ کذاب کا یمامہ کے میدان میں کیا''

(جھوٹے نبی ابتدائیہ محمد فیاض احمد اویسی مدیر ماہنامہ فیض عالم بہاولپور ص127)

یہ مشہور ترین مغالطہ ہے جسے تقریباً آج کا ہر مولوی جماعت احمدیہ کے دلائل سے عاجز آنے کے بعد اختیار کرتا ہے چلیں ہم اس کے متعلقات کا جائزہ لیتے ہیں۔

(1) ''باقی فتنوں سے مباحثہ مجادلہ، مناظرہ و مباہلہ وغیرہ ہوئے لیکن جھوٹے نبیوں سے تو گفتگو کی بھی شریعت نے اجازت نہیں دی'' کس شریعت نے اجازت نہیں دی؟ اگر کوئی مولوی صاحب کی خودساختہ ہو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ورنہ بانی اسلام کا اسوہ تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کی حین حیات میں 5 لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک نے مدینہ میں دوسرے نے یمامہ میں لیکن وہ خود چل کر یمامہ سے مدینہ حاضر ہوا۔ باقی تین اسود عنسی، سجاح اور طلحہ بن خویلد ان تینوں نے آپ ﷺ کی زندگی کے آخری سال مدینہ سے بہت دور دعوے کئے۔

ابن صیاد مدینہ کا ہی رہنے والا تھا۔ مدینہ میں ہی اس نے دعویٰ کیا۔ مدینہ میں ہی آپ ﷺ خود چل کر اس کے پاس گئے اور ایک دفعہ نہیں گئے کئی بار گئے اور وہ خود چل کر آپ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا۔ کئی دفعہ آپ نے اس سے مکالمہ کیا۔ اس کی وحی کی کیفیت پوچھی، اس پر وحی لانے والے کی کیفیت و نام پوچھا، اس نے اپنا دعویٰ آپ ﷺ کے سامنے پیش کر کے اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی۔ آپ نے دعویٰ سننے کے بعد تحمل سے اس کا جواب دیا۔ ایک دفعہ چھپ کر اس کی وحی کی کیفیت جاننے کی بھی کوشش کی۔ وہ ساری عمر مدینہ رہا۔ دربار نبوی ﷺ میں آتا جاتا رہا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی وقت اس نے اسلام قبول کر لیا۔ مدینہ میں اس نے شادی کی۔ مدینہ میں اس کے بچے ہوئے۔ مدینہ میں لمبی عمر پا کر فوت ہوا۔

یہ سب وہ حالات ہیں جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں اب مولوی صاحب بتائیں وہ کس شریعت اور کس بانی شریعت کی بات کر رہے ہیں۔ بخاری مسلم اور صحاح ستہ کا سرسری مطالعہ بھی ہمیں بتاتا ہے کہ ابن صیاد نے اپنی رسالت کا دعویٰ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کیا چلیں پھر سے لکھ دیتا ہوں

ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ

یعنی جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے (1) ابن صیاد کو اس کے دعویٰ نبوت کے بعد پہلا اصولی جواب یہ دیا کہ میں اللہ کے ہر رسول پر ایمان لاتا ہوں (2) آپ ﷺ نے اس کی وحی کے متعلق سوال کیا۔ (3) آپ ﷺ نے اس کے جواب پر تبصرہ فرمایا (4) آپ ﷺ نے اس مدعی نبوت کی آزمائش فرمائی۔ (5) آپ ﷺ نے اس مدعی نبوت کی شمشیر فاروقی سے حفاظت فرمائی

یہ ہے اسوۂ نبوی ﷺ، ہر اس انسان کے متعلق جو نبوت کا مدعی ہو۔ سو کیسے ممکن تھا کہ صحابہ رسول ﷺ اس اسوہ حسنہ کو بھلا دیتے؟ اور محض دعویٰ نبوت کی بنا پر مسیلمہ جیسے لوگوں سے جنگ شروع کر دیتے۔ فتدبر۔

پھراور آگے بڑھتے ہیں مسیلمہ کذاب 9 ہجری میں دعویٰ نبوت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔اور یمامہ سے ہزاروں میل کا سفر کر کے اپنے قبیلے کا ایک بڑا وفد لے کر مدینہ وارد ہوتا ہے۔نبی پاک ﷺ خود حضرت قیس کی معیت میں اسکی خیمہ گاہ حاضر ہوتے ہیں۔وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اپنا دعویٰ رسالت اور امور حکومت میں حصہ دار ہونے کا دعویٰ آپ کے سامنے پیش کرتا ہے۔مکمل حالات اوپر درج ہیں اب بتائیں مولوی صاحب آپ کس شریعت کی بات کررہے ہیں۔بانی شریعت تو خود چل کر اس کی خیمہ گاہ تک آئے اور اس سے سوال جواب کئے۔اور پھر جاتے ہوئے حضرت قیس بن اشعث کو پیچھے چھوڑا اور فرمایا کہ اب باقی بات میرا یہ نمائندہ آپ سے کرے گا۔آپ نے یہ کہاں سے سن لیا کہ

”چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے جب کبھی کسی اسلامی حکومت میں کسی شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو امت نے اس سے دلائل و معجزات مانگنے کی بجائے اس کے وجود سے اللہ تعالیٰ کی دھرتی کو پاک کر دیا“

اگر ایسا ہی ہے تو گویا نعوذ باللہ آپ کی خودساختہ شریعت کا پہلا انکار تو نبی پاک ﷺ ہوئے کیا ایسا نہیں ہے؟ دیکھیں ذرا

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ **فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ** وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أُرِيتُ وَهَذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور یہ جو الفاظ ہیں کہ وھذا ثابت بن قیس بتایئے ذرا ان کو بات چیت کے لئے نمایندہ چھوڑ جانا وہ کس شریعت سے انکار کے غمازی ہیں لہذا مولوی صاحب کا یہ فرمایا کہ ”اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ باقی فتنوں سے مباحثہ مجادلہ، مناظرہ ومباہلہ وغیرہ ہوئے لیکن جھوٹے نبیوں سے تو گفتگو کی بھی شریعت نے اجازت نہیں دی“ مولوی صاحب کا تاریخ اسلام پر اتہام ہے۔نبی پاک ﷺ کی سیرت وتاریخ سے یا تو ناواقفی ہے یا کذب صریح کی عادت مکروہ کا شاخسانہ ہے

مغالطہ نمبر 2 مدعیان نبوت کا ذکر کرتے ہوئے ابن صیاد کا ذکر گول کر جانا

چونکہ مولویان کرام نے اپنے مجمع کے سامنے یہ بیانیہ رکھنا ہوتا ہے کہ دیکھیں جب کسی نے دعویٰ نبوت کیا مسلمانوں نے اسے فوری قتل کر دیا۔اس لئے وہ آغاز ہی مسیلمہ کذاب سے کرتے ہیں اور عہد نبوی ﷺ میں مدینہ کے اندر سب سے پہلے دعویٰ کرنے والے ابن صیاد کو گول کر جاتے ہیں چنانچہ دیوبندی دنیا کے سرخیل جناب ابوعمار زاھد الراشدی صاحب جیسا معروف سکالر بھی اس تاریخ کو یوں شروع کرتا ہے ”رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں چار اشخاص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ان پر وحی آتی ہے، ان میں سے تین مرد تھے (۱) یمامہ کا مسیلمہ کذاب (۲) یمن کا اسود عنسی (۳) بنو اسد کا طلیحہ بن خویلد اور (۴) ایک خاتون تھی سجاح جس کا تعلق بنو تغلب سے تھا اور اس نے غالباً نبی اکرم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد نبوت کا دعویٰ کیا تھا“ https://zahidrashdi.org/5436

(ابوعمار زاھدالراشدی زیرعنوان مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت مرکزی جامع مسجد،شیرانوالہ باغ،گوجرانوالہ 15 جنوری2016)

چونکہ ابن صیاد سے لڑائی اور قتل وغارت کا قصہ بیان نہیں ہوسکتا اس لئے اس کے ذکر کو گول کردیا حالانکہ تاریخ اسلام مین پہلی دفعہ جس نے آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوکر آپ کے نبی العالمین ہونے کا انکار کیا اور آپ ﷺ عربوں کا نبی کہا اور پھر آپ ﷺ کو اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی وہ ابن صیاد تھا۔

مغالطہ نمبر3:امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع جو ہوا وہ یہ تھا کہ مدعی نبوت قتل کیا جائے

پہلے اجماع کے نام پر پہلا جھوٹ:: اس وقت ہمارے سامنے احتساب قادیانیت کی دوسری جلد ہے جس میں دیوبندی مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب کی دس کتب کو اکٹھا کیا گیا ہے۔یہ مولوی صاحب 1900ء میں کاندھلہ ضلع مظفرنگر انڈیا میں پیدا ہوئے اور 26 جولائی 1974ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔اس سیریز کا پیٹرن یہ ہے کہ ایک جلد میں ایک عالم دین کی تمام جماعت احمدیہ مخالف کتب کو جمع کردیا گیا۔تو اس لحاظ سے گویا یہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں دوسرے نمبر کے چوٹی کے عالم دین ہیں۔ان کی سب سے پہلی کتب جو اس جلد میں موجود ہے اس کا نام ہے''مسک الختام فی ختم نبوت سیدالانام المعروف ختم نبوت''یہ کتاب ص 9 سے شروع ہوتی ہے اور ص 94 پر جاکر ختم ہوتی ہے۔اس کتاب کا آغاز ہی یہ مہاپرش عالم دین اس دعویٰ سے کرتے ہیں۔

''امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع جو ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ مدعی نبوت قتل کیا جائے۔نبی اکرم ﷺ کے اخیر زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔صدیق اکبرؓ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ مسیلمہ کذاب کے قتل اور اس کی امت کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کی سرکردگی میں صحابہ کرامؓ کا ایک لشکر روانہ کیا۔اس بارے میں نہ کسی نے تردد کیا اور نہ کسی نے یہ سوال کیا کہ مسیلمہ کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے مستقل نبوت کا مدعی ہے یا ظلی اور بروزی نبوت کا مدعی ہے اور نہ کسی نے مسیلمہ سے اس کی نبوت کے دلائل وبراہین پوچھے نہ معجزات طلب کئے۔صحابہ کرام کا لشکر مسیلمہ کذاب سے جہاد کے لئے یمامہ روانہ ہوا۔اور مقابلہ میں جو لوگ مسیلمہ کے ساتھ میدان کارزار میں آئے تھے ان کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوانوں کی تھی جم میں سے اٹھائیس ہزار مارے گئے اور مسیلمہ بھی مارا گیا۔باقی ماندہ لوگون نے ہتھیار ڈال دیئے''

(احتساب قادیانیت جلد2ص 10و11 شائع کردہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان اشاعت اول 1997)

براہو تعصب کا جو اس پیرانہ سالی میں بھی جھوٹ بولنے تک لے آیا

قرآن مجید فرقان حمید نے جھوٹ کو شرک کے بعد گناہ کا درجہ دیا ہے اور پھر اختلافی معاملات میں عدل وانصاف کی اصولی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ { (المائدہ 9) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ تقوی کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

پہلا اجماع مسیلمہ کے بارہ نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات پر ہوا

امت محمدیہ میں پہلا اجماع کس بات پر ہوا کہ مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا جائے یا اس بات پر کہ نعش مبارک سامنے موجود ہے اور وفات پر یقین نہیں آرہا۔

بلکہ کہا جا رہا ہے کہ کہے گا کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ کیا ان فراق کے لمحوں میں کسی صحابی رسول ﷺ کو کوئی مسیلمہ یاد تھا؟ نہیں تھا تو پھر دل پر ہاتھ رکھ کر اور خوف خدا کو درمیان میں ڈال کر جواب دو کہ پہلا اختلاف کس بات پر ہوا اور پھر پہلا اجماع یعنی اتفاق کس بات پر ہوا۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''اسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی فوت ہو گئے ہیں کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو بعض صحابہ کا یہ بھی خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے اور پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کی ناک اور کان کاٹیں گے تو اُس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور یہ آیت پڑھی {وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (آل عمران 145) یعنی آنحضرت ﷺ ایک نبی ہیں اور تمام انبیاء گذشتہ پہلے ان سے فوت ہو چکے ہیں. تب صحابہ جو سب کے سب موجود تھے رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ آنحضرت ﷺ بے شک فوت ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہیں. اور کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت عیسیٰ اس آیت کے مفہوم سے باہر ہیں اور وہ اب تک زندہ ہیں. اور کیا ممکن تھا کہ عاشقانِ رسول اللہ ﷺ اس بات پر راضی ہو سکتے کہ ان کا نبی تو چھوٹی سی عمر میں فوت ہو گیا اور عیسیٰ چھ سو 600 برسوں سے زندہ چلا آتا ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا بلکہ وہ تو اس خیال سے زندہ ہی مر جاتے پس اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سب کے سامنے یہ آیت پڑھ کر ان کو تسلّی دی. اور اس آیت نے ایسا اثر صحابہ کے دل پر کیا کہ وہ مدینہ کے بازاروں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے گویا اُسی دن وہ نازل ہوئی تھی. اور اسلام میں یہ اجماع تمام اجماعوں سے پہلا تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں. مگر اے مولوی صاحب!! آپ کو صحابہ کے اس اجماع سے کیا غرض. آپ کا مذہب تو تعصب ہے نہ کہ اسلام. مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے مگر آپ لوگ خوش ہیں رونقِ دیں عقائد بُردہ دشمناں شاد و یار آزردہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اجماع سے پہلے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات پر ہوا بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ ابھی اس عقیدہ سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں اور اسی وجہ سے صدیق رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے سُنانے کی ضرورت پڑی اور اس آیت کے سُننے کے بعد سب نے یقین کر لیا کہ تمام گذشتہ لوگ داخلِ قبور ہو چکے ہیں اِسی وجہ سے حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ چند شعر آنحضرت ﷺ کے مرثیہ میں بنائے جس میں اُس نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہیں كنت السّواد لناظری فعمی علیك الناظر من شاء بعدك فلیمت فعلیك كنت احاذر (ترجمہ) تو میری آنکھوں کی پتلی تھا پس مَیں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا. اب بعد تیرے جو شخص چاہے مرے (عیسیٰ ہو یا موسیٰ ہو) مجھے تو تیرے ہی مرنے کا خوف تھا. جزاہ اللہ خیر الجزاء محبت اِسی کا نام ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا اگر وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں اکٹھے کر کے یہ آیت نہ سناتے کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلاک ہو جاتی. کیونکہ ایسی صورت میں اس زمانے کے مفسد علماء یہی کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں. مگر اب صدیق اکبر کی آیت ممدوحہ پیش کرنے سے اس بات پر کل صحابہ کا اجماع ہو چکا کہ کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں'' (روحانی خزائن جلد 21 براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 284و285)

پہلے اجماع کے نام پر دوسرا کتمان حق

1) پھر اگر اجماع اول کے نام پر حضرت ابو بکرؓ کی مسیلمہ کذاب سے جنگ والی یہ بات مان بھی لی جائے تو بھی اس میں نہ صرف کتمان حق ہے، التباس ہے بلکہ جھوٹ کی ملونی ہے اور ان تینوں کا مجموعہ سیرت رسول ﷺ پر ایک شرمناک الزام کی صورت بنا دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ نہیں کیا بلکہ نامکمل چھوڑ دیا جسے حضرت ابو بکرؓ نے انجام دیا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر غیرت رسول ﷺ پر حملہ ہے کہ آپ ﷺ میں نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے لیے اتنی بھی غیرت نہ تھی جتنی کہ حضرت ابو بکرؓ میں تھی۔ بلکہ جماعت احمدیہ کی نفرت میں ڈوبے ہوئے اس پیرانہ سال بزرگ کی بات مان لیں تو بات گستاخی رسول ﷺ تک جا پہنچتی ہے گویا کہ ایک مدعی نبوت نبی پاک ﷺ کے سامنے کھڑا ہے۔ منہ پر دعویٰ نبوت کر رہا ہے۔ آپ اس سے بات کر رہے ہیں۔ اس کی بات سن رہے ہیں۔ اس کو سوال کر رہے ہیں اس کے سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ اس کو ڈھونڈتے ہوئے خود اس کے قافلے تک آئے ہیں۔ ایک صحابی کو لے کر ساتھ آئے ہیں اور پھر اس سے ہمکلام ہوئے ہیں بلکہ یہ بھی نہیں۔ اس کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کو اطلاع دے چکا ہے کہ ایک نہیں دو جھوٹے نبوت کے دعویدار پیدا ہونے والے ہیں۔ اس کو یمامہ سے مدینہ تک آنے دیتے ہیں۔ وہ کئی دن تک مدینہ میں ٹھہرا رہتا ہے۔ نہ اس کو قتل کرواتے ہیں نہ اس کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں بلکہ اس کو اللہ کی وعید سے ڈرانے چلے جاتے ہیں لیکن اگر مولوی صاحب آپ کی کہانی مان لیں تو پھر حضرت ابو بکرؓ کی غیرتِ توحید بتائیں وہ کہاں کھڑی تھی اور غیرت رسول ﷺ کہاں؟ خود سوچیں کچھ دیر کے لئے تعصب کی عینک اتاریں اور سوچیں

جھوٹ کی بنیاد پر کھڑا ریتلا محل

اگر یہ کہانی ایسے ہی ہوتی تو یقیناً مشعل ایمان ہوتی نافع ایقان ہوتی اور اس کا تحریر کندہ حق بجانب ہوتی مگر یہ ساری عمارت اس وقت دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی ہے جب ہمیں تاریخ اسلام اور احادیث مبارکہ، یہ بتاتی ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت حضرت ابو بکرؓ صدیق کے زمانے میں نہیں یعنی آپ ﷺ کی وفات مبارکہ کے بعد نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کے زمانے میں، آپ کی حین حیات مبارکہ میں کیا۔ بلکہ آپ کے شہر مدینہ میں آکر کیا بلکہ آپ کی موجودگی میں کیا۔ بلکہ آپ کے سامنے کیا بلکہ آپ کو مخاطب کر کے کیا بلکہ اپنا دعویٰ نبوت اور اس کی شرائط کے لئے آپ سے مکالمہ کیا۔ بلکہ پورا وفد لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوا اور کئی گھنٹے اور کئی دن مدینہ میں گزارے۔ چنانچہ حدیث کی سب سے معتبر کتاب بخاری میں اس حوالہ سے حدیث مبارکہ یوں ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أُرِيتُ وَهَذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ

عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ (صحیح البخاری, کتاب المغازی حدیث نمبر 4028 باب قصة الاسود العنسی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا، اس دعویٰ کے ساتھ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے بعد (اپنا نائب وخلیفہ) بنادیں تو میں ان کی اتباع کر لوں۔اس کے ساتھ اس کی قوم (بنو حنیفہ) کا بہت بڑا لشکر تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔جہاں مسیلمہ اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا، آپ وہیں جا کر ٹھہر گئے اور آپ نے اس سے فرمایا اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی مانگے گا تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تو اللہ کے اس فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے ہی ہو چکا ہے۔تو نے اگر میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔میرا تو خیال ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔اب تیری باتوں کا جواب میری طرف سے ثابت بن قیس دیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے۔

کیا سمجھے؟ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت میں شراکت داری کا دعویٰ کیا۔اور اس دعویٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی منوانا چاہا۔اور آپ خود چل کر اس کے پڑاؤ والی جگہ میں پہنچے اور اُس کو سن کر جواب دیا اور واپس تشریف لے آئے۔اور اپنی جگہ پر اپنا نمائندہ مقرر کر آئے کہ اب میری طرف سے یہی تجھے جواب دے گا۔واپس آ کر بھیگتی آنکھوں سے نہ کوئی خطبہ دیا کہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈل گیا ہے مومنو جاگو، نکلو اور ان بدمعاشوں کو پکڑو جانے نہ پائیں اور انہیں تہہ تیغ کرو جو آپ کے شہر میں آ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔نہ کوئی لشکر ترتیب دیا اور نہ کوئی عمومی حکم دیا اور نہ ہی یہ اعلان فرمایا کہ آج اس نے تاج وتخت ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا ہے اس لئے ہوشیار ہو جاو اگر ایسا نہیں کیا تو پھر بتاو کہ وہ جو ہم نے اوپر کہا تھا درست ہے کہ نہیں۔مولوی صاحب آپ نے تو اپنی دُھن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیرت ایمانی کے مقابل لا کر کھڑا کر دیا ہے بلکہ نعوذ باللہ اپنے وفور نفرت میں صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حوالہ سے دو قدم آگے بیان کر دیا ہے۔استغفر اللہ ربی من ذلك الخرافات۔

* بلکہ بات اس سے بھی دو قدم آگے جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسیلمہ کذاب کے دعویٰ سے قبل ہی اطلاع دے دی تھی کہ عنقریب دو کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہیں چنانچہ جب مسیلمہ اپنے وفد کے ساتھ مدینہ آیا اور اپنا دعویٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور آپ اس سے بحث کے بعد واپس لوٹ رہے تھے تو آپ نے اپنے ساتھی صحابی کو بتایا کہ ”میں سویا ہوا تھا کہ مجھے زمین کے خزانے عطا کئے گئے اور میری ہتھیلی میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے تھے تو مجھے یہ امر گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ میں انہیں پھونک ماروں۔پس میں نے انہیں پھونک ماری اور اس کی تاویل ان دو کذابوں سے کی جن کے درمیان میں موجود تھا یعنی صاحب صنعاء (اسود عنسی) اور صاحب یمامہ (مسیلمہ)“

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 81 رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر 701ھ تا 774 ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

یعنی اس سے پہلے کہ مسیلمہ کذاب مدینہ اپنا وفد لے کر آتا، آپ کو اللہ تعالیٰ پہلے سے خبر دے چکا تھا لیکن آپ نے کوئی خطبہ نہیں دیا اور نہ صحابہ کو خبردار کیا نہ کوئی پیش بندی کی کہ صحابہ کرام! کمر ہمت باندھ لو ختم نبوت پر ڈاکہ پڑنے والا ہے اور وہ ڈاکو کہیں اور نہیں آپ کے شہر میں داخل ہونے والے ہیں بلکہ یہ اطلاع آپ نے مسیلمہ سے بات چیت کے بعد واپس آتے ہوئے صحابی رسول کو دی۔

نوٹ۔مسیلمہ کذاب کے مدینہ آنے کا ذکر۔نبوت میں شراکت داری مانگنے کی بات۔اور آپ کا کنگن والی خواب بیان کرنے کی حدیث صحیح بخاری۔

صحیح مسلم۔سنن ترمذی۔سنن ابی داود۔سنن ابن ماجہ۔مسند احمد بن حنبل۔موطا امام مالک۔اور سنن دارمی میں موجود ہے

* پھر ایک قدم اور آگے چلتے ہیں۔یہ جھوٹا شخص زندہ سلامت مدینہ سے واپس اپنے علاقہ واپس پہنچتا ہے دعویٰ نبوت سے بھی ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور ایک خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھتا ہے اور دعوی کر دیتا ہے کہ میں نہ صرف آپ کی نبوت میں آپ کا شراکت دار ہو گیا ہوں بلکہ اس وجہ سے آدھی سرزمین آپ کی اور آدھی سرزمین پر حکومت میری ہوگی۔خط کا مکمل مضمون سیرت ابن ہشام سے پیش ہے۔

”وقد كان مسيلمة بن حبيب، قد كتب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: من مسيلمة رسول الله، إلى محمد رسول الله: سلام عليك؛ أما بعد، فإني قد أشركت في الأمر معك، وإن لنا نصف الأرض، ولقريش نصف الأرض، ولكن قريشا قوم يعتدون. فقدم عليه رسولان له بهذا الكتاب. قال ابن إسحاق: فحدثني شيخ من أشجع، عن سلمة بن نعيم بن مسعود الأشجعي، عن أبيه نعيم، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لهما حين قرأ كتابه: فما تقولان أنتما؟ قالا: نقول كما قال، فقال: أما والله لولا أن الرسل لا تقتل لضربت أعناقكما. ثم كتب إلى مسيلمة: بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله، إلى مسيلمة الكذاب: السلام على من اتبع الهدى. أما بعد، فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين

(السيرة النبوية (ابن هشام) ذكر الكذابين مسيلمة الحنفي والأسود العنسي كتاب مسيلمة إلى رسول الله والجواب عنه)

لیجئے! سیرت ابن ہشام کے مطابق یہ کذاب مدینہ سے زندہ سلامت اپنے علاقہ یمامہ میں واپس پہنچتا ہے۔اپنے علاقہ میں جا کر دو بندوں کا ایک وفد تیار کرتا ہے۔ایک خط لکھ کر ان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور انکو دربار مدینہ کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔مسیلمہ کذاب کا یہ وفد مدینہ پہنچتا ہے۔ان کو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی کی اجازت عطا ہوتی ہے۔جھوٹے نبی کا سفیر صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور مسیلمہ کا خط پڑھ کر سناتا ہے جو شروع ہی اس ظالمانہ قول سے ہوتا ہے من مسيلمة رسول الله، إلى محمد رسول الله: سلام عليك پھر آگے لکھتا ہے کہ میں آپ کی نبوت میں حصہ دار ہو گیا ہوں اور پھر آدھی سرزمین پر تولیت کا دعویٰ کر دیتا ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کذاب کے لئے جواب لکھوایا ”بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله، إلى مسيلمة الكذاب: السلام على من اتبع الهدى. أما بعد، فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين“

اب ہم مندرجہ بالا بیان کی طرف لوٹتے ہیں اور مذکور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہیں تو بتایئے نعوذ باللہ بقول ان مولوی صاحب کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت ایمانی کہاں کھڑی ہوگی؟ کیا اس خط کو سننے کے وقت یا سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ کوئی خطبہ دیا اور اگر نہیں دیا تو پھر میری یہ بات درست ہے کہ نہیں کہ اس مولوی صاحب نے اپنی اس لایعنی تحریر کے ذریعہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیرت ایمانی کے مقابل لا کر کھڑا کر رہا ہے بلکہ نعوذ باللہ اپنی وفور نفرت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حوالہ سے دو قدم آگے بیان کر دیا ہے۔استغفر الله ربي من ذلك الخرافات۔

*مسیلمہ کذاب کے ایلچیوں سے خط سننے کے بعد آپ نے کیا فرمایا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ قَالَ كَانَ مُسَيْلِمَةُ كَتَبَ إِلَى رَسُولِ

اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَشْجَعَ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا قَالَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا }

(سنن أبي داوود, كتاب الجهاد) حدیث نمبر 2380 باب فی الرسل)

میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ’’تم دونوں بھی وہی بات کہتے ہو جو وہ کہتا ہے۔انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا قسم بخدا اگر ایلچیوں کے قتل نہ کرنے کا اصول نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ پس اس وقت سے یہ طریق رائج ہو گیا کہ ایلچیوں کو قتل نہ کیا جائے

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 84 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفدا ءعماد الدین ابن کثیر 701ھ تا 774 ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

یعنی حدیث مبارکہ کے مطابق ان ایلچیوں کو تو سفارتی آداب کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا مگر ان ایلچیوں کے بھجوانے والے کے لئے کوئی قتل ومحاربہ کے ارشادات نہیں فرمائے گئے بلکہ جو جواب دیا گیا اس میں ہدایت پانے والوں کے لئے سلامتی کی دعا اور اس مسیلمہ کذاب کے حکومت کی دعوے داری پر فرمایا کہ یہ زمین اللہ کے لئے ہے اور جسے چاہتا ہے وہ اس کا قبضہ اسے عطا کرتا ہے۔قرآنی حکم بیان فرمایا السلام على من اتبع الهدى. أما بعد، فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين

(السيرة النبوية (ابن هشام) ذكر الكذابين مسيلمة الحنفي والأسود العنسي كتاب مسيلمة إلى رسول الله والجواب عنه)

* پھر اس سے بھی دو قدم آگے چلتے ہیں۔بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ کذاب کا یمامہ سے یہ وفد 9 ہجری میں مدینہ آیا تھا۔ 10 ہجری میں آپ نے حجۃ الوداع کیا اور 11 ہجری میں ربیع الاوّل میں آپ کی رحلت کا سانحہ ہوا۔گویا 9 اور 10 کے پورے دو سال اور 11 ہجری کے تین مہینے۔اس لحاظ سے یہ کم از کم 820 دن بنتے ہیں۔کیا ان 820 ایام میں آپ نے کوئی عمومی یا خصوصی حکم مسیلمہ کے حوالہ سے دیا؟ نہیں دیا۔کوئی خطبہ دیا؟ نہیں دیا

* پھر اس سے بھی آگے چلتے ہیں۔ان 820 ایام کے دوران میں کیا آپ نے کسی مہم کے لئے کوئی وفد ترتیب دیا؟ یقیناً دیا۔تاریخ اسلام ہمیں بتاتی ہے کہ آپ نے ان 820 ایام سے پہلے بھی اور ان 820 ایام کے دوران بھی مسلسل مختلف مہمات کے لئے آپ وفود ترتیب دے رہے تھے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ماہ جمادی الاول 10ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو نجران میں بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل انہیں تین بار دعوت اسلام دے لیں

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 143 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفدا ءعماد الدین ابن کثیر 701ھ تا 774 ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

پھر اسی سال آپ نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف امیر بنا کر بھیجا پھر آپ نے حجۃ الوداع سے قبل حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنھما کو یمن کی طرف بھیجا

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 152 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفدا ءعماد الدین ابن کثیر 701ھ تا 774 ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

پھر شام پر حملہ کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا مشہور وفد، اسی دوران ہی ترتیب دیا گیا۔اور ایک اور وفد بھی ترتیب دیا جس کی داستان کا ذکر اگلے

پیراگراف میں کرتے ہیں۔اسی دوران ہی آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے۔لیکن اس سارے عرصے میں آپ نے مسیلمہ کذاب کے لئے کوئی وفد ترتیب نہیں دیا آخر کیوں؟ بات پھرلوٹ کر وہیں چلی جائے گی کہ کیا آپ کو ختم نبوت کا دفاع حضرت ابوبکر صدیقؓ یا صحابہ رضوان اللہ علیہم سے کم عزیز تھا۔ یا آپ ﷺ کا عرفان ختم نبوت صحابہ رضوان اللہ سے نعوذ باللہ کم تھا۔اگر کم نہیں تھا تو پھر شام کے دور دراز بارڈر کی طرف تو وفد ترتیب دے دیا مگر یمامہ کے کذاب کے لئے آپنے کوئی وفد کیوں نہ ترتیب دیا؟ یقیناً اس تحریر کا یہی وہ ذاتی نفور ہے یا ذاتی ایجنڈا ہے یا ذاتی اختراعات ہیں یا ذاتی بغض ہیں جن کو تاریخ اسلام کے نام پر رائج کرنے کی ظالمانہ کوشش کی گئی ہے اورنہیں جانتے کہ اس کوشش میں وہ ڈائریکٹ لی اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی غیرت ایمانی پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک جسارت کر گئے ہیں۔

پھر تاریخ اسلام ایک قدم اور آگے بڑھاتی ہے اور ہمیں وہ بات بتاتی ہے جس سے مندرجہ بالا تحریر ھباءً منثورا کے ڈھیر میں بلکہ تار عنکبوت میں ڈھل جاتی ہے۔ بخاری کی حدیث بتاتی ہے

فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنْ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ} (صحیح البخاری, کتاب المغازی حدیث نمبر باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن اثال حدیث نمبر 4025)

آپ نے ان دو کنگنوں کی تعبیر خود دو جھوٹی نبوتوں کے دعویداروں سے کی اور ان کے نام مسیلمہ اور اسود عنسی بتائے اب ان دونوں میں سے ایک یعنی اسود عنسی نے آپ ﷺ کی وفات کے بالکل قریب کے دنوں میں دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ مسلح بغاوت کا بھی اعلان کر دیا۔آپ ﷺ کے عاملین صدقات کو صدقات واپس کرنے کا حکم دیا۔عُمال ابھی تردد ہی میں تھے کہ قبائل مذحج ونجران کو لے کر یمن کے مسلمان حاکم شہر بن باذان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے جبراً نکاح کر کے سارے ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا۔اسود کی بغاوت کی خبر سنتے ہی آپ ﷺ نے وبر بن یحنس کے ہاتھ حضرت معاذ بن جبلؓ کو خط لکھا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو۔چنانچہ انہوں نے شہر بن باذان کی بیوہ کی مدد سے اسود عنسی کو اس کی خوابگاہ میں قتل کیا اور اس کے قتل کی خبر آپ ﷺ کی وفات کے ایک دن اور ایک رات بعد مدینہ میں پہنچی۔

اب ہم ایک بار پھر مولوی صاحب کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں کہ آپ دو جھوٹے دعویداروں میں سے ایک کے ذکر کو کیوں چھپا گئے ہیں۔ایک جس کے خلاف رسول خدا ﷺ نے اپنے گورنر کو حکم دیا کہ اس کی سرکوبی کرو اور اس کی سرکوبی کی گئی اور اسے قتل کیا گیا اور انہیں لحات میں دوسرے کے بارے میں کوئی ارشاد نہیں فرمایا گیا آخر کیوں؟ دونوں کے جرائم میں آخر کوئی فرق تھا یا نعوذ باللہ نعوذ باللہ آپ ﷺ نے ایک کی رعائت کی؟ اگر رعائت نہیں کی تو پھر ایک کے قتل کا حکم دیا اور اُس دوسرے کے لئے کوئی حکم نہیں دیا آخر کیوں؟ اگر صرف نبوت کا دعویٰ ہی ان کذابوں کا جرم تھا تو ایک کو سزا اور دوسرے کے لئے صرف نظر آخر کیوں؟ مسیلمہ کذاب کی مدینہ آمد اور رسول پاک ﷺ کا اس جنگ نہ کرنا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنگ کرنا

1)۔مسیلمہ کذاب سے آپ ﷺ کا جنگ نہ کرنے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنگ کرنا صرف اور صرف اس وجہ سے ہے کہ اُس نے آپ ﷺ کے زمانے میں آپ کے سامنے کھڑے ہو کر نبوت کا دعویٰ تو کیا اور حکومت میں شراکت داری کی درخواست بھی کی۔ پھر یہی بات اس نے اگلے سال تحریری طور پر وفد بھجوا کر بھی کی لیکن اسلامی ریاست سے مسلح بغاوت نہیں کی اسی وجہ سے آپ نے بھی اس کے خلاف صرف دعویٰ نبوت کرنے پر ہی صاد کر کے ہجوم کا حکم صادر نہیں فرمایا۔مسیلمہ کذاب کی اصل غرض حکومت سے تھی۔نبوت کا دعویٰ تو صرف ایک ذریعہ تھا جو اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے

استعمال کیا گیا۔ جب وہ بنوحنیفہ کے وفد میں شامل ہوکر مدینہ آیا اور یہ شرط پیش کی کہ آپ ﷺ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں تو میں آپ کی اتباع کرلوں گا ۔آپ نے ایک کھجور کی چھڑی اٹھا کر فرمایا کہ تجھے اس چھڑی کے برابر بھی نہیں دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے چلے آئے۔ واپس جا کر اس نے نبوت کا دعوی علی الاعلان شروع کر دیا اور کہا کہ نصف ملک ہمارا ہے اور نصف ملک قریش کے لئے۔

2)رسول کریم ﷺ کی وفات کا سنتے ہی یہ حجر اور الیمامہ پر حاکم بن گیا اور نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو نکال دیا (تاریخ خمیس جلد2 صفحہ 177)

3)۔سجاح باغیہ کے ساتھ جو مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ رکھتی تھی اتحاد کرلیا اور اسے کہا کہ میں اپنی اور تیری قوم کی مدد سے سارے عرب کو فتح کر لوں گا (تاریخ طبری جلد4 صفحہ 1918)

4)۔اس دوران اسے دو مدنی صحابی ملے۔ حبیب بن زید اور عبداللہ بن وہب اسلمی۔ اس نے دونوں کو پکڑ کر اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ تو مرتد ہو گیا مگر حبیب نہ مانا۔ جب نہ مانا تو اس نے اس کے اعضاء کاٹ کر اسے آگ میں جلا دیا۔(تاریخ خمیس جلد2 صفحہ 241)

5)۔مسیلمہ کذاب ہو یا دیگر مرتدین۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ان کے خلاف خروج عین اسلام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مرتدین کا قصور صرف یہ نہ تھا کہ انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا انکار کر کے نماز روزہ چھوڑ دیا تھا۔ ایسا سمجھنا تاریخ اسلام سے یکسر ناواقفی ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے ارتداد کے ساتھ ہی تلوار اٹھالی اور اسلامی ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کر دی تھی اور جو لوگ اُن میں سے بھی اسلام پر قائم رہے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کرنے شروع کر دیئے تھے۔ بلکہ مزید آگے بڑھ کر اسلامی سلطنت سے اپنے آپ کو آزاد کرلیا اور خود دارالسلطنت اسلامیہ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کیا اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہا۔

5)۔اگر ملک میں امن تھا اور مرتدین اور مدعیان نبوت کو صرف مذہبی اختلاف تھا اور بغاوت کا کوئی ارادہ نہ تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی کے وقت عمائدین مہاجرین وانصار حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایسے خطرہ کے وقت میں اس لشکر کا روانہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔

6)۔جیسا کہ خوف کیا گیا تھا لشکر اسامہ کی روانگی کے بعد مدینہ کے قرب و جوار کے مرتدین نے مدینہ پر حملہ کر دیا اور کئی دن تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہی تھوڑے سے آدمیوں کو جو لشکر اسامہ سے بچ رہے تھے ساتھ لے کر محاصرین پر حملہ کر کے اُن کو منتشر کیا۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے و کان اول من صادم عبس و ذبیان عاجلوه فقاتلھم قبل رجوع اسامة (طبری جلد4 صفحہ 1872)

یعنی سب سے پہلے جن قبیلوں نے مدینہ پر حملہ کیا وہ عبس اور ذبیان تھے انہوں نے پہلے حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کیا اور اُسامہ کی واپسی سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔

ابن خلدون نے لکھا ہے ”فعاجلته عبس و ذبیان و نزل آخرون بنو اسد ۔فزارہ۔ غطفان۔ طی۔ثعلبه۔بنو کنانه۔وغیرھم۔“ (تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1873) یعنی عبس و ذبیان قبیلوں نے پہلے حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کیا اور دوسری قومیں یعنی بنو اسد۔فزارہ۔غطفان۔طی۔ثعلبہ۔بنوکنانہ وغیرھم ذی القصہ میں آکر جمع ہوگئے۔

تاریخ خمیس میں لکھا ہے ”و اقبل خارجة بن حصن بن حذیفه ابن بدر فکان ممن ارتد فی خیل من قومه الی مدینه یرید ان یخذل الناس عن الجزوع او یصیب عزۃ فیغیر ۔فاغار علیٰ ابی بکر و من معه وھم غافلون“۔ یعنی خارجہ بن حصن جو مرتدین میں

سے تھا اپنی قوم کے کچھ سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا تا کہ صحابہؓ کے نکلنے سے قبل ہی غفلت میں چھاپہ مارے اس لئے اُس نے حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں پر چھاپہ مارا جب کہ مسلمان بے خبر تھے۔(تاریخ خمیس جلد2 صفحہ204 مطبوعہ1283ھ)

7)۔بعض مرتدین نے مدینہ میں وفود بھیجے تا نماز و زکوٰۃ میں معافی مل جائے اور جب حضرت ابو بکر نے صاف صاف جواب دے دیا تو اُن لوگوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔اِدھر حضرت ابو بکرؓ نے اُن وفود کے چلے جانے کے بعد مسلمانانِ مدینہ کو اکٹھا کر کے یوں خطاب کیا

''ان الارض کافرۃ و قد رای وفدھم منکم قلۃ و انکم لا تدرون آلیلاً تؤتون ام نہاراً او ادناھم منکم علیٰ بریدٍ وقد کان القوم مائلون ان لقبل منھم و نوادعھم وقد ابینا علیھم و نبذنا الیھم عھدھم فاستعدوا واعدوا فما لبثوا الا ثلاثاً حتیٰ طرقوا المدینۃ غارۃ مع اللیل و خلفوا بعضھم بذی حُسیً لیکونوا الھم ردا

(تاریخ طبری جلد4 صفحہ1875)

یعنی تمام ملک اب کافر ہے اور اُن کے وفد نے تمہاری قلت تعداد کو دیکھ لیا ہے۔تمہیں معلوم نہیں کہ رات کے وقت ہم پر حملہ کریں یا دن کو۔اور اُن میں سے قریب ترین لوگ تم سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہیں۔وہ چاہتے تھے کہ ہم اُن کی بات قبول کر کے اُن سے معاہدہ کر لیں۔اور ہم نے اس سے انکار کیا۔پس تم اُن کے حملہ کے لئے تیار ہو جاوٴ۔اور تین دن ہی گزرے تھے کہ اُنہوں نے رات کے وقت مدینہ پر آ کر چھاپہ مارا اور ایک جماعت کو ذی حسی میں چھوڑ آئے تا وہ اُن کے مددگار ہوں۔

نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ یہ چھاپہ مارنے والی جماعت وہی لوگ تھے جو زکوٰۃ معاف کروانے آئے تھے۔جب درخواست نامنظور ہوئی تو تین دن کے اندر مدینہ پر حملہ کر دیا۔

8)۔۔مرتدین نے صرف مدینہ ہی پر حملے نہیں کئے تھے بلکہ انہوں نے مرتد ہوتے ہی آنحضرت ﷺ کی وفات کے معاً بعد اُن صادق الایمان مسلمانوں کو بھی تہہ تیغ کر دیا جو ان قوموں میں بستے تھے۔اور باوجود اپنی قوم کے مرتد ہونے کے اسلام پر قائم رہے تھے۔چنانچہ طبری نے لکھا ہے

فوثب بنو ذبیان وعبس علیٰ من فیھم من المسلمین وقتلوھم کل قتلۃ و فعل من وراء ھم فعلھم

یعنی جونہی آپ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی بنو ذبیان اور عبس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور جو قومیں اُن کے علاوہ بستی تھیں اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔یعنی انہوں نے بھی ایسے ہی لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ(۱) ان لوگوں کا جرم محض ارتداد نہ تھا بلکہ انہوں نے کھلم کھلا بغاوت اختیار کی اور مسلمانوں کو قتل کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں اور اسلامی سلطنت کو جڑ سے اکھیڑ ڈالیں اور اسلام کو نابود کر دیں۔

۲)۔اور پھر ہوا یہ کہ پیشتر اس کے کہ حضرت ابو بکرؓ ایسی قوموں کی گوشمالی کے لئے لشکر مختلف اطراف میں روانہ کریں ان میں سے بعض نے بغیر حضرت ابو بکرؓ کے حملہ کے خود بخود مدینہ پر حملہ کر دیا۔

۳)۔روز بروز ان کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی اور اگر ان اقوام کو کچھ مزید مہلت مل جاتی تو ان کا حوصلہ اس قدر بڑھ جاتا کہ تمام گردونواح کے مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے آخر پر مدینہ پر حملہ آور ہو جاتے۔پس ضروری تھا کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہو کر ان کی جمعیت کو توڑتے اور اس آگ کو جو تمام اطراف میں پھیل کر مسلمانوں کی ہستی کو خطرہ میں ڈال رہی تھی بجھا دیا جاتا۔عینی نے ان سب قبائل کے بارہ میں مجموعی طور پر لکھا ہے

و انما قاتل الصدیق رضی اللہ عنہ مانعی الزکوٰۃ لانھم امتنعوا بالسیف و نصبوا الحرب للامۃ (عینی جلد 11 صفحہ 236) یعنی حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے اس لئے قتال کیا کہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوٰۃ کو روکا اور مسلمانوں کے لئے جنگ برپا کی۔یعنی انہوں نے سلطنت اسلامی سے بغاوت اختیار کی۔

۴)۔اور نہ صرف تلوار کو ہاتھ میں لیا بلکہ مدینہ پر حملہ کیا اور اپنی اپنی قوم کے مسلمانوں کو قتل کیا،آگ میں ڈالا اوران کا مثلہ کیا۔جیسا کہ طبری میں مندرج ہے ولم یقبل خالد (بعد ھزیمتھم) من احد من اسد و غطفان ولا ھوازن ولا سلیم ولا طی الا ان یاتوہ بالذین حرقوا و مثلوا و عدوا علیٰ اھل الاسلام فی حال ردتھم

(تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1900 وایضا ابن خلدون جلد 2 صفحہ 71 وتاریخ الکامل جلد صفحہ 149 بتغائر الالفاظ

یعنی جب بنی اسد اور غطفان وغیرہ کو شکست ہوئی تو خالدؓ نے ان کو معافی دینے سے انکار کیا جب تک وہ ان لوگوں کو پیش نہ کریں جنہوں نے مرتد ہونے کی حالت میں مسلمانوں کو آگ میں ڈال کر جلایا اوران کے ہاتھ پاؤں ناک کاٹے اوراُن پر ظلم کیا۔

۵)۔اسی طرح تاریخ بتاتی ہے کہ مرتدین نے اپنے اپنے علاقوں سے آپ کے عمّال کو نکال دیا۔اور بعض جگہ مرتدین نے جداگانہ بادشاہت بھی قائم کر لی یا قائم کرنے کی کوشش کی مثلاً ابن خلدون نے لکھا ہے

وارتدت ربیعۃ و نصبوا المنذر بن النعمان بن المنذر و کان یسمی المغرور فاقاموہ ملکاً کما کان قوم بالحیرۃ

(ابن خلدون جلد 2 صفحہ 76 وتاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1960)

یعنی بنو ربیعہ نے جو بحرین کا ایک قبیلہ تھا ارتداد اختیار کیا اور مرتد ہونے کے بعد المنذر بن النعمان کو کھڑا کیا جو مغرور کے خطاب سے مشہور تھا اوراس کو اپنا بادشاہ بنالیا۔

۶)۔یہی حال مسیلمہ کذاب کا تھا اس کا نبوت کا دعویٰ تو صرف ایک ذریعہ تھا اصل غرض حکومت کا حصول تھا چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا اعلان سنتے ہی حضر اور یمامہ پر اپنی حکومت کا اعلان کردیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو نکال دیا۔(خمیس جلد صفحہ 177)ایک اور باغیہ سجاح کے ساتھ اتحاد کرلیا۔پھر اسی دوران دو مدنی صحابی ملے ان کو گرفتار کرلیا۔ارتداد پر مجبور کیا ایک تو مرتد ہو گئے جبکہ دوسرے حضرت حبیب نہ مانے تو ان کے پہلے عضو عضو کاٹا رہا اور آخر آگ میں ڈال کر جلادیا۔(تاریخ خمیس جلد 2 صفحہ 241)

۷)۔طلیحہ بن خویلد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہی مرتد ہو گیا تھا مگر آپ کی وفات کے بعد اس نے اپنے اردگرد لشکر اکھٹا کرلیا۔قبائل غطفان و ہوازن وطے اس کے ساتھ ہو گئے۔جن لوگوں نے پیش قدمی کرکے مدینہ پر چھاپہ مارا۔عبس اور ذبیان کو جب حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی تو وہ بھی طلیحہ سے جا کر مل گئے اور اسی طرح بنوفزارہ نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں بعض کا مثلہ کیا اور بعض کو آگ میں جلایا۔عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم انصاری گردونواح کی گشت پر تھے ان کو غفلت میں پاکر قتل کردیا اور مسلمانون نے ان کی لاشوں کو روندا ہوا پایا۔(طبری جلد 4 تاریخ الکامل جلد 2)یعنی طلیحہ نہ صرف مرتد تھا بلکہ وہ دوسرے باغیوں کا ملجاء وماویٰ تھا۔

۸)۔اسی طرح سے ایک اور مدعی نبوت اسود عنسی تھا۔اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے علم بغاوت بلند کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاملین صدقات کو صدقات واپس کرنے کا حکم دیا۔عُمال ابھی تردد ہی میں تھے کہ قبائل مذحج ونجران کو لے کر یمن کے مسلمان حاکم شہر بن باذان پر حملہ کر کے ان کو قتل کردیا اوراس کی بیوی سے جبراً نکاح کر کے سارے ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا۔اسود کی بغاوت کی خبر سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وبر بن یحنس کے

ہاتھ حضرت معاذ بن جبلؓ کو خط لکھا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے شہر بن باذان کی بیوہ کی مدد سے اسود عنسی کو اس کی خوابگاہ میں قتل کیا اور اس کے قتل کی خبر آپ ﷺ کی وفات کے ایک دن اور ایک رات بعد مدینہ میں پہنچی۔

۹) اسی طرح اہل عمان میں سے ایک شخص لقیط بن مالک ازدی نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہی مسلح بغاوت کے لئے جمعیت اکٹھی کرلی اور علاقہ عمان پر حاکم و متصرف بن بیٹھا اور وہاں کے اصلی عُمال جیفر اور عباد کو نکال دیا

(تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1977 و ابن خلدون جلد 2 صفحہ 78)

پس یہ ہیں وہ اسباب جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ منبر رسول پر چڑھ کر خطبہ دیا اور مسلمانوں کی جان مال اور عزت کی حفاظت کرنے والی ریاست مدینہ کے والی کی حیثیت سے مسلمانوں کو پکارا اور جوش ایمانی کو للکارا کہ اگر آج ان مسلح باغیوں کی سرکوبی نہ کی گئی تو ریاست مدینہ اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے گا اسی لئے آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا ''لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو'' بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے: مدینہ میں کوئی نہ رہے حتی کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں۔''

ہم مولوی صاحب کے جنگ یمامہ کے کوائف بیان کر کے قادیان کو فتنہ قرار دے کر ان دونوں کو آپس میں ملانے کی ظالمانہ جسارت پر سے سردست صرف نظر کرتے ہوئے اسی بات پر فوکس رکھتے ہیں کہ قادیان کی مخالفت کیجئے ضرور کیجئے مگر اپنی محبت کو قرآنی دائروں میں رکھئے ورنہ جماعت احمدیہ کی نفرت میں کسی فرضی دفاع، یا حفاظت یا محبت کے چکر میں آپ پالتو بندر کی طرح اپنے مالک کی ناک کو ہی زخمی کرنے والے بن جائیں گے۔ جبکہ حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ دو جھوٹے نبی آپ ﷺ کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسود عنسی مسلح بغاوت کرتا ہے تو آپ ﷺ اپنے گورنر کو اس پر یورش کا حکم دیتے ہیں جبکہ دوسرا صرف نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور ابھی مسلح بغاوت نہیں کرتا تو آپ بھی اس کے لئے کوئی حکم صادر نہیں کرتے جبکہ آپ مسلح بغاوت کو بھی چھپا جاتے ہیں۔ یہ بھی چھپا جاتے ہیں کہ وہ ایک نہیں دو تھے یعنی مسیلمہ یمامہ میں اور اسود عنسی یمن میں آپ یہ بھی چھپا جاتے ہیں کہ ان دونوں نے دعویٰ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں نہیں آپ ﷺ کے زمانہ میں کیا۔ آپ کے سامنے کیا۔ آپ کے صحابہ کے درمیان میں مدینہ میں کیا۔

٭ پھر آپ یہ بھی چھپا جاتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک نے مسلح بغاوت آپ ﷺ کی زندگی میں کی اور آپ ﷺ نے اس کی مسلح مومنین سے سرکوبی کروائی۔ اور جس نے سردست اپنے بغض کو سینہ میں چھپائے رکھا تو آپ نے بھی اس کی سرزنش سے صرف نظر کئے رکھا یہاں تک کہ اس کا کینہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ کے زمانے میں باہر آیا تو اُس وقت موجود خلیفۃ الرسول ﷺ نے اسوہ رسول سے سند پکڑتے ہوئے اس کا مقابلہ کیا۔

اگر آپ مرتدین اور کذابین کی اسلامی ریاست کے خلاف مسلح بغاوت مسلمانوں کے قتل عام اور مثلہ جیسے قبیح جرائم کو اپنی احمدیت سے نفرت کی چادر میں چھپا کر ڈھانپنے اور انہیں اس قبیح جرم سے بچانے کی کوشش میں لگے رہیں گے تو یقیناً آپ ختم نبوت کے دفاع کے نام پر غیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی sugar coating کی آڑ میں غیرت رسول ﷺ پر بھیانک حملہ کرنے والے ہونگے بلکہ اس ادھوری تاریخ بیان کرنے کی پاداش میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور ﷺ کو غیرت ایمانی کے مقابل لا کر کھڑا کرنے والے بن جائیں گے بلکہ نعوذ باللہ اپنے وفور نفرت میں صحابہ کو آپ ﷺ سے اس حوالہ سے دو قدم آگے بیان کر رہے ہونگے۔ استغفر اللہ ربی من ذلك الخرافات۔

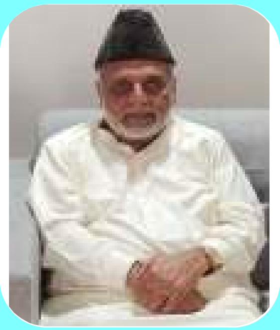

قبولیت احمدیت کی کہانی

احسان علی سندھی (معلم سلسلہ)

مرسلہ صفدر نذیر جاوید گولیکی

خاندانی تعارف: خاکسار کا تعلق سندھ کی مشہور قوم میر جت سے ہے۔ ہمارے پڑداداعلی بخش اور کچھ اور خاندان کے بزرگ گوٹھ میر گل حسن لانڈھی ضلع میر پور خاص میں آباد ہوئے تھے۔ خاندانی پیشہ اونٹ پالنا رہا۔ جب سندھ پر تالپروں کی حکومت تھی تو آمدورفت کا بڑا ذریعہ اونٹ ہی تھے۔ تاریخ میں جت قوم کا ذکر حضرت عثمانؓ کے اونٹ پالنے میں بھی آتا ہے۔ اس گوٹھ میں میر جت قوم کو ٹاپر خاندان نے اسی وجہ سے رہنے کے لئے آباد کیا۔ مگر حالات کے ساتھ ہر چیز تبدیل ہوتی رہی۔ میرے دادا متارو خان مویشی پالتے تھے۔ ہمارے دادا نیک اور سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہندوں اپنی امانتیں بطور امانت ہمارے دادا کے پاس رکھا کرتے تھے۔ میرے دادے کے غریبوں سے شفقت اور رحم دلی کے واقعات اکثر ہم کو ہمارے والد صاحب سناتے رہتے تھے۔

میری پیدائش اسی گوٹھ میں ہوئی۔ بعدازاں میرے والد صاحب بعض وجوہ کی بنا پر یہاں سے ہجرت کر کے گوٹھ میر ولی محمد ڈگو فارم ضلع عمر کوٹ میں آباد ہوئے۔ ڈگو فارم میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی پھر چھٹی کلاس کے لئے بودر فارم ہائی سکول جاتا رہا۔ یہ فاصلہ 6 کلومیٹر کا تھا میں اور میرا بھائی حضور بخش پیدل سکول آتے اور پیدل واپس گھر ڈگو فارم جاتے تھے۔ جب چھٹی کے امتحان دیئے تو ڈگو فارم میں مڈل سکول کھل گیا پھر مڈل تک یہیں تعلیم حاصل کی۔ نویں اور دسویں کنری شہر خالد بن ولید سکول سے پاس کیں۔ ڈگو سے کنری بس پر پڑھنے جاتا تھا 1997ء میں میٹرک پاس کر لیا۔ ڈگو فارم میں ناظرہ قرآن مولوی نبی بخش لاشاری سے پڑھا۔ میرے ابو بچپن سے مجھے مسجد نماز کے لئے لے جاتے تھے اور میری طبعیت کا میلان بھی قدرتی طور پر دین کی طرف تھا بچپن سے دینی کاموں کا شوق تھا۔

امتحان دینے کے بعد میں چھٹیاں گزارنے اپنی بہن خالدہ پروین کے پاس گوٹھ عبدالجبار تھی بو ضلع میر پور خاص گیا۔ اس گوٹھ میں دینی ماحول تھا۔ میں مسجد میں نماز پڑھنے جاتا تھا۔ امام صاحب سے علیک صلیک ہوئی تھی۔ اس گوٹھ میں سے چند لڑکے عالم دین بننے کے لیے شہر ٹنڈو الہیار مدرسہ میں داخلہ کے لئے جارہے تھے میرا بھی شوق ان کو دیکھ کر مزید بڑھ گیا بعد میں اپنے والد صاحب سے اجازت لے کر ٹنڈو الہیار مدرسہ دیو بند میں آکر پڑھنے لگا۔ دوران تعلیم ایک دن استاد محترم نے حدیث 73 فرقوں والی پڑھائی تو میں نے سوال کیا اب ان میں کون سا سچا ہے تو جواب ملا کہ یہ ہمارا دیو بند فرقہ۔ میں نے استاد محترم سے کہا کہ یہ تو ہر فرقہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سچے ہیں۔ اس پر استاد کوئی تسلی بخش جواب نہ دے پایا۔

بعد میں میں نے خود ریسرچ شروع کی اور کچھ عرصہ بعد مدرسہ چھوڑ دیا۔ گھر ڈگو فارم واپس آیا گھر کے کام وغیرہ کرتا گھر کی بکریاں چراتا (اس دوران میری ریسرچ جاری رہی)۔ اسی ریسرچ کے لیے میں رائیونڈ جماعت کے ساتھ گیا۔ پھر وہاں سے ایک عشرہ کے لیے سمندری گیا مگر مجھے کہیں سے بھی سچا فرقہ والی حدیث کا جواب نہ مل سکا۔ اسی اثناء میں میں شیعہ علماء، سنی علماء وغیرہ سے سوالات کرتا رہا۔ میر پور خاص شہر، کنری شہر، عمر کوٹ کے علماء سے ملاقات کی مگر کچھ نہ ملا۔ آخر میں نے سب کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ صرف ڈگو فارم میروں کی مسجد میں جاتا تھا۔ اور اپنے مولا سے دعائیں مانگتا تھا کہ یا اللہ تو خود مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ آیا میں اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ بس میری اللہ کے حضور التجائیں تھیں دعائیں تھیں آہ و بکا تھی کہ یا اللہ

مجھے ہدایت سے محروم نہ رکھنا۔میرے پیارے خدا نے میری دعاؤں کو سنا اور شرف قبولیت بخشی ۔شوال کے چاند کا اعلان ہوا۔اعتکاف ختم کر کے گھر آیا۔عید کی نماز کے بعد گھر ہی تھا کہ میرے والد صاحب سے عید ملنے ہمارے گاؤں کا ایک ٹھیکیدار آیا جو کہ سندھ گورنمنٹ کے ٹینڈر لیا کرتا۔باتوں باتوں میں میرے والد صاحب کو کہا کہ محمد بچل تیرے آٹھ بیٹے ہیں۔ایک مجھے دے یار میں بطور منشی رکھ لوں گا مجھے بہت ضرورت ہے۔میرے ابو نے کہا باقی تو سارے کام پر لگے ہوئے ہیں ایک یہ مولوی احسان علی ہے اسکو لے جاؤ۔ابو نے مولوی اس لئے کہا کہ میں مدرسہ چھوڑ آیا تھا اس وقت داڑھی رکھی ہوئی تھی۔بہرحال میں بھی خوش ہو گیا کہ چلو فراغت سے کام بہتر ہے۔

سفر ناصر آباد فارم: ٹھیکیدار نے کہا فی الوقت ایک سکول ناصر آباد فارم مین زیر تعمیر ہے وہاں منشی کی بہت ضرورت ہے وہاں آپکو منشی رکھ لوں گا۔منشی کا کام حساب کتاب وغیرہ رکھنا اور کام کی نگرانی کرنا ہوتا تھا۔میں مغرب کی نماز پڑھنے مولوی نبی بخش کی مسجد میں گیا۔یہ میرے استاد تھے میں نی ناصر آباد میں کام کرنے کے متعلق ان سے ذکر کیا اس بات پر انکا چہرہ سرخ ہو گیا۔بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے تم مدرسہ بھی گئے رائیونڈ بھی گئے ہو لیکن اب بہت غلط جگہ پر جا رہے ہو۔میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ ناصر آباد میں ایسا کیا ہے۔اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ گاؤں ان لوگوں کا ہے جو کافر زندیق،مرتد،ختم نبوت کے منکر ہیں (دراصل یہ گاؤں احمدیوں کا ہے)۔

مولوی صاحب کی یہ باتیں سن کر بہت پریشان ہو گیا۔عید کے تین دن بعد ٹھیکیدار آیا اور ابو سے کہا کہ میرے ساتھ احسان علی کو بھیجو۔اس پر میں نے جانے سے انکار کر دیا مگر ٹھیکیدار نے کہا ایک تو آپ کے والد نے وعدہ کیا دوسرا تم نے بھی وعدہ کیا تھا۔اب وعدہ پورا کرو۔میں نے تو آپ کو لے کر جانا ہے اس پر میں نے مولوی صاحب والی باتیں ٹھیکیدار کو بتا دیں۔اس پر ٹھیکیدار امان اللہ بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ بھائی آپ نے رہنا ہے کھانا میں آپ کو دوں گا آپ نے اپنا کام کرنا ہے۔بہرحال اس بات پر میں جانے کو تیار ہو گیا۔شام کوڈ گو سے ناصر آباد مجھے ٹھیکیدار موٹر سائیکل پر بٹھا کر چھوڑ آیا۔میری رہائش زیر تعمیر سکول میں ہی تھی۔پورا گاؤں تو احمدیوں کا تھا۔کچھ دن گزرے تو پتہ چلا کہ لوگ اخلاقی طور پر اچھے ہیں۔سکول میں کام کرنے والے بھی احمدی تھے۔مجھ سے ادب سے پیش آتے،عزت کرتے اور منشی جی کے نام سے پکارتے تھے۔سکول کے ساتھ محمد حسین کشمیری کا مکان تھا۔سکول کی پشت پر خلیل احمد کا مکان تھا۔اب ان لوگوں سے طبعیت کچھ مانوس ہونے لگی۔ایک مرتبہ محمد حسین کا لڑکا ماسٹر محمد احمد اور خلیل احمد ٹھیکیدار کے لئے چائے لے کر آئے تو ساتھ میرے لئے بھی لے کر آئے مگر میں نے پینے سے انکار کر دیا۔

چوہدری عزیز احمد اس وقت ناصر آباد کے مینیجر تھے۔اِن کے والد محترم چوہدری محمد علی صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ سکول بھی ہمارا بن رہا ہے ہمارے گاؤں کے بچے سکول پڑھیں گے۔اس لئے ہمیں اچھا نہیں لگتا کہ کھانا آپ خود پکائیں۔میں نے کہا میں کبھی کبھار خود پکا تا ہوں ویسے اکثر ٹھیکیدار دے جاتا ہے۔اس لئے مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں آپ لوگوں کو تکلیف دوں۔اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔دراصل میرا دل احمدیوں کے ساتھ کھانے پینے کو مطمئن نہ تھا۔مگر احمدی لوگوں سے میرا میل جول شروع ہو چکا تھا۔میں نمازیں سکول میں ہی ادا کرتا تھا۔سکول کے ساتھ ہی احمدیوں کی مسجد تھی۔ایک دن میں یہ سوچ کر ہی کہ یار مسجد تو اللہ کا گھر ہے چلا گیا۔عصر کی نماز کا وقت تھا۔میں باہر صحن میں اپنا صحافہ بچھا کر نماز پڑھنے لگا اسی اثناء منیر ذوالفقار صاحب آئے۔انہوں نے کہا نماز آپ صف پر پڑھیں۔مگر میں نے کہا کہ میں اپنے صحافے پر ہی پڑھونگا۔میں نماز کے بعد ذکر الٰہی کرنے لگا۔اس وقت احمدیوں کی نماز شروع ہو چکی تھی۔میں دیکھنے لگ گیا کہ یہ لوگ کس طرح نماز ادا کرتے ہیں۔بعد از نماز درس ہوا۔میں گو صحن میں تھا مگر آواز صاف آ رہی تھی۔

صراط مستقیم کی طرف سفر کا آغاز: میں بہت حیران اور پریشان تھا کہ ایک طرف مولوی اِن کو کافر کہتے ہیں دوسری طرف یہ لوگ نمازیں پڑھتے

ہیں۔حسن سلوک کرتے ہیں۔ان کے اخلاق اچھے ہیں۔اب میں شرمندہ بھی تھا کہ یاران لوگوں نے چائے پیش کی میں نے نہ پی۔انہوں نے کھانا کھانے کے لئے اصرار کیا میں نے نہ کھایا یہ تو اچھی بات نہ تھی۔بہرحال اب تحقیق کے لئے میں بے چین تھا۔دوسری طرف میں اپنے خدا سے دعائیں بھی کررہا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے اگر یہ لوگ صراط مستقیم پر نہیں ہیں تو ان کو بھی ہدایت دے۔میری نیت نیک تھی شائد میری جستجو کی تڑپ الٰہی حکم سے ناصر آباد لے کر آئی تھی۔جمعہ پڑھنے کے لئے میں ناصر آباد کے ساتھ ایک کلر قوم کی گوٹھ تھی اس مسجد میں جایا کرتا تھا۔مگر اکثر یہ لوگ کہتے کہ جمعہ آپ ہی پڑھایا کریں۔اس لئے میں انکو جمعہ پڑھایا کرتا تھا۔ایک جمعہ کی شام میں سکول میں ہی بیٹھا تھا کہ خلیل احمد اور ماسٹر محمد احمد میرے پاس آئے اور کہا اگر آپ کو ایک بات کہنی ہے کیا آپ ناراض تو نہیں ہونگے۔میں نے کہا آپ ضرور کہیں میں ناراض نہیں ہونگا۔تو وہ کہنے لگے کہ آج ڈش انٹینا کے ذریعہ ہمارے خلیفہ صاحب کا خطبہ جمعہ نشر ہوگا۔آپ 6 بجے ہمارے ساتھ T.V پر خطبہ دیکھیں۔میں نے کہا اچھا میں ضرور دیکھنے آؤں گا۔

اب شام کو مغرب کی نماز کے لئے میں مسجد میں گیا تو اللہ کے حضور رو کر سجدے میں بہت دعا کی کہ الٰہی مجھے صراط مستقیم دکھا۔اگر یہ لوگ سچے ہیں تو میرے لئے سچ روشن کردے۔اگر انکو بھی ہدایت کی ضرورت ہے تو تو انکو بھی ہدایت دے۔نماز سے فارغ ہوکر میں باہر نکلا تو ماسٹر محمد احمد اور خلیل آباد احمد اور محمود مغل میرے انتظار میں کھڑے تھے۔میں ان لوگوں کے ساتھ پرانے مربی ہاؤس میں گیا تھا۔وہاں کافی لوگ تھے مجھے چارپائی پر بٹھایا T.V پر نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک روشن چہرہ نور سے چمکتا ہوا سفید ریش مبارک والا ایک مردمومن چلتا ہوا ایک چھوٹی سی مسجد میں داخل ہوا جسکا نام T.V سکرین پر مسجد فضل لندن لکھا ہوا تھا۔اذان شروع ہوئی اذان کے بعد اسی مردمومن کھڑے ہوکر خطبہ دینا شروع کیا۔خطبہ جمعہ پر معارف تھا۔یہ الفاظ تھے یا جادو جو میرے دل میں اتر گئے۔امام صاحب نے آیۃ الکرسی پر خطبہ دیا تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا عرش خود اٹھائے ہوئے ہے۔اب یہ تفسیر بہت اعلیٰ تھی۔کیوں کہ اب تک میں نے تو صرف یہ پڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔امام صاحب نے خطبہ میں یہ مضمون کھول کر بیان کیا کہ اگر اللہ کا عرش فرشتوں نے اٹھایا ہے تو وہ خدا کیسے ہوا اللہ تعالیٰ تو بے محتاج ہے وہ صمد ہے۔بہرحال پورا خطبہ سنا۔آج تک خطبہ بھی اور وہ ماحول بھی جہاں خطبہ سنا یاد ہے۔اب مجھے میرا ضمیر جھنجوڑنے لگا کہ یہ لوگ کافر نہیں ہوسکتے۔

چوہدری عزیز احمد سے ملاقات: اگلے دن میرے پاس ڈگو فارم سے مہمان آئے۔میں چائے بنانے کے لئے دودھ لینے چوہدری محمد علی کے پاس گیا کیونکہ وہ اکثر میرے پاس آتے رہتے تھے اور کہتے رہتے تھے کہ کوئی کام ہو تو بلا جھجک میرے پاس آنا۔ابھی میں مہمان کھانے میں داخل ہوا ہی تھا کہ مجھے ایک باریش شخص ملا۔مجھے عزت دی میرا احترام کیا۔کہنے لگے کہ ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں میں نے کہا ایک بزرگ چوہدری محمد علی خان صاحب ہیں ان سے ملنا ہے۔۔وہ کہنے لگے جی وہ میرے والد صاحب ہے اور میں انکا فرزند ہوں میرا نام چوہدری عزیز احمد ہے۔اور میں ناصر آباد اسٹیٹ کا مینیجر ہوں۔آپ کام بتائیں والد صاحب اس وقت گھر نہیں ہیں۔میں نے کہا میرے پاس مہمان آئے ہیں ان کی چائے کا بندوبست کرنا ہے۔دراصل مجھے دودھ کی ضرورت ہے۔اس بات پر انہوں نے اپنے نوکر کو آواز دی اور چائے کا انتظام کرنے کو کہا۔مجھے جانتے تو تھے کہ یہ سکول کا منشی ہے مگر ملاقات ابھی ہوئی تھی۔

مکرم چوہدری عزیز صاحب کہنے لگے سکول ہمارا بچوں کے لئے بن رہا ہے تو ہمیں بھی خدمت کا موقعہ دیں۔آپ کھانا ہمارے پاس کھائیں۔مجھے شرمندگی ہوئی کیونکہ آپ کے والد مجھے کھانا کھلانے کے متعلق کہہ چکے تھے۔اس پر میں نے کہا میں شرمندہ ہوں دراصل آپ لوگوں کے بارے میں میں نے کچھ اور سنا ہوا تھا۔مگر اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ اکثر باتیں جھوٹ ہیں۔میں نے کل آپ کے خلیفہ صاحب کا خطبہ بھی سنا تھا۔مجھے بہت سکون ملا تھا۔میرے ذہن میں کچھ سوالات ہیں اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں پوچھ سکتا ہوں۔اس پر چوہدری عزیز احمد نے کہا آپ ضرور پوچھ سکتے ہیں۔

احمدیت سے تعارف: اب یہ میری پہلی محفل تھی چوہدری عزیز صاحب نے کہا آپ دودھ لینے آئے ہیں۔دودھ بھی نور ہے۔آپکو اصلی روحانی نور بھی دیتے ہیں۔میں نے کہا میں تو روحانی نور کے لئے دردر بھٹکا ہوں۔اب مجھے میرا اللہ صحیح جگہ لے کر آیا ہے۔پھر چوہدری عزیز احمد صاحب نے کہا آنحضرت ﷺ نے امام مہدی کی بشارت دی تھی کہ آئے گا۔وہ حکم وعدل ہوگا وہ آئے انہوں نے دعوٰی کیا اللہ تعالیٰ نے تائیدات کیں،نشانات دکھلائے،جو پیشگوئیاں تھیں وہ پوری ہوگئیں۔اب جو آپ نے کل ہمارے خلیفہ صاحب کا خطبہ سنا وہ ہماری جماعت کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد ہیں۔بہرحال چوہدری عزیز احمد صاحب نے اختصار کے ساتھ جامع باتیں بتائیں۔اتنے میں انکا نوکر چائے لے کر آیا۔چوہدری عزیز احمد صاحب نے کہا اب کل دوسری مرتبہ بیٹھ کر تفصیل کے ساتھ گفتگو کریں گے۔مگر شرط یہ ہے کہ کل آپ نے ہمارے ہاں کھانا ہے۔میں نے وعدہ کیا کہ انشااللہ ضرور آؤنگا۔اب میں چائے لے کر اپنے مہمانوں کے پاس سکول آیا۔چائے پی کر مہمان واپس ڈگو فارم چلے گئے۔اب میرے ذہن میں سوالات جنم لے رہے تھے۔پھر ان پر کفر کے فتوے کیوں لگائے گئے۔غرض کافی سوالات میرے اندر بے صبری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ سے میں نے دعا کی ہے کہ ضرور وہ مجیب ہے میری دعا کو قبول کیا ہے مجھے صحیح جگہ لے کر آیا ہے۔اگلے دن میں نے اٹھ کر سکول میں نماز ادا کی چائے وغیرہ بنا کر پی کچھ دیر بعد چوہدری عزیز احمد کا نوکر سلیم کمانڈر آیا کہنے لگا آپکا ناشتہ تیار ہے آپ چلیں۔چوہدری عزیز احمد صاحب آپکو بلا رہے ہیں۔میں سلیم کمانڈر کے ساتھ مہمان خانے میں آ گیا۔مہمان خانے میں چوہدری عزیز احمد صاحب اور آپ کے والد چوہدری محمد علی دونوں تھے میں نے ناشتہ کیا۔پھر ہماری محفل سجی اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی منزل جب قریب ہو تو اندر سکون اور بے قراری دونوں جمع ہو جاتی ہے۔چوہدری محمد علی صاحب نے احسن رنگ میں جماعت احمدیہ کے عقائد زبانی سنائے۔مہمان خانے میں حضرت مسیح موعود امام مہدی علیہ السلام کی تصویر لگی ہوئی تھی جو آپ نے مجھے دکھائی۔میں تصویر کو دیکھتا ہی سمجھ چکا تھا کہ یہ ضرور اللہ کا فرستادہ ہے۔پھر چوہدری عزیز احمد صاحب نے مجھے کچھ کتب دی۔ہمارے عقائد،کشتی نوح،احمدیت جو پیغام (جو سندھی زبان میں تھی)،اسلامی اصول کی فلاسفی۔باقی کچھ سوال وجواب بھی ہوئے۔مجھے جواب بلکل دلیل کے ساتھ مل رہے تھے۔میں کتب لے کر سکول آ گیا آج کے دن میں بلکل فارغ تھا میں نے سکول آ کر کتب کا مطالعہ شروع کیا۔جیسے جیسے میں مطالعہ کرتا گیا پتہ چلتا گیا کہ حضرت امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے۔حضرت عیسیٰ بن مریم ازروئے قرآن فوت ہو چکے ہیں۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام ہیں۔عشاء کی نماز کے بعد میں نے پھر کتب کا مطالعہ کیا۔رات گئے تک میں تمام کتب پڑھ چکا تھا۔میرے اوپر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی تھی کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو چکا ہے۔

مطالعہ کتب کے بعد مولوی نبی بخش لاشاری سے ملاقات صبح سویرے اٹھ کر میں سیدھا ڈگو فارم آ گیا۔گھر آ کر ناشتہ کر کے امی ابو سے ملنے کے بعد استاد مولوی نبی بخش لاشاری کے پاس کتب لے کر آیا۔مولوی صاحب نے میرے ہاتھ میں کتب دیکھی تو حیران ہو کر کہنے لگا ضرور تم یہ قادیانیوں کی کتب لے کر آئے ہو۔میں نے کہا میں لے کر تو آیا ہوں مگر آپ سے رہنمائی لینے۔آخر آپ میرے استاد ہیں کہنے لگے میں نے تو تجھے ناصر آباد جانے سے روکا تھا۔اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔میں نے کہا اگر آپ نے ابھی میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپ غلط بیانی کرتے ہیں۔تو خیر مولوی صاحب نے کشتی نوح مجھ سے لی ابھی پہلا صفحہ کھولا ہی تھا اور کہنے لگے کہ دیکھو یہاں نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہوا ہے۔اس لئے یہ کتب میں نہیں پڑھونگا۔میں نے کہا اس کتب کے اندر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ جو پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔آپ ان پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں؟اس بات پر آپ کمرے میں گئے کچھ پمفلٹ وغیرہ لے کر آئے۔مجھے دے کر کہنے لگے آپ یہ پڑھو مگر اب مجھے یہ پختہ یقین ہو گیا ہے کہ تم احمدی ضرور بن جاؤ گے ان کا جادو تیرے اوپر چل گیا ہے۔میں نے کہا آپ یہ کتب پڑھتے جو میں لایا ہوں۔آپ کو علم ہو جاتا کہ

قرآن کریم میں اکثر جگہ یہ ذکر آیا ہے۔
انبیاء کی مخالفت آپ جیسے لوگوں نے کی ہے۔حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی وفات کے دلائل حضرت مرزا صاحب نے از روئے قرآن دیے ہیں اور آپ لوگ قرآن پڑھ کر جھٹلاتے ہو۔اس سے بہتر ہے کہ میں قرآن کریم میں بیان دلائل پر اپنا ایمان پختہ کروں نہ کہ آپ جیسے مولویوں کی زبانی کلامی باتوں پر چلوں۔مولوی نبی بخش لاشاری ایک اچھے انسان تھے۔میرے شاگرد ہونے کی نسبت سے بہت پیار کرتے تھے جب میں آپ کے پاس زیر تعلیم تھا ۔اس وقت میری ضرورتوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔مندرجہ بالا بیان کردہ گفتگو ہمارے اچھے ماحول میں ہوئی۔کوئی تلخ کلامی والی بات نہیں ہوئی ۔(میرے ملنے کی غرض یہ تھی کہ شائد میرا استاد بھی ان باتوں پر غور کریں)۔بہرحال میں پمفلٹ وغیرہ لے کر شام کو ناصر آباد آ گیا۔
چوہدری عزیز احمد صاحب اور مربی فہیم احمد لکھن صاحب نے پمفلٹ والے تمام اعتراضات کے پُرلطف جوابات دیے۔اور کہنے لگے صبح جب آپ یہاں نہ تھے تو ہم پریشان ہو گئے کہ کل ہم نے آپ کو کتب دی تھیں۔دراصل قانوناً پابندی ہے۔میں نے معزرت کی۔میں نے مطالعہ کے بعد حیران تھا کہ علماء لوگ کیوں قرآن کریم پر غور نہیں کرتے۔اگر غور کرتے ہیں تو پھر غلط بیانی کیوں کرتے ہیں۔میری ملاقات چوہدری منیر ذوالفقار صاحب سے ہوئی۔جو اس وقت ناصر آباد کے صدر صاحب تھے۔انہوں نے مجھے سندھی زبان میں دعوت الامیر کتاب دی۔اس کتاب کے مطالعہ کے بعد میرے اندر کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی کہ میں امام وقت کی بیعت نہ کروں۔اب میں نماز یں احمدیوں کا مقتدی بن کر ادا کرتا ان کی مجالس میں بیٹھتا۔
میری بیعت: ایک دن میں نے چوہدری محمد علی صاحب کو کہا کہ اب میں امام وقت مسیح موعود و امام مہدی موعود کی بیعت کرنا چاہتا ہوں مجھے طریقہ بتا دیں اس پر اس بزرگ انسان کہا ابھی نہیں پہلے آپ دعا کریں۔بیعت کرنا آسان ہے مگر نبھانی بہت مشکل ہے۔میں نے کہا اب دعا کرنے کا صحیح طریقہ بتائیں۔اس پر آپ نے کہا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ چالیس دن تک نوافل پڑھ کر اللہ کے حضور دعا کی جاوے کہ میں سچا ہوں یا جھوٹا تو اللہ ضرور اس شخص کی رہنمائی کرے گا۔مگر شرط یہ ہے کہ وہ صاف دل ہو دل میں بغض نہ رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی ضرور راہنمائی کرتا ہے۔
میں نے ایسا ہی کیا پہلی رات دو نوافل پڑھ کر سجدے میں دعا مانگی کہ اے خدا اب تو تیرے حوالے ہوں دل کا شیشہ صاف ہے کیا حقیقت میں مرزا غلام احمد قادیانی ہی امام مہدی ہیں تو مجھے اپنا جلوہ دکھا اور میرے او پر حق آشکار کر دے۔دعا کے بعد میں سو گیا۔ایک خواب کا نظارہ دیکھا کہ میں ایک جنگل میں بکریاں چرا رہا ہوں اتنے میں ایک بزرگ نظر آتے ہیں۔جنکا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔سفید لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔مجھے اشارے سے بلاتے ہیں میں جب قریب جاتا ہوں ان سے ملتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ تم امام مہدی کی تلاش میں ہو۔(میں نے کہا) جی۔وہ مجھے ایک جگہ لے جاتے ہیں۔وہاں کچھ فاصلے پر کھڑے شخص کے پاس بھیجتے ہیں،میں ان کے پاس جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں نے امام مہدی سے ملنا ہے وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ یہی ہیں پھر وہ غائب ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔
دوسری رات میں نوفل پڑھ کر دعا کر کے سو جاتا ہوں۔رات کو پچھلے پہر پھر خواب دیکھی کہ وہی بزرگ آتے ہیں جو پچھلی رات آئے تھے۔مجھے ملے اور ہاتھ پکڑ کر لے گئے ایک جگہ ہے جہاں پر ایک نورانی شخصیت کھڑی ہے۔میرا ہاتھ جو اس بزرگ نے پکڑا ہوا تھا اس شخصیت کے ہاتھ میں پکڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر امام مہدی کی بیعت کرنی ہے تو انکی بیعت کرو۔وہ نورانی شخصیت مجھے اپنے سینے سے لگاتی ہے اور معانقہ کرتے ہیں۔ایک کوئی نورانی سی چیز مجھے دیتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔جس شخص سے مجھے ملایا جاتا ہے وہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ ہیں۔
اُسی دن ہی میں صبح مربی صاحب کے پاس جاتا ہوں اور یہ خواب والی کیفیت بتاتا ہوں تو مربی صاحب کہتے ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ نے آپکی راہنمائی کردی ہے۔مربی صاحب کہتے ہیں آپ کچھ دیر انتظار کریں میں صدر صاحب منیر ذوالفقار کو اور چوہدری عزیز احمد صاحب کو بلاتا ہوں پھر آپ آنا۔میں

واپس سکول میں آجاتا ہوں اس وقت میرے دل میں بے قراری تھی کہ میں جلد امام مہدی کی بیعت کرلوں۔ اگر خدانخواستہ مجھے کچھ ہوگیا یا مر گیا تو اللہ کے حضور کیا جواب دوں گا۔ اس قسم کے خیالات میرے ذہن میں آرہے ہوتے ہیں۔ یکم مارچ 1999ء، 11 بجے مجھے پیغام ملتا ہے کہ اب آپ آجائیں۔ میں دعائیں کرتے کرتے پرانے مربی ہاؤس میں داخل ہوتا ہوں۔ وہاں چوہدری محمد علی صاحب، چوہدری عزیز احمد صاحب، چوہدری منیر احمد ذوالفقار صاحب صدر جماعت اور مربی فہیم احمد لکھن صاحب تشریف فرما تھے۔ مجھ سے ملتے ہیں بیعت کرنے سے قبل کچھ امور سمجھاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ آپکا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ اللہ آپ کو اس پر کاربند رہنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ میں نے کہا دیکھو میرا اللہ ہی مجھے ناصر آباد اس امر کے لئے لے کر آیا ہے اب مجھے توفیق بھی وہی دے گا۔ پھر میں بیعت فارم لے کر شرائط پڑھ کر بیعت کے الفاظ بلند آواز میں ادا کر کے بیعت فارم پر اپنا انگوٹھا لگا کر دستخط کرتا ہوں۔ بعد میں سارے دوست مجھے مبارک باد اور دعائیں دیتے ہیں۔

احمدیت قبول کرنے کے بعد جو مجھ پر بیتی: عیدالاضحیٰ آگئی۔ میں نے عید جماعت کے ساتھ پڑھنے کا دل میں ارادہ کرلیا۔ عید کے دن صبح صبح ہی میں ڈگو فارم سے ناصر آباد سائیکل پر آنے لگا تو والد صاحب اور بھائیوں نے روک لیا۔ اور سختی سے کہا کہ عید تم نے ہمارے ساتھ پڑھنی ہے اور میں موقع پاکر سائیکل دوڑاتا ہوا ناصر آباد آ گیا۔ اور جماعت کے ساتھ عید کی نماز ادا کی۔ شام کو جب گھر گیا تو حالات کچھ اور ہی تھے میرے استاد مولوی نے ڈگو فارم میں عید کے خطبے میں میرے خلاف اور جماعت کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ ڈگو فارم میں عید کا بہت بڑا مجمع ہوتا ہے کیونکہ ساتھ والے گاؤں کے لوگ بھی وہاں پر نماز پڑھنے آتے ہیں۔ اس طرح سے پورے علاقے کو پتہ چل گیا کہ لڑکا قادیانی ہوگیا ہے۔ کنری، بستان، بودر فارم، عمرکوٹ وغیرہ میں یہ خبر پھیل گئی۔ اور گھر میں یہ حالت تھی کہ والد صاحب اور بھائی مجھے زدوکوب کرنے کو تیار تھے۔ والدہ صاحبہ نے مجھے کمرے میں بند کر دیا اور اس طرح میں مار پیٹ سے بچ گیا۔ دوسرے دن ابو نے ٹھیکیدار کو جا کر کہا کہ میرے بیٹے نے آپکی ملازمت نہیں کرنی یہ ناصر آباد جا کر قادیانی ہوگیا ہے۔ اس کے بعد ٹھیکیدار نے اسی ویران جگہ پر روڈ بن رہا تھا وہاں مجھے تعینات کر دیا تھا۔ یہ ایک ویران علاقہ تھا یہاں دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی۔ ہاں البتہ دن کو ایک بس گزرتی تھی جس پر کھانا مجھے پہنچ جاتا تھا۔ رات کو نوافل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوجاتی اور یہ سلسلہ بڑھتا رہا اور مجھے ہر رات کا شدید انتظار رہتا تاکہ اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگ لوں۔ جو مزا، لطف اور سرور اس ویران علاقے میں مجھے ملا وہ کہیں اور نہ مل سکا۔

وہی مَے ان کو ساقی نے پلادی

کچھ عرصے بعد ٹھیکیدار نے مجھے نوکری سے فارغ کر دیا گھر والے مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے بعض کہتے کہ برتن الگ کردو۔ میں سجدے میں دعائیں مانگتا تو ہنستے۔ صرف مجھے میری والدہ صاحبہ کا پیار حاصل تھا۔ جب گاؤں کے بازار میں جاتا تو گاؤں والے کہتے کہ یہ مرتد ہوگیا ہے۔ کلاس فیلو جن کے ساتھ دس سال ایک بینچ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی انکو سلام کرتا تو وہ بھی منہ موڑ لیتے۔

میرے والد صاحب کے مجھے ڈرانے اور احمدیت کو چھوڑنے کے حربے:

ایک مرتبہ میرے والد صاحب نے مجھے ڈرانے کے لئے کہا ''تم مجھے گولی مار دو یا میں تجھے مار دیتا ہوں'' جب یہ نسخہ بھی پدری محبت کا ناکام ہوا تو دوسری مرتبہ میرے استاد مولوی نبی بخش اور دوسرے لوگوں کے سامنے میرے ابو نے میرے پاؤں میں اپنی پگڑی اتار کر رکھ دی اور کہا کہ اب تو احمدیت چھوڑ دے۔ ہماری قوم میں پگ کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ میں پریشان تو ہوگیا پگڑی اٹھا کر اپنے والد صاحب کے سر پر رکھی اور والد صاحب کو کہا کہ میں آپکی پگ کی عزت کرتا ہوں مگر احمدیت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میرے والد صاحب کا یہ حربہ بھی مجھے احمدیت سے دور کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد میرے استاد مولوی نبی بخش نے اپنا مرشد گاؤں بلوایا۔ مجھے انکے پاس لے گئے۔ وہاں پر کافی مجمع لگا ہوا تھا ان میں اکثریت مولویوں کی

تھی ۔ مجھے پکڑ کر درمیان میں بٹھا دیا۔ میرے ستاد (مولوی نبی بخش) نے کہا یہ میرا شاگرد ہے جو قادیانی ہو گیا ہے۔ مرشد نے اور وہاں پر موجود مولویوں نے لعن طعن کیا اور کہا اسے لالچ دیا ہوگا۔

اس وقت مجھ سے رہا نہ گیا میں نے کہا کہ میں تو اس لئے احمدی ہوا ہوں کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے مجھے کوئی لالچ نہیں دیا گیا اور حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اسکی شہادت قرآن میں بھی موجود ہے آپ ان سب لوگوں کو کیوں گمراہ کر رہے ہیں۔ اس پر مرشد نے کہا تم واجب القتل ہو میں تم سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر مولویوں نے مجھے دھکے مار مار کر وہاں سے باہر نکال دیا اور مجھے کہنے لگے کہ تمہیں عمرکوٹ لے چلتے ہیں اور مسلمان کرتے ہیں میں نے کلمہ پڑھ کر کہا میں تو پہلے ہی مسلمان ہوں میرے بھائی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر وہ بھی انکے ساتھ شامل تھے میں موقع پا کر بھاگ گیا۔ دوسرے دن مجھے گھر والوں نے گھر بدر کر دیا۔ بعد میں، میں نے مزدوری کر کے ایک سائیکل خریدا۔ اس پر مختلف چیزیں لادکر بیچتا اور لوہا خریدتا۔ میں سائیکل کے سامنے روز کوئی نہ کوئی حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت لکھ دیتا اور ساتھ کچھ کتابیں بھی رکھتا۔ کسی انجان کو تعارف کروا کر وہ کتابیں دے دیتا۔ رات کبھی کہاں تو کبھی کہاں گزارتا۔ کیونکہ گھر والے مجھے قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ بعض اوقات ویرانے میں رات گزارنا پڑتی۔

ایک بستان کا مولوی میرے پاس آیا (اس دن میں کسی کام سے بستان گیا ہوا تھا) اور کہنے لگا تم احمدیت سے توبہ کرو۔ مرزا صاحب کو گالیاں دو ورنہ تیرے ساتھ اچھا نہ ہوگا۔ میں نے کہا جتنی تم احمدیت سے نفرت کرتے ہو اس کئی ہزار گنا میں احمدیت سے محبت کرتا ہوں۔ رہی گالیوں کی بات تو اب میں مرزا صاحب پر بلند آواز میں سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔ میں نے عربی میں کچھ الفاظ دہرانے شروع کر دیئے۔ اس پر اس شخص نے مجھے پکڑ کر مارا اور مجھے ٹانگوں سے گھسیٹتا رہا میں دعائیں پڑھنے میں مشغول تھا۔ ایک بزرگ عورت دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی وہ تیز تیز چل کر آئی اس مولوی پر غصہ ہوئی مجھے چھڑایا۔ پھر مجھے پانی پلایا۔ میں اسکا شکریہ ادا کر کے کنری کی بڑی بیت الذکر میں مکرم حنیف بٹ کے پاس آیا۔ آپ سے ملا پورا واقعہ سنایا۔ اس بزرگ انسان نے مجھے بہت حوصلہ دیا۔ میرے ساتھ حنیف بٹ صاحب اور انکے بیٹے نصیر بٹ صاحب بہت حسن سلوک کرتے اور میرا بہت خیال رکھتے تھے۔

ٹالھی شہر میں قیام: مندرجہ بالا واقعہ کے بعد میں ٹالی شہر چلا گیا ایک دکان کرایہ پر لی ایک پاٹنر بھی اپنے ساتھ رکھا ہم بازار سے اور قریب دیہات سے لوہا، مرچ، کپاس اور دوسری جنس وغیرہ خریدتے۔ بعد میں لوپ لائن ٹرین میں لادکر کنری شہر بیچتے۔ یہ ٹرین ہفتہ میں ایک بار چلتی تھی نوکوٹ براستہ ٹالھی، نبی سر، کنری، سامارو، میرپورخاص تک چلتی تھی۔ ٹالھی میں نمازیں میں احمدیہ بیعت الذکر کریم نگر میں، میں ادا کرتا۔ وہاں چوہدری جاوید احمد ونک صاحب سے ملاقات ہوتی تھی۔ وہ ہر بار فجر کی امامت کے لئے مجھے آگے کھڑا کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ گرمی کا موسم تھا چار دن باہر پھرتا رہا مگر کوئی سودا نہ ہوا، اور نہ کچھ مل سکا۔ شام کو پریشان واپس ٹالھی شہر لوٹ رہا تھا ایک جگہ کچھ مکانات نظر آئے۔ پیاس بہت لگی ہوئی تھی۔ پانی پینے اور کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے میں مکان کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک بزرگ عورت آئی مجھے پانی پلایا اور کہنے لگی بیٹا میں نے کچھ سامان فروخت کرنا ہے مجھے کوئی واپاری نہیں مل رہا میں نے کہا اماں میں واپاری ہوں۔ آپ سامان دکھا دیں میں خریدتا ہوں۔ اس پر وہ اپنی حویلی کے احاطہ میں لے گئی کافی سامان تھا۔ لوہا، پیتل، کپاس وغیرہ میں نے ان سے سودا کیا۔ کچھ رقم اُس وقت دے دی۔ باقی دوسرے دن سواری بھی لے کر آیا اور بقایا رقم بھی دے دی۔ اس طرح اللہ نے مجھے پورے ہفتہ سے بھی زیادہ منافع دے دیا۔

ٹالھی شہر میں معجزانہ واقعہ: ٹالھی میں قیام کے دوران شدید زلزلہ آیا۔ اس زلزلہ کی وجہ سے پاکستان اور انڈیا میں کافی جانی و مالی نقصان ہوا تھا۔ مکانات گر گئے کئی دکانیں گر گئیں لوگ بھی زخمی ہوئے۔ انہیں دنوں میں کام زیادہ ہو گیا اور سامان رکھنے کی جگہ بھی تنگ پڑ گئی کچھ فاصلے پر ایک گھر کرایہ

پر لیا ہوا تھا۔جس وقت زلزلہ آیا اس وقت گھر کے اندر کمرے میں بیٹھ کر سامان کی پیکنگ کر رہے تھے۔زلزلہ شروع ہونے سے چند سیکنڈ پہلے ایک دم میرے کانوں میں آواز ٹکراتی ہے کہ احسان علی باہر نکل زلزلہ شروع ہونے لگا ہے۔جیسے ہی یہ الفاظ میرے کان میں پڑے میں نے بغیر سوچے بھاگنا شروع کر دیا ساتھ زور سے چیخنا شروع کر دیا کہ بھاگو زلزلہ آ گیا ہے۔میرا پاٹنر بھی مجھے دیکھ کر اور میری آواز سن کر بھاگا۔ابھی ہم مکان سے باہر نکلے ہی تھے کہ مکان کا آدھا حصہ برآمدہ وغیرہ زمین بوس ہو گیا۔ساتھ ایک پلاٹ خالی تھا وہاں جا کر نیچے بیٹھ گئے۔ساتھ ساتھ زلزلے کے جھٹکے جاری تھے۔میرا پاٹنر کہنے لگا کہ یار تجھے کیسے معلوم ہوا کہ زلزلہ آنے لگا ہے۔میں نے کہا کہ یار کوئی غیبی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی آگے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔اس واقعہ کے بعد ٹالھی شہر کو خیر آباد کہہ دیا۔مگر بہت اچھا وقت گزرا محبت کرنے والے لوگ تھے۔چوہدری جاوید احمد ونک صاحب محمد آباد اسٹیٹ میں مکرم مربی سلسلہ یونس صاحب، ایک ڈاکٹر طاہر احمد صاحب اور چوہدری اللہ رکھا صاحب تھے۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔واپار کا تجربہ مجھے کافی ہو چکا تھا۔ٹالھی شہر سے واپس آ کر کنری میں لاہور کے ایک واپاری سے تعلق قائم کیا۔کافی علاقوں میں سودا وغیرہ کرتا رہا۔مگر میری اصل غرض خدمت دین تھی۔میرے پاس کوئی پلیٹ فارم وغیرہ تو نہ تھا مگر اکثر کسی نہ کسی جماعت میں وقت نکال کر چلا جاتا۔مربی صاحب یا معلم صاحب سے اور صدر صاحب سے تو لازمی ملاقات کرتا تھا۔مسجد میں نماز ادا کرتا اکثر جماعتوں میں چندہ جات دیتا رہتا تھا۔ڈگو فارم میں اپنے گھر میں رہنے لگا۔امی ابو کی خدمت کرتا۔سائیکل پر پھیری کا کام کرتا۔کبھی کھجوریں، کبھی قلفیاں، کبھی بچوں کے کھلونے وغیرہ لے کر دیہاتوں کی طرف چلا جاتا۔

میرا تعلق ناصر آباد جماعت سے تھا۔اکثر اوقات وہاں گزارتا۔رہائش مہمان خانے میں ہوتی۔بزرگ انسان چوہدری محمد علی صاحب سے ملاقات ہوتی۔جب میں مطالعہ کتب کرتا تو وہ کہتے کہ احسان علی اونچی آواز میں پڑھو میں بھی سن لوں۔کیونکہ آخری عمر میں آپکی آنکھوں کی بینائی کمزور ہو چکی تھی۔نسیم آباد فارم ناصر آباد کے ساتھ واقع ہے۔میں اکثر وہاں چلا جاتا جمعہ وغیرہ پڑھتا۔معلم صاحب سے ملاقات ہوتی اسی طرح صدر صاحب نسیم آباد مکرم ناصر احمد واہلہ صاحب سے بھی ملاقات ہوتی۔صدر صاحب نے بہت پیار محبت دیا۔جب بھی جاتا خوش دلی سے ملتے، مہمان نوازی کرتے۔میرے ساتھ دو تین بار لوہے کا بھی سودا کیا۔ربوہ سے مکرم میاں مسرور احمد صاحب موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ ناصر آباد آتے تو ضرور ملاقات ہوتی۔میں ان دنوں ناصر آباد ہی رہتا۔نمازیں مسجد میں آپ کے ساتھ پڑھنے کی توفیق ملتی۔ایک مرتبہ نماز کے بعد میں نے ملاقات کی اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا امام وقت یعنی حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کو دعا کا خط لکھو۔مجھے حالات کو حکمت کے ساتھ چلنے کی نصیحت کرتے۔فرماتے احمدیت آپ نے قبول کر لی۔میٹرک بھی کر لی ہے۔اب ربوہ آؤ اور دینی تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کی توفیق پاؤ۔

D.P.O آفس میں احمدیوں کے خلاف مولویوں کی درخواست:

ابھی ڈگو فارم میں کچھ حالات ٹھیک ہوئے تھے کہ ڈگو فارم اور عمرکوٹ کے مولویوں نے ناصر آباد کے احمدیوں کے خلاف درخواست لے کر D.P.O سے ملنے آفس آ گئے۔اتفاق سے D.P.O صاحب سے میرے بھائی لطف علی کے اچھے مراسم تھے۔اور وہ وہاں آفس میں کام کرتے تھے۔جس وقت مولویوں نے درخواست D.P.O کو پیش کی بھائی بھی وہاں موجود تھے۔درخواست کے متن میں میرا بھی ذکر تھا کہ ایک لڑکا احسان علی قوم میرجت بمقام ڈگو فارم قادیانی ہو گیا ہے۔یہ سب ناصر آباد کے فلاں فلاں احمدی نے کیا ہے۔احمدیوں کے نام بھی درج تھے۔ڈی پی او صاحب نے بھائی لطف علی سے پوچھا یہ لڑکا کون ہے۔میرے بھائی نے کہا سر یہ میرا سگا بھائی ہے۔ہم نے اسکو سمجھایا بھی ہے اتنا معاملہ نہیں ہے جتنا یہ مولوی لے کر آئے ہیں۔میرے والد صاحب کو علیحدہ تنگ کرتے ہیں۔حتیٰ کہ ہمارے خلاف میر غلام مصطفیٰ ٹالپر ڈگو فارم والے کو بھی بھڑکانے کی کوشش کی مگر میر صاحب نے

ان کی ایک بھی نہ سنی ۔ بلکہ ہمارے حق میں ہی ہیں ۔ میرا بھائی احسان علی تو خود ناصر آباد ڈیوٹی کرنے گیا تھا اس میں ناصر آباد کے احمدیوں کا کیا قصور ہے ۔جب ڈی پی او کے سامنے حقیقت کھل گئی تو ڈی پی او نے درخواست کو پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکا اور مولویوں کو گالیاں دے کر بے عزتی کی ۔اور کہا کہ اگر آئندہ ڈگو فارم میں ان کو تنگ کیا تو سخت کاروائی کریں گے ۔ میرا بھائی لطف علی شوگر کی وجہ سے فوت ہو گیا تھا ۔اللہ تعالیٰ اس امر کی جزاء دے اور انکی مغفرت فرمائے ۔آمین ۔

ربوہ کی پہلی زیارت: اللہ کے پیاروں کی مسکن گاہ دیکھنے کا اشتیاق دن بہ دن بڑھ رہا تھا ۔مرکز ثانی کے لئے غائبانہ محبت بڑھتی جا رہی تھی ۔مکرم صفدر نذیر گولیکی مربی سلسلہ ان دنوں عمر کوٹ ضلع میں بطور مربی دعوت الی اللہ تعینات تھے ۔ان سے ملاقات تو احمدیت قبول کرنے سے قبل بھی ہو چکی تھی ۔مگر بیعت کے بعد ایک تعلق پیدا ہو گیا تھا ۔انہوں نے مجھے کہا کہ آپ تیار رہیں ۔میں جب ربوہ گیا تو آپ کو لے کر جاؤں گا ۔ چند دن بعد ہی ربوہ کے لئے روانہ ہو گئے حیدر آباد سے ٹرین تک فیصل آباد آئے ۔فیصل آباد سے ربوہ تک وین میں آئے ۔ جب ربوہ میں داخل ہونے لگے تو دریا کا نظارہ کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں زبان پر دہرانے لگا ۔ جمعہ کا دن تھا مربی صفدر نذیر صاحب اور میں سامان گھر پر رکھ کر پھر سیدھا مسجد اقصیٰ آ گئے ۔ جمعہ کا وقت ہو چکا تھا ۔ربوہ میں پہلا جمعہ ادا کیا پیارے مہدی کی پیاری جماعت کو پہلی مرتبہ اتنی تعداد میں دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا ۔ جمعہ پڑھنے کے بعد دارالضیافت میں قیام کیا حضرت مسیح موعودؑ کا لنگر خانہ بابرکت نظام کو و دیکھ کر دل ایمان سے بھر گیا ۔ پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد بہشتی مقبرہ گئے ۔دوسرے دن دفاتر وغیرہ گئے ۔ چند دن کے بعد واپس اپنے گھر آ گیا ۔گھر آ کر اپنا کام شروع کر دیا ۔جو بھی آمد ہوتی اپنے والدین کو دیتا ۔آہستہ آہستہ حالات ٹھیک ہوتے گئے ۔امی ابو کو درخواست کی کہ میں نے دین کا علم سیکھنے ربوہ جانا ہے ۔ مجھے اجازت دیں ۔امی ابو نے اضامندی سے اجازت دے دی ۔

مٹھی شہر میں قیام: مٹھی شہر میں احمدیہ مشن ہاؤس میں تین ماہ کے لئے مکرم امیر صاحب ڈاکٹر عبدالمنان صاحب نے بھجوایا تا کہ وہاں جا کر کچھ دینی علم سیکھوں ۔وہاں تین ماہ قیام کیا ۔معلمین کرام سے دینی نصاب وغیرہ پڑھتا ۔مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب اس وقت المہدی ہسپتال میں تھے ۔انہوں نے اتنے کم عرصہ میں بہت پیار دیا ۔میں نے واپس گھر آنا تھا کرایہ وغیرہ نہ تھا ۔میں پریشان تھا ۔ڈاکٹر سردار صاحب کو درخواست کی کہ آپ نے اپنے مشن ہاؤس کی چار پائیاں بُنوانی ہیں میں اچھی بُن سکتا ہوں ۔اگر شفقت کریں تو مہربانی ہوگی ۔وہ راضی ہو گئے ۔ میں نے چار پائیاں بن لیں ،کرائے جتنی رقم مل گئی ۔واپس گھر ڈگو فارم آ گیا ۔گھر آ کر اپنا کام کیا ناصر آباد چلا جاتا ۔ جمعہ پڑھتا ۔شام کو خطبہ جمعہ سنتا ، پھر گھر واپس آ جاتا ۔مکرم مربی عبدا السلام کھوسہ صاحب اور چوہدری عزیز احمد صاحب نے میری درخواست برائے داخلہ معلمین کلاس دفتر وقف جدید ارسال کی ۔

میں اب ذہنی طور اپنے پنے آپ کو تیار کر رہا تھا ۔ جماعتی کتب گھر پڑھتا اپنے سائیکل پر پھیری کا کام کرتا ۔کچھ دنوں کے بعد دفتر وقف جدید سے خط وصول ہوا کہ اکتوبر میں انٹرویو ہونگے ۔آپ تب تک تیاری کرتے رہیں ۔ میری اب یہی کوشش رہی تھی کہ اپنے والدین کے پاس رہ کر ان کی خدمت کر سکوں نیز ربوہ میں پڑھنے کے لئے شک وغیرہ دور کر سکوں ۔ کیونکہ میرے والدین کو بھڑکانے کے لئے ڈگو فارم والے کم نہ تھے ۔آنے بھانے کوئی نہ کوئی شوشہ شرارت کا چھوڑتے رہتے تھے ۔ایک دن پیر جان سرھندی کے پاس سامارو جا پہنچے کہ پھر وہاں سے ایک مولوی کو لے کر میرے والد کے پاس آئے اور کہنے ہم پیر جان سرھندی کے پاس سے ہو کر آئے ہیں ۔انہوں نے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کیا ہے اب تم اپنا لڑکا لے کر چلو ۔اس پر میرے والد صاحب نے کہا میں لڑکے کو بلاتا ہوں ۔ اگر اس نے سوال و جواب کر کے تمہیں لاجواب کر دیا تو پیر جان سرھندی کے پاس اس کو لے کر خود آؤنگا ۔اس پر

میرے ابو کو باتیں سنا کر چلے گئے۔اس واقعہ کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ نے غائبانہ طور پر بچالیا۔
میرے والدصاحب نے کہا اب آپ بیٹا جانے کی تیاری کرو ہمارے لئے اور تمھارے لئے مسائل بڑھتے رہیں گے۔میں دل میں بہت خوش تھا میرے ربوہ جانے کے لئے ابو مطمئن ہیں۔میں ناصر آباد جا کر چوہدری عزیز احمد صاحب سے ملاقات کی ربوہ جانے کے لئے ڈگو کے حالات بتائے۔ ابھی انٹرویو میں تو تین ماہ کا وقت باقی تھا مگر چوہدری عزیز احمد صاحب نے کہا آپ جاؤ باقی پیچھے ہم خود سنبھال لیں گے۔میں نے زادراہ کا بندوبست شروع کیا میری سائیکل مجھے پیاری تھی جب سے احمدی ہوا تھا اسوقت سے میرے پاس تھی۔اس پر سفر کرکے تبلیغ کا کام کیا کرتا تھا۔اس پر بہت سے سفر کیے۔پھر اس کو فروخت کردی۔چوہدری عزیز احمد صاحب نے ناظر اعلیٰ صاحب میاں مسرور احمد صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ ہیں۔کے نام یک خط لکھ کر دیا۔میرے متعلق حالات بھی لکھے اور میری سفارش بھی کی۔

خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا سفر: میرا یہ ربوہ کا سفر یادگار ضرور ہے۔کیونکہ میں اپنی زندگی خود وقف کرکے خدمت دین کے لئے پیش کرنے جا رہا تھا۔راستے میں دعائیں اور بزرگان اسلام کا طرز زندگی میرے خیالات میں ممد ہو چکے تھے۔ناصر آباد سے ایک فیملی داؤد احمد ابن منشی ابراہیم احمد صاحب ربوہ شفٹ ہو چکے تھے۔ان سے میرا تعلق اچھا تھا۔ناصر آباد میں مجھ سے بہت تعاون کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے ربوہ پہنچ کر ان سے رابطہ کیا۔دارالضیافت میں ٹھہرنے کے لئے کہا تو انہوں کہا آپ تین دن تک ٹھہر سکتے ہیں باقی کے لئے اجازت لینی ہوگی۔اور کہا کہ اپنے امیر صاحب کا خط وغیرہ امور عامہ میں لے کر جاؤ۔میں نے عرض کی فی الوقت ٹھہرنے دیں میں کچھ بندوبست کرتا ہوں۔اس پر انہوں نے تین دن کے لئے ٹھہرنے کے لئے اجازت دی۔اب میں پریشان تھا کہ کیا کروں میرا یہاں کوئی واقف نہیں۔داؤد صاحب سے مشورہ کیا۔داؤد صاحب نے کہا کہ چوہدری عزیز احمد صاحب نے کوئی چٹھی وغیرہ نہیں دی۔اس پر مجھے یاد آیا کہ ایک چٹھی دی ہے جو کہ مرزا مسرور احمد صاحب کے نام ہے۔ہم ناظر اعلیٰ صاحب سے ملنے کے لئے ان کے دفتر گئے۔بڑے پیار سے ملے اٹھ کر سلام کا جواب دیا،ہاتھ ملائے۔مجھے دیکھ کر پہچان گئے اور کہتے کہ آپ یہاں آ گئے ہو۔میں نے ساری تفصیل عرض کردی۔داؤد صاحب نے کہا احسان علی نے خود بیعت کی ہے۔اب بفضل تعالیٰ خود اپنی زندگی وقف کر کے خدمت دین کے لئے آئے ہیں۔اس پر آپ نے کہا میں احسان علی کو خود بھی جانتا ہوں۔میں نے عرض کیا کہ لنگر خانہ والے زیادہ دن تک ٹھہرنے نہیں دے رہے۔اس پر آپ ہنس پڑے۔میں نے چوہدری عزیز کا خط پیش کیا آپ نے پڑھ کر اِسی خط پر لکھا احسان علی کو لنگر خانہ ٹھہرنے کی اجازت ہے۔
میں نے شکریہ ادا کیا پھر واپس لنگر خانہ آ گئے لنگر خانہ والوں کو چٹھی دی۔پھر میں داخلہ تک وہاں ہی ٹھہرا رہا اور انہوں نے مجھے کچھ بھی نہ کہا۔میں نے داؤد احمد صاحب کے ساتھ ربوہ کی سیر شروع کی۔داؤد احمد نے تفصیل سے ہر جگہ دکھائی۔مسجد مبارک میں پانچوں نمازیں ادا کرتا تھا۔مبارک احمد ثانی مربی سلسلہ جو کہ چوہدری عزیز احمد صاحب کے فرزند تھے شام کو ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے چلا جاتا تھا۔

ربوہ میں پہلی عید: میری اپنے گھر سے دور پردیس میں یہ پہلی عید تھی۔روز ابو امی کو یاد کرکے تنہائی میں اللہ کے حضور رو لیتا تھا ڈائری پر امی ابو کے نام خط لکھتا تھا۔میرے پاس عید کے کپڑے بھی نہیں تھے۔مجھے فہیم احمد لکھن مربی سلسلہ ملے عرض حال سنا تو اسی وقت بازار لے کر گئے کپڑے لے کر درزی کو دیے۔عید کے دن اپنے گھر آنے کو کہا۔اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر دے۔آمین۔عید کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کی۔مجھے مسجد میں مالی عزیز احمد بھٹی صاحب ملے جو ناصر آباد میں ملے تھے جب میں احمدی نہیں تھا بہت خوش ہوئے۔کافی لوگوں سے تعارف کرایا۔اپنے گھر لے کر گئے،بہت دلچسپ ملاقات رہی ۔دوپہر کا کھانا مربی فہیم احمد لکھن صاحب کے گھر کھایا۔باقی عید کا دن داؤد احمد کے ساتھ گزارا۔شام کو ڈگو فارم فون کرکے امی ابو کی خیریت معلوم کی عید

پردیس کرنے پررو دیا۔مگر دلی اطمینان تھا کہ احسان علی دینی علم کے حصول کے لئے یہ ایک معمولی قربانی ہے۔

انٹرویو کا دن:انٹرویو کا دن آ گیا میں وقت پر دفتر پہنچا۔مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب مفتی سلسلہ اور اللہ بخش صادق صاحب اور مبشر احمد خالد صاحب نے انٹرویو لیا۔میرے احمدی ہونے کے واقعات تفصیل سے پوچھتے رہے۔میں نے مبشر احمد کاہلوں صاحب کو ایک شعر سنایا جس پر وہ بہت خوش ہوئے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے بارے میں سوالات کرتے رہے۔قرآن کریم سنا۔بعدازاں جب لسٹ آئی تو میں کامیاب ہو چکا تھا۔بس میڈیکل کے بعد اقامۃ الظفر دارالصدر میں ہاسٹل میں رہائش ملی۔گرمی اور سردی دونوں ہی ربوہ میں بہت ہوتی ہے۔سردی کا بستر میرے پاس نہ تھا جو مجھے ایک چوکیدار نے دیا۔کلاسز کے لئے دفتر وقف جدید کی بالائی منزل جانا پڑتا تھا۔اقامۃ الظفر سے دفتر وقف جدید پیدل کلاس کے لئے آنا پڑتا تھا۔کیونکہ میرے پاس سائیکل نہ تھی۔معلم بننے کا دور بہت پیارا گزرا۔ہاں گھر کی یاد رلا دیتی تھی۔اللہ بخش صادق صاحب اور موجودہ امام جب ناظر اعلیٰ تھے بہت پیار کرتے ،اکثر ملاقات ہو جاتی تھی۔استاد بہت پیارے اچھے انداز سے پڑھاتے تھے۔رفیق احمد جاوید مربی سلسلہ،نذیر احمد ریحان صاحب،قاری عاشق حسین صاحب بہت پیار کرتے ،مربی فہیم صاحب ہمیشہ اپنی حکمت وفراست سے میری رہنمائی فرماتے رہتے۔اللہ تعالیٰ سب کو جزاء خیر دے۔تحصیل علم کے دوران میں اپنے والد صاحب اور بھائی طاہر علی کو ساتھ لے کر ربوہ آیا۔سارا مرکز دکھایا،اپنی رہائش اور تحصیل علم کی جگہ دکھائی۔اور ناظر اعلیٰ مکرم مرزا مسرور احمد صاحب موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کروائی۔

قبولیت دعا کے واقعات:1:میری عمر 9 سال کی تھی۔اس وقت میں اپنا سامان،پین،کاپی وغیرہ ایک لوہے کی چھوٹی سی صندوق میں رکھتا تھا۔اسکو میں تالا لگایا کرتا تھا اس تالے کی چابی گم ہو گئی تھی۔میں مسجد میں گیا دعا کی کہ اے اللہ میری چابی کا تجھے علم ہے کہ کہاں ہے۔پس مجھے تو ہی واپس کر سکتا ہے۔مسجد سے دعا کر کے باہر نکلا مسجد کے سامنے پارک تھی۔میں گھاس کے اوپر چل رہا تھا سامنے نظر پڑی تو چابی مل گئی۔میں واپس مسجد میں گیا پھر دعا کر کے بہت رویا کہ میرا اللہ کتنا پیارا ہے۔

2: میری والدہ کو ایک نرس نے بازوں میں انجیکشن لگایا وہ خراب ہو کر گلٹی بن گیا۔بعد میں اس کے مسلسل 4 آپریشن ہوئے مگر میری والدہ کا بازو مسلسل خراب ہوتا رہا۔پانچویں بار میر پور خاص سول ہسپتال میں آپریشن کے لیے میری والدہ کو داخل کیا گیا۔میں بہت پریشان تھا۔امی کی صحت کمزور ہو رہی تھی۔اسی پریشانی میں ڈھولن آباد ایک بیت الذکر ہے،میں وہاں چلا گیا۔اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے خالق میری والدہ مخلوق تو تیری ہے اور میں بھی تیری مخلوق ہوں۔ایک مخلوق کا دوسری مخلوق کو درد محسوس ہو سکتا ہے تو خالق کو کیوں نہیں محسوس ہوگا۔اور اگر تو اس کو تکلیف میں رکھ سکتا ہے۔تو دنیا کا کوئی ڈاکٹر یا ہسپتال تکلیف کم نہیں کر سکتا۔اگر تیری جانب سے شفاء منظور ہو جائے تو تیری خدائی میرے ایمان کو اور بڑھا دے گی۔پھر یوں ہوا کہ بفضل تعالیٰ پانچواں آپریشن ہوا اور والدہ صاحبہ صحت یاب ہو گئیں۔

3:ایک مرتبہ مجھے مالی پریشانی تھی۔جتنی رقم میں اکھٹی کر سکتا تھا کی۔کچھ پیسوں کی کمی باقی تھی پریشانی کے عالم میں دعا کی الٰہی اب اور مجھ میں ہمت نہیں ہے۔انسان ہونے کی نسبت سے مجھ سے جو ہونا تھا کر لیا اب تو قدرت کا جلوہ دکھا۔دعا کر کے سو گیا۔صبح جب جانے لگا تو جہاں کاغذ رکھے وہ ایک چھوٹا سا صندوق تھا۔کاغذ اٹھانے لگا تو کچھ نئے نوٹ سو سو کے ملے۔میں سمجھ گیا کہ یہ ہے قدرت کا جلوہ کیونکہ میں نے تو صرف کاغذ رکھے تھے۔

4:ڈگو فارم سے پیدل ناصر آباد جمعہ پڑھنے جا رہا تھا جمعہ شروع ہونے کا وقت ہو چکا تھا سفر کافی تھا۔اسی اثناء میں دعا کی کہ الٰہی اب تو بندوبست کر کچھ لمحے بعد ایک گاڑی آتی دکھائی دی۔میں نے دل میں کہا میں لفٹ نہیں لونگا کیوں کہ میں نے اللہ سے دعا کی ہوئی ہے۔ایسا ہی ہوا میں پیدل چلتا رہا گاڑی خود آ کر میرے قریب رکی۔ڈرائیور نے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں گاڑی میں بیٹھ گیا۔اسی طرح میں وقت پر جمعہ پر پہنچ گیا۔

5:منڈیالہ وڑائچ ضلع گجرانوالہ میں میری ڈیوٹی تھی۔منور احمد ککے زئی صاحب کا گھر گلی میں بیت الذکر سے کچھ فاصلے پر تھا میں نے منور احمد صاحب سے کہا کہ یار آپ بچوں سمیت مسجد میں نماز ادا کریں۔اس پر منور احمد صاحب نماز پر اپنے بچے لے کر آتے رہے۔کچھ دنوں بعد منور احمد صاحب نے کہا اب ہم نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آئیں گے۔میں نے کہا وہ کیوں۔کہنے لگے،گلی میں ایک غیر احمدی رہتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں نکالتا ہے۔وہ ہم سے برداشت نہیں ہوتی اور آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے میں نے کہا اب میں آپ کے لیے دعا ضرور کروں گا رات کو اللہ کے حضور دعا کی کہ اے خدا منور احمد صاحب کے راستے میں آسانی کے سامان پیدا کر اور حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دینے والوں سے خود مقابلہ کر۔صبح جب فجر کی نماز پڑھ کے درس دینا شروع ہی کیا تھا تو نظر پڑی کہ منور احمد صاحب اپنے بچوں کے ساتھ نماز پر آئے ہوئے ہیں اور ہنس بھی رہے ہیں۔میں ہنسنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے وہ آدمی جو گالیاں نکالتا تھا رات کو مر گیا اور مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ آپ نے دعا کی ہے۔میں نے کہا یار میں نے دعا تو کی ہے مگر اسکے مرنے کی نہیں کی،بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

6:خالد احمد شفیع مراقب خدام الاحمدیہ ایک مرتبہ منڈیالہ وڑائچ چندہ لینے آئے اور کہنے لگے کہ میں سب سے پہلے چندہ آپ سے لونگا۔کیونکہ آپ واقف زندگی ہیں اس سے برکت پڑ جائے گی۔اس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے میں دل میں دعا کرنے لگا یا الٰہی مراقب صاحب کے آگے شرمندہ نہ کرنا۔عصر کی نماز ایک آدمی نماز پڑھنے مسجد آیا جو کہ اس سے قبل نہیں آیا تھا اور نہ ہی منڈیالہ وڑائچ کا تھا۔اس نے نماز کے بعد فارغ ہو کر مجھ سے سلام لیا ہاتھ ملایا اور میرے ہاتھ میں کچھ رقم تھما دیا۔وہ آدمی تھا یا فرشتہ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔مگر میرے لیے فرشتہ تھا۔

7:ایک مرتبہ ویران سی جگہ پر میری سائیکل پنکچر ہو گئی اور سامان بھی کافی تھا رات ہونے کو تھی اور جہاں پر میں تھا وہاں سے کوئی اور سواری بھی نہیں گزرتی تھی۔میں نے پریشانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔دعا کے بعد میں سائیکل پر سوار ہو گیا اور ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ خود بخود سائیکل کا ٹائیر ٹھیک ہو گیا ہے۔میں حیران تو تھا مگر رات کی وجہ سے جلدی سائیکل پر بیٹھ کر منزل پر پہنچ گیا۔

8:اللہ تعالیٰ نے مجھے شادی کے بعد ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔میں نے اللہ کے حضور دعا کی کہ یا الٰہی مجھے ایک اور بیٹا عطا کر۔دونوں بھائیوں کی جوڑی ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔اِن ربی قریب مجیب ہے۔اللہ تعالیٰ نے بڑے بیٹے شرجیل علی کی پیدائش کے 9 سال بعد ایک اور بیٹے شایان علی سے نوازا۔اللہ تعالیٰ میرے بچوں کو نیک صالح اور خدمت دین کرنے والا بنائے اور دنیا کے ہر ہم وغم سے اور آزمائشوں سے بچائے۔اور ہر طرح سے اپنی رحمتوں اور برکتوں کا وارث بنائے۔آمین۔

اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے معلم بنا اور پاکستان کی کئی جماعتوں میں خدمت کی توفیق ملی اور اللہ کے فضل سے مل بھی رہی ہے۔احمدیت قبول کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہا۔ہر ھم وغم میں خدا نے مجھ پر اپنا فضل کیا۔اللہ تعالی لحد تک اس عاجز کو خدمت دین کی توفیق فرماتا چلا جائے۔آمین۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تحریک لبیک پر عذاب

رانا عبدالرزاق خان

اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو پیدا کیا ہے۔اسی وقت سے اس کی نگہبانی کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔تاریخ انسانی پڑھ کر دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے ہر مظلوم کی مدد کی اور اس پر ہونے والے ظلم و جبر کا ازالہ کیا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آذر سے،موسیٰ کو فرعون سے،یوسف کو اس کے ظالم بھائیوں سے،حضرت عیسیٰ بن مریم کو یہود سے کس طرح بچایا۔پھر دور جاہلیت میں آقائے دوجہاں کو ابوجاہل اور قریش مکہ کے مظالم سے بچا کر اسے فاتح مکہ بنایا اور ساری دنیا اس کے زیرنگیں کردی۔ایسے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔سب واقعات کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی بھی ایسی فتوحات سے منور ہے۔محض تائید الٰہی سے دشمنوں کو ایسی شکست فاش دی کہ آج تک دشمن اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔

لیکھرام،محمد حسین بٹالوی،اور دیگر بہت سے مذہبی دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے ناکام ونامراد کیا،آپ کی وفات سے قبل ہی دنیا نے آپ کو فتح نصیب جرنیل کا لقب دے دیا۔علمائے سُو کے پراپیگنڈے اور زہریلے ہتھکنڈے بری طرح ناکام ہوئے۔یہ تائید الٰہی کے نظارے کل عالم نے خوب دیکھے۔آپ کی وفات پر بھی پیغامیوں نے آپ کے تمام دعاوی کو مان کر خلافت اولیٰ کی بیعت کی۔پھر باطنی منافقت کو بیعت خلافت ثانیہ کے موقع پر ظاہر کر دیا۔مگر تائید الٰہی نے حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کو احباب جماعت کے دلوں میں بٹھا دیا۔اس طرح پیغامی تفرقے کو احباب نے مسترد کر دیا۔

1934ء میں احرار کے شکست خوردہ عناصر نے ابولہب کی سی بونگیاں ماریں مگر ناکام ونامراد رہے۔1934ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید قائم کر کے احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پھیلا دیا۔اور یہ لوگ کنوئیں کے مینڈک بن کر رہ گئے۔احرار اور باقی مخالفین جو کانگرس کے کفش بردار تھے نے پاکستان اور قائداعظم کی مخالفت میں منہ کی کھائی۔مودودی اور بخاری نے بڑی بے غیرتی اور بے شرمی سے پاکستان میں آ کر پناہ لی۔احباب جماعت نے حضرت مصلح موعودؓ کا دعویٰ من وعن پورا ہوتے دیکھا کہ میرا خدا میری مدد کو دوڑا چلا آ رہا ہے۔1953ء میں اپنی خفت مٹانے کے لئے نئے سرے سے ان غداروں نے ختم نبوت کا مسئلہ کھڑا کیا۔لاہور اور دیگر شہروں میں جب احمدیوں کے گھروں کو جلانے کی کوشش کی گئی،تو حکومت کو مارشل لاء لگانا پڑا۔ملاں اور دولتانہ کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔پاکستان کے تین خدا اعظم،ناظم،ظفراللہ۔نعرے لگتے رہے۔حکومت وقت اور عدلیہ کی طرف سے ان کی قسمت میں ہزیمت لکھی گئی۔اور نام نہاد اسلامی لیڈروں کو پھانسی کی سزا ہوئی۔مودودی اور عبدالستار نیازی کو۔جو کہ ایوب خان کے جوتے چاٹنے کے بعد معافی ملی۔عدلیہ نے ان کے خلاف بھرپور فیصلہ دیا۔جو کہ موجود ہے۔

مودودی پارٹی نے توجہی سے بیوروکریسی کی بیعت کر رکھی ہے۔1970ء میں انہوں نے بادل نخواستہ مل کر بھٹو کے خلاف الیکشن لڑنے کی ٹھانی۔مگر وائے قسمت سب ہی کو شکست فاش ہوئی۔جماعت اسلامی صرف کراچی سے قومی اسمبلی کی دوسیٹیں لے سکی۔1970ء کے بعد اقتدار کی منتقلی میں بے ایمانی کر کے جب شیخ مجیب سے بنگلہ دیش بنوایا۔تو ساری جماعتوں نے دوبارہ مذہبی کارڈ کھیل کر شاہ فیصل سے ساز باز کر کے بھٹو کو ورغلا کر جماعت

احمدیہ کے متعلق منصوبہ بنایا تو بھٹو صاحب ان کے جال میں آ گئے۔ وہ 1974ء میں نہا کر بدکردار ممبران قومی اسمبلی سے ایک کلمہ گو جماعت کو نان مسلم قرار دلوایا۔ بھٹو کے سر پر عالمی لیڈر بننے کا بھوت سوار تھا۔ پھر نوستاروں نے ضیاء الحق کو قادر مطلق بنا کر بھٹو کو پھانسی گھاٹ کی نذر کروا دیا۔ پھر جب آمر وقت کو فاتح قادیانیت کا لقب دے کر 26 اپریل 1984ء کو جماعت احمدیہ کے خلاف بدنام زمانہ ظالم آرڈیننس پاس کروایا اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا تو پھر خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی کمال مدد کی۔ اور یہ ابوجہل کے ساتھی ناکام و نامراد رہے۔ ضیاء الحق نے اسلامی نظام کی آڑ میں گیارہ سال اس ملک اور عوام پر ظلم کیا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے اسے مباہلے کا چیلنج دیا تو یہ باقیات کفار مکہ ضیاء الحق ۱۷۔ اگست ۱۹۸۸ کو واصل نارِ جہنم ہوا۔ اور ملک دوبارہ جمہوریت کی پٹڑی پر رواں ہوا۔ جمہوریت کی گاڑی جوں توں چلتی رہی۔

جماعت احمدیہ پر کلمہ حق کہنے کی پابندی لگ چکی تھی اور ہجرت فرض ہو چکی تھی۔ جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلانے میں حکومتی اور علمائے سُوء نے خوب کردار ادا کیا۔ کلمہ پڑھنے، مسجد کو مسجد کہنے، خود کو مسلمان کہنے پر پابندی نے ملاں کا کاروبار چمکا دیا۔ اور پاکستان میں زندہ رہنا احمدیوں کے لئے اور مشکل ہو گیا۔ احمدیوں کو ان کی نوکریوں سے نکال باہر کیا، طلباء کے داخلوں پر پابندی لگی، کاروبار پر پابندی، 28 مئی 2010ء کو لاہور کی دو بڑی احمدی مساجد پر نماز جمعہ کے وقت حملے کروا دیئے گئے، جس میں 100 کے لگ بھگ احمدی شہید ہوئے۔ مکی زندگی کی مانند کفار مکہ نے جماعت احمدیہ کے افراد پر زندگی تنگ کر دی۔ اور خود مشرکین کی طرح عداوت میں بڑھ گئے۔ احمدی احباب اس صورت حال میں بھی اپنے اللہ سے مدد طلب کرتے رہے۔ پھر یوں ہوا کہ ممتاز قادری نے گورنر پنجاب کو شہید کر دیا۔ اور ان علمائے سُوء نے ممتاز قادری کو شہید کا درجہ دے کر اسے کیش کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح تحریک لبیک کا قیام عمل میں آیا۔ جسے ملٹری بیوروکریسی کی اشیر باد حاصل رہی۔ اس ٹی ایل پی کو ختم نبوت کا کاروبار تھما دیا گیا۔ اس دہشت گرد تنظیم میں ہر قسم کے لوطی جوان بھرتی کر کے اسلام فروشی اور وطن فروشی کا کاروبار نوجوانوں کے سپرد کر دیا گیا۔ مسلمانی کے سرٹیفکیٹ بٹنے شروع ہو گئے۔ جماعت احمدیہ کی مساجد اور قبرستان اس ٹی ایل پی کی غیرت کا مسئلہ بن گئے۔ ہر بدکار عاشق ٹی ایل پی کا ممبر بن کر اسلام کا اغلام شدہ ممبر بنکر ملک و قوم کی میں نئے سرے سے تخریب شروع کر دی۔ جماعت احمدیہ کی مساجد کے مینارے گرائے گئے، اور سینکڑوں مساجد صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں، احمدیوں کی نوکریاں ختم کر دی گئیں، کسی احمدی کے گھر پر اگر قربانی کی خبر ملی تو اس کے جانور گائے یا بکرا اس ٹی ایل پی کے ممبران پر حلال ہو گئے۔ گوشت ان کے ریفریجیٹرز سے نکال کر یہ لوطی ہڑپ کر گئے مگر حکومت وقت نے کوئی اعانت نہیں کی۔ اگر کوئی احمدی نماز پڑھتا ہوا ملا، تو ٹی ایل پی کے لونچڑوں نے اس پر ۲۹۸ سی لگوا کر جنت کا ٹکٹ حاصل کیا۔

آرڈیننس جاری ہونے کے بعد لاتعداد مساجد کو مسمار کیا گیا۔ ہزاروں احمدی لوگوں پر جھوٹے مدعی بن کر جعلی مقدمات بنائے گئے۔ اور یہ مخالفین قیام پاکستان کی اولادیں کانگرس کی کفش برداری کا حق اپنے آباء و اجداد کی طرح ادا کرتی رہیں۔ احمدی اس صورت حال کو صبر و استقامت سے برداشت کرتے رہے۔ اور اپنے پیارے امام کے حکم کے مطابق دعائیں کرتے رہے۔ رزق کی تلاش میں دیارِ غیر کو ہجرت کناں بھی رہے۔ ہر احمدی ہر قسم کے تشدد اور زیادتی سے دور رہا اور اپنے امام وقت کی راہنمائی میں ان کربناک ظلموں کو برداشت کرتا رہا۔ ہمارے امام ایداللہ نے یہ دعا ہر وقت کرنے کی نصیحت کی۔ احمدیوں کا اپنے خدا سے زندہ تعلق ہے۔ ہمارا خدا بولتا بھی ہے۔ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے، اس نے ہر زمانے میں جو شخص فرعون زمانہ بننے کی کوشش کرتا رہا اسے دنیا سے ملیامیٹ کر دیا، اور اپنے بھیجے ہوئے فرستادہ کو قرآنی حکم کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی، ترجمہ کہ میں نے یہ بات فرض کر چھوڑی ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ کا وعدہ پورا کیا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا غلبہ اسی آیت کے تحت ہورہا ہے ۔اور جاری وساری ہے ۔اوران کی تباہی اور بربادی اللھم مزقھم کل مزق و سحقھم تسحیقا۔ ترجمہ۔اے اللہ ان دشمنوں کو پارہ پارہ کردے ۔ان کی خاک اُڑادے۔اوران کو پیس کے رکھ دے اور ریزہ ریزہ کردے ۔آمین ۔اسی دعا کا نتیجہ ہے ۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ بنصر العزیز فرماتے ہیں بار بار دعائیں کریں، دعائیں کریں، دعائیں کریں ۔دعاؤں پرزور دیتے ہوئے فرمایا ہم سب کواس پرعمل کرنا چاہیئے ۔اورصبراورہمت سے کام لینا چاہیئے ۔

یہ مکہ کے کفار،ابوجاہلوں کی باتیں مانتے رہے اور جماعت احمدیہ کے افراد سنت رسول ﷺ پر چلتے رہے ۔جوبھی موچی مسلی یالوطی لمبی داڑھی رکھ کراسلام آباد پر چڑھائی کروانے آتا اس سے کنی کترا کراپنا وقت پورا کرتے رہے ۔یہ ممتاز قادری کے مرید اور رضوی کے مرید،اورحضرت اعلیٰ کے شاگرد اپنے ظلم میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی میں مصروف رہے ۔احمدیوں کا جینا حرام کردیا گیا۔خدائی فوجدار اور ناخدا بن گئے ۔ہرطرف ان ہی کا راج تھا۔مدرسوں میں بچوں کواوندھے منہ قرآن پڑھانا حضرت اعلیٰ نے ان کے فرائض میں داخل کررکھا ہے،خواہ مخواہ حلالہ کرنا،جوان لڑکیوں کے جن نکالنا،بھتہ خوری ان ہی کا کاروبار ہے۔حکومت اورفوج کی اشیر بادان کو حاصل رہی ۔مریم نواز کے خاوند کی سپورٹ اورطاہر اشرفی کی شہ ان سب کو حاصل رہی ۔جب کبھی کسی احمدیہ مسجد پرمنارے نظر آتے یا احمدیہ قبرستان میں مردوں کے کتبوں پرکوئی عربی تحریر نظر آجاتی ،یا کوئی احمدی نماز جمعہ پڑھتے نظر آجاتا ہے تو ان کی ایمانی غیرت جاگ اُٹھتی تھی ۔احمدیوں کے خلاف نعرے لکھ لکھ کردیواریں کالی کردی گئیں ۔ہرممبرٹی ایل پی کواچھا بھلا معاوضہ دیا جاتا، متعلقہ تھانے دار کوفون کرویا جاتا اور کسی قسم کے فساد کے لئے اسلحہ بھی فری دیا جاتا،کسی جج یا انتظامیہ کے افسر کی مجال نہ تھی کہ وہ کسی احمدی کی ضمانت لے لے یا کسی قسم کا جائز ریلیف بھی اسے دے سکے۔ٹی ایل پی کا طوطی ہرجگہ بول رہا تھا۔ہرایراغیراٹی ایل پی کا حمایتی نظر آرہا تھا۔معاشرے کا ہر بزدل شہری ان کی ہاں میں ہاں ملانے پرمجبور تھا۔کیونکہ اس ٹی ایل پی کو ہرطرف سے ہرطرح کی اشیر باد حاصل تھی ۔اس ماحول میں ناجائز نشے کی اسمگلنگ بھی عروج پرتھی ۔بڑے بڑے افسران کورام کرنے کے لئے خوبصورت حوا کی بیٹیاں پیش کرنے کا بھی ایک محکمہ زیرزمین کام کررہا تھا۔جس میں بڑے بڑے کج کلاہوں کے نام آتے ہیں ۔بہت سے پردہ نشیں اس کاروبار کے کرتا دھرتا تھے۔سب سے بڑا سرغنہ تو دو ٹکے کا دوٹن وزنی مولانا طاہراشرفی کا نام سرفہرست ہے۔بڑے بڑے اغلام باز بھی اس ٹی ایل پی کے ممبر ہیں۔جومعاشرے میں بڑے سے بڑا کذب بیان ہو،چور،ڈاکو ہو وہ آسانی سے اس کاممبر بن جاتا ہے۔ان لوگوں میں ہرقسم کی کرپشن اورلوٹ مار کا رجحان پایا جاتا ہے۔ٹی ایل پی کے ممبران کو نہ حقوق اللہ کا پتہ ہے اورنہ حقوق العباد کا ۔اب جب ان کا کمال کے بعدزوال آیا ہے توکسی نے بھی اپنے ضمیر کوجگایا تک نہیں ۔جونہی حکومت نے اپنا ہاتھ ان کے سرپر سے اُٹھایا ہے تو یہ ٹی ایل پی کے ممبر بے غیرتی کا سمبل بن کررہ گئے ہیں ۔آئے تو تھے غزہ کی حمایت میں ۔جوں ہی ان کواپنی اوقات کا پتہ چلا جب سے بے غیرتوں کی طرح دم دبائے چھپے پھررہے ہیں ۔جس جس دیوار پر انہوں غلاظت بکھیری تھی اب اس کو چاٹ رہے ہیں ۔یہ ہیں غازی شیطان کے پراسرار بندے ۔نہ ان کو اپنے لیڈر کا پتہ ہے کہ وہ کہاں ہیں ۔نہ ہی ان کواحتجاج کی خبر ہے ۔یہ توشہید ہونے چلے تھے۔اب گیدڑوں کی طرح روپوش ہیں ۔یہ یزیدی لشکر کے بھگوڑے ہیں۔صرف کمزور،احمدیوں پران کا زور چلتا تھا۔محسن نقوی اورمریم صفدر نے ان کوکھسی کردیا ہے۔قرآن پراوراسلام پرمرنے والے،توہین رسالت کے متوالے کہاں گئے ۔کہاں گئی انکی غیرت ۔مسجد کے منارے دیکھ کرتمہاری جھوٹی غیرت جاگ جاتی تھی ۔اب تو پولیس نے تمہاری بہن بیٹیوں کوبھی قید کرلیا ہے ۔کچھ توغیرت کرو۔قادیانیوں کوتوتم کہتے تھے ملک چھوڑ جاؤ۔اب تمہارا کیا بنے گا۔اب ایمانی غیرت کو جگاؤ۔کسی جنرل کو اپنا ابا جی بناؤ۔غیرت مند بن کرفساد کی طرف توجہ دو۔اب تمہارے جذبات مجروح نہیں ہوتے ۔تم بھی افغانی مینڈک کی طرح مس یوز ہوچکے ہو۔آئی جی

پولیس کے بیان کے بعد جو اس نے سر عام دیا ہے کہ پولیس اور رینجرز نے مریم نواز کے حکم پر 680 لوگوں کا قتل کیا ہے۔ اب رسالت مآب پر جان نچھاور کرنے والے شبان رسول کیا کر رہے ہیں۔ پاکستان میں عددی اکثریت والا فرقہ دیوبند ڈوب کر مر جائے۔ کمزور احمدیوں پر اپنے ناپاک نظریات ٹھونسنے والے علمائے سُو قربانی کریں، جہاد شروع کریں۔ مگر یہ دو نمبری کرنے والی قوم، چوری کھانے والے مجنوں ہیں۔ یہ قوم دوبئی اور عربی ممالک کے بازار حسن کی زینت اپنی بہن بیٹیوں کو بنا سکتے ہیں۔ رحیم یار خاں میں آنے والے شکار پر شہزادوں کو قوم کی نوعمر بیٹیاں پیش کر سکتے ہیں مگر جہاد نہیں کر سکتے۔

ان کے آباؤ اجداد نے 1857ء کے غدر میں بھی ایسا ہی کردار ادا کیا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت بھی ایسے ہی کانگرس کی کفش برداری کر کے ملک دشمنی کر کے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اب بھی وہی رویہ ہے۔ یہ یزیدی لشکر کے کارندے ہیں۔ دیکھو تم نام نہاد مسلم ہو۔ اسلام آباد کے حامی ہو۔ اسلام کا تم میں نشان تک نہیں۔ جماعت احمدیہ کے افراد اپنے دین کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مبلغین اسلام و احمدیت کو پھیلانے کے لئے کمر بستہ ہیں۔ اپنے امام کی اطاعت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے کھڑے ہیں۔ ان کے پاس ایک متقین کی جماعت ہے جو اپنے خلیفہ وقت کے اشارے پر قربان ہونے کو ہر وقت مستعد کھڑی ہے۔ ہمہ وقت مالی، جانی، قربانی کے لئے تیار ہیں۔ ہر میدان میں احمدیوں نے میدان مارا ہے۔ نوبل پرائز ہو، یو این او ہو، سائنس ہو، ڈاکٹری ہو، فوج ہو، فضائیہ ہو، نیوی ہو، تم لوگ ان کے ہیروز کو بڑی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو چکے ہو، عالمی لیول ہو یا قومی لیول آپ کے پاس ایک بھی دیانت دار کردار نہیں۔ کشکول بردار سیاستدان اور بیوروکریٹس اس ملک کو زندہ درگور کر رہے ہیں۔ آپ کی پاکستانی قوم ساری دنیا میں اپنا امیج کھو چکی ہے۔ آپ کے گرین پاسپورٹ سے ہر ملک نفرت کر رہا ہے۔ اگر تم لوگوں کا کوئی اسلام پر عمل ہوتا تو تم لوگوں کا کوئی کردار تو ہوتا۔ آپ تو خدا تعالیٰ کی دھتکاری ہوئی ملعون قوم ہو۔ پاکستانی قوم ایک مردود قوم کا کردار پیش کر رہی ہے۔ پاکستان کی مساجد، کو برائی کے اڈے بنا دیا گیا ہے۔ اور یہ کفر سازی کے اڈے ہیں۔ یہود و نصاریٰ سے بھی تمہارا گندا کردار ہے۔ تمہارے کردار کا نقشہ ایک مسلمان شاعر امیر الاسلام ہاشمی نے خوب کھینچا ہے۔

مکاری و عیاری پہ اتراتا ہے مومن

مکاری و عیاری، غداری و ہیجان	اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اسے کہنا بڑی بات ہے یارو	اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
جس رزق میں پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو	اس رزق کو بڑے شوق سے کھاتا ہے مومن
کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن	حد کا ہے مومن کوئی بنگال کا مومن
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن	بے باکی، حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

(اقبال)

غامدی صاحب کے احمدیہ مسلم جماعت کے حوالے سے بیان کردہ

چند شبہات کا ازالہ

ابن قدسی

عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے عموماً مولوی حضرات جذباتی رویہ اپناتے ہیں۔اس عقیدہ کو دلائل کے ساتھ بیان کرنے کی بجائے گستاخ رسول اور کفر و اسلام کے فتووں کی طرف چلے جاتے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی عموماً یہی رویہ رکھا جاتا ہے۔مخالفین احمدیت سرعام بار بار ایک ہی بات دہراتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ختم نبوت کے منکر ہیں حالانکہ یہ صرف مخالفین کا ایک جذباتی فقرہ ہے وگرنہ وہ کوئی ایک حوالہ بھی دلیل کے طور پر پیش نہیں کر سکتے۔اگر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ختم نبوت کا انکار ہی کرنا ہوتا تو وہ اسے اتنا پوشیدہ کیوں رکھتے؟ آپ علیہ السلام کی تمام تحریرات مخالفین کی دسترس میں ہیں اور یقیناً ان کی نظر سے ایسی تحریرات گزری ہونگی جس میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے صاف صاف لکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔یہ کیسے ممکن ہے کہ مخالفین کی نظر سے یہ حوالے نہ گزرے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے ہم جس قوت یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ نہیں جانتے کہ ختمِ نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا؟ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجزان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘(الحکم جلد 9 نمبر 9 مورخہ 31/مارچ 1905ء صفحہ 6)

’’میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختمِ نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔‘‘(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 232)

دنیا میں کسی جگہ جب کوئی شخص احمدیہ مسلم جماعت میں داخل ہوتا ہے تو وہ ایک بیعت فارم اپنے دستخط کے ساتھ پُر کرتا ہے جس میں صاف لکھا ہوتا ہے کہ

’’میرا پختہ اور کامل ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔‘‘

اس کے علاوہ ہر سال عالمی بیعت کے موقع پر دنیا بھر کے تمام احمدی خلیفہ وقت کے ساتھ ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔اس کے بعد کسی کے لیے کوئی

گنجائش نہیں کہ وہ کہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام یا جماعت احمدیہ ختم نبوت کے منکر ہے۔

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔عربی ادب کی روشنی میں اس کے کئی مفاہیم ہیں۔قرآن کے مطابق ہر وہ مفہوم قابل قبول جس سے آنحضرت ﷺ کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے۔صرف وہ مفہوم نہیں لیا جاسکتا جو قرآن کے خلاف ہو۔اسی اصول کے تحت خاتم النبیین کے تمام مفاہیم کو قبول کرنا جماعت احمدیہ کے عقائد میں شامل ہے۔کسی ایک مفہوم کا انکار نہیں لیکن مخالفین احمدیت عموماً صرف ایک مفہوم کو لے کر باقی کا ذکر تک نہیں کرتے انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جماعت احمدیہ پر ختم نبوت کے منکر ہونے کا الزام نہیں لگتا بلکہ مخالفین احمدیت خاتم النبیین کے تمام مفاہیم کو قبول نہ کر کے منکرین میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اس دور میں نرم اور بظاہر دلائل کے ساتھ بات کرنے والے واعظ مکرم جاوید احمد غامدی صاحب جماعت احمدیہ کے حوالے سے کچھ اس قسم کی بات کرتے ہیں۔ایک پروگرام میں انہوں نے کہا کہ کسی کو کافر کہنے کا اختیار نہیں لیکن آنحضرت ﷺ seal of prophets ہیں اس لیے آپ کے بعد بھی نبوت ہوسکتی ہے یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔کسی قسم کی نبوت کے جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اب نہ کوئی وحی نہ کوئی الہام نازل ہوسکتا ہے۔اگرچہ غامدی صاحب کہتے ہیں کہ مذہبی نقطہ نظر سے جو بھی بات ہوگی اس کی دلیل مانگی جائے گی لیکن وہ خود عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے نامکمل دلیل پیش کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ قرآن کریم آنحضرت ﷺ کو Seal Of Prophets بیان کرتا ہے۔اور یہ مفہوم لیتے ہیں کہ نبیوں کی آمد کو seal کر دیا گیا اور اب کوئی نبی نہیں اور اب ہر قسم کی وحی اور الہام بند ہے۔اور آنحضرت ﷺ کے بعد اب عام انسان کی حیثیت سے ہی بات ہوگی۔نبی کسی صورت نہیں آسکتا۔غامدی صاحب نے جب آنحضرت ﷺ کو Seal Of Prophets کہا تو اس سے ان کی مراد آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ہے جس کا ذکر سورہ الاحزاب کی آیت 40 میں کیا گیا ہے۔اب لفظ خاتم جس کے معنی ہیں ''مہر اور انگوٹھی'' ان معنوں کی روشنی میں خاتم کے کئی مفاہیم ہیں۔غامدی نے اپنے اردو کے بیان میں پہلے تو لفظ خاتم کا اردو ترجمہ بیان کرنے کی بجائے انگریزی ترجمہ ''Seal'' کیا اور پھر ایک خاص مفہوم لے لیا۔حالانکہ لفظ ''Seal'' کے بھی کئی مفاہیم ہیں مثلاً

The Oxford English Dictionary اور Oxford Learner's Dictionaries میں '' Seal '' کے یہ معنی لکھے ہیں

Seal (noun) As a mark or token

- An official design, mark, or stamp, often made with wax that authenticates a document or shows it has been approved. For example, "The president's seal was affixed to the treaty".
- Figuratively, something that confirms, guarantees, or makes an agreement final, as in "the government's seal of approval".
- An engraved stamp or ring used to press a design into wax or metal.

As a closure or covering

- A piece of material, such as rubber or wax, used to close an opening tightly to prevent liquid, gas, or air from getting in or out.
- A thin, protective covering, often plastic or paper, on a container that must be broken to open it, such as "a broken seal on a bottle".

Seal (verb) To close or fasten

- To close an envelope or container by sticking the edges together.
- To close an opening tightly to make it airtight or watertight.
- To cover a surface with a protective substance, like varnish.

To finalize or make definite

- To make a deal, contract, or agreement certain and final. For example, "They shook hands to seal the deal".
- To secure a victory or conclusion. The phrase "sealed his fate" is an example.

To enclose or block

- To shut off an area to prevent passage, as when police "sealed off" a crime scene.
- To trap something inside, like with the phrase "seal in the flavor".

اسم: نشان یا علامت کے طور پر: ایک سرکاری ڈیزائن، نشان یا مہر(جو اکثر موم سے بنائی جاتی ہے) جو کسی دستاویز کی تصدیق کرتی ہے یا ظاہر کرتی ہے کہ اسے منظور کرلیا گیا ہے۔جیسے ''صدر کی مہر معاہدے پر لگائی گئی'' ۔علامتی طور پر: ایسی چیز جو کسی معاہدے یا بات کی تصدیق کرے،اس کی ضمانت ہو یا اسے حتمی بنائے۔جیسے،" حکومت کی طرف سے منظوری کی مہر"۔ایک کندہ کاری والی مہر یا انگوٹھی جو موم یا دھات پر ڈیزائن دبانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔بندش یا ڈھکن کے طور پر: ایک ایسا مادہ (جیسے ربڑ یا موم) جو کسی سوراخ کو مائع،گیس یا ہوا کے داخل ہونے یا باہر نکلنے سے روکنے کے لیے مضبوطی سے بند کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔کسی کنٹینر (برتن) پر لگا ہوا ایک پتلا، حفاظتی غلاف (جو عام طور پر پلاسٹک یا کاغذ کا ہوتا ہے) جسے کھولنے کے لیے توڑنا پڑتا ہے، جیسے ''بوتل پر ٹوٹی ہوئی سیل''۔فعل: بند کرنا یا مضبوطی سے جمانا: کسی لفافے یا کنٹینر کے کناروں کو چپکا کر بند کرنا۔کسی سوراخ کو ہوا یا پانی بند کرنے کے لیے مضبوطی سے بند کرنا۔کسی سطح کو وارنش جیسے حفاظتی مادے سے ڈھانپنا۔حتمی شکل دینا یا یقینی بنانا۔کسی سودے، معاہدے یا بات کو یقینی اور حتمی بنانا۔جیسے، ''معاہدے پر مہر لگانے (Seal the deal) کے لیے انہوں نے ہاتھ ملائے"۔کامیابی یا نتیجہ کو یقینی بنانا۔جملہ ''اس کی تقدیر پر مہر ہو گئی (sealed his fate)''اس کی ایک مثال ہے۔گھیر لینا یا راستہ روکنا: گزرنے سے روکنے کے لیے کسی علاقے کو بند کرنا، جیسے جب پولیس کسی جرم کے مقام کو ''سیل آف (seal off) کر دے''۔کسی چیز کو اندر پھنسانا، جیسے جملہ ''ذائقہ کو قید کرنا (seal in the flavor'')۔

لغت میں بیان کردہ معانی میں سے جو قرآن کی دیگر کے آیات کے مطابق اور رسول کریم ﷺ کی شان کو بلند کرنے والے ہوں وہ لازماً لینے چاہیے اور جو نہیں لینے ان کی کوئی نہ کوئی دلیل ہونی چاہیے۔اس اصول کے مطابق جماعت احمدیہ کو تمام معانی قبول ہیں۔رسول کریم ﷺ تمام نبیوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔آپ ﷺ کی تصدیق کے بعد ہی کسی کو نبی کے طور پر منظور کیا جائے گا۔اب آپؐ کے تصدیق کے بغیر کوئی نبی نہیں ہے۔تمام نبیوں پر رسول کریم ﷺ کی مہر کا نقش موجود ہے۔اس لحاظ سے آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہے۔آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہوگی کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا(مائدہ:4) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کر لیا ہے۔جب نئی شریعت کی

ضرورت نہیں تو ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے۔ اس لحاظ آپ ﷺ نئی شریعت اور شرعی نبی کی آمد کو بند کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے نئی شریعت والے نبیوں کی آمد کو Seal کر دیا ہے۔

یہ تمام معانی اور مفاہیم جماعت احمدیہ کے لیے قابل قبول ہیں گویا خاتم (Seal) کو تمام معانی کے ساتھ حقیقی طور پر ماننے والی جماعت احمدیہ ہی ہے۔

اب دیکھیں غامدی صاحب نے Seal of Prophets بیان کرتے ہوئے یہ تصدیق والا مضمون کیوں بیان نہیں کیا؟ کیا انہوں نے یہ معانی بیان نہ کرنے کی کوئی دلیل بیان کی۔ نہیں بلکہ ان کو علم تھا کہ یہ مفہوم جماعت احمدیہ کے موقف کی تائید کرتا ہے اس لیے انہوں نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور اپنی بات آدھی اور نامکمل چھوڑ دی۔ اس لحاظ سے غامدی صاحب تو خود خاتم کو حقیقی طور پر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور وہ اپنی اس نامکمل اور بغیر دلیل کے بیان کردہ آدھی بات سے بڑے زور وشور سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا اور وحی والہام کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔

یہاں پہنچ کر غامدی صاحب انہیں روایتی علماء حضرات جیسا طرز استدلال اپناتے نظر آتے ہیں اور بغیر کسی ٹھوس اور مضبوط استدلال کے اپنی بات بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

آیت خاتم النبیین ﷺ غامدی صاحب کے نامکمل استدلال کو مکمل یا یوں کہہ لیں کہ خاتم النبیین کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا بیان ہوا ہے۔ وہ آیت یہ ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورۃ احزاب:41)

یعنی محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

اب لفظ خاتم یعنی مہر کے کیا کیا مفاہیم ہوسکتے ہیں؟ امام راغب اصفہانی اپنی اعلیٰ ترین لغت قرآن "المفردات" میں لکھتے ہیں:۔

"اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ يُقَالُ عَلَى وَجْهَيْنِ: مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ، وَهُوَ تَأْثِيرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ الْخَاتِمِ وَالطَّابِعِ. وَالثَّانِي: الْأَثَرُ الْحَاصِلُ مِنَ النَّقْشِ. وَيُتَجَوَّزُ بِذٰلِكَ تَارَةً فِي الِاسْتِيثَاقِ مِنَ الشَّيْءِ وَالْمَنْعِ مِنْهُ اِعْتِبَارًا بِمَا يَحْصُلُ مِنَ الْمَنْعِ بِالْخَتْمِ عَلَى الْكُتُبِ وَالْأَبْوَابِ، نَحْوُ: خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ، وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ. وَتَارَةً فِي تَحْصِيلِ أَثَرٍ عَنْ شَيْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ. وَتَارَةً يُعْتَبَرُ مِنْهُ بُلُوغُ الْآخِرِ، مِنْهُ قِيلَ: خَتَمْتُ الْقُرْآنَ، أَيْ: انْتَهَيْتُ إِلَى آخِرِهِ". (زیر لفظ ختم)

ترجمہ:۔ لفظ ختم اور طبع دو طرح استعمال ہوتا ہے خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ (فعل) کے مصدر کے طور پر۔ یعنی (1) کسی چیز کا اثر پیدا کرنا مثلاً مہر یا انگوٹھی کا نشان پیدا کرنا (2) نقش کرنے سے حاصل ہونے والا نشان بھی ختم کہلائے گا۔ پھر اس سے کبھی مجازی طور پر "کسی چیز کی حفاظت اور اس سے روک دینے" کا مفہوم لیا جاتا ہے، اس لحاظ سے کہ کتابوں اور دروازوں پر مہر لگانے سے روک دینے اور محفوظ کرنے کا اثر پیدا ہوتا ہے، جیسے قرآنِ کریم میں ہے: "اللہ نے ان کے دلوں پر مُہر کر دی" اور "اس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی" اور کبھی اس سے مراد ہوتا ہے "کسی چیز کا اثر حاصل کرنا"، اس اعتبار سے کہ مہر سے نقش حاصل ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے مراد ہوتا ہے "آخری حد تک پہنچ جانا"، اسی سے کہا جاتا ہے: "میں نے قرآن ختم کیا" یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔"

اس حوالہ میں امام راغب نے لفظ ختم کو اثر پیدا کرنے اور پیدا شدہ اثر کے معنے میں اصل اور حقیقی قرار دیا ہے اور بند کرنے، روکنے، آخر تک پہنچنے اور تحصیل اثر کے معنوں کو مجازی قرار دیا ہے۔ اس طرح مہر کو (Seal) یعنی بند کر دینے کے معنوں میں لینا اس لفظ کا ایک مجازی مفہوم ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ہر وہ مفہوم جو قرآن اور نبی کریم ﷺ کی شان کے مطابق ہو وہ قابل قبول ہے۔ اس لیے جماعت احمدیہ کو خاتم لفظ اپنے

ہر معنی میں قبول ہے۔اب یہ مخالفین احمدیت کا کام ہے کہ خاتم کے جو معانی وہ نہیں لیتے ان معانی کے نہ لینے کی وجوہات دلائل کے ساتھ بیان کریں۔

حقیقی معنی کے لحاظ سے خاتم الانبیاء وہ ہوگا جو اپنے کمالات نبوت میں موثر ہو یعنی اپنے ذریعہ نبوت کا اثر چھوڑے اور اس کے فیض سے لوگوں میں کمالات نبوت کا نقش پیدا ہو۔اور ایسا صاحب کمال صرف ایک ہی ہے اس لئے لازمی طور پر حقیقی خاتم الانبیاء آنحضرت ﷺ ہیں اور اسی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔مطلق آخری نبی ''خاتم الانبیاء'' کے مجازی معنی ہیں۔اور مجازی معنی اسی وقت لیے جاتے ہیں جب حقیقی معنی مراد نہ لیے جاسکتے ہوں۔مثلاً جب کہا جاتا ہے کالے کپڑے تو اس سے حقیقی معنی یعنی کالا رنگ مراد ہوتا ہے لیکن جب کہا جائے کالی زبان تو یہاں حقیقی معنی یعنی رنگ مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہونگے۔اس طرح زبان وبیان میں جب کوئی لفظ سیاق وسباق کے بغیر استعمال ہوگا تو وہ حقیقی معنوں میں ہی استعمال ہوگا۔مثلاً لفظ ''کالا'' بولا جائے گا تو اس کے حقیقی معنی یعنی کالا رنگ ہی مراد ہوگا لیکن جب کالی زبان کہا جائے تو سیاق وسباق نے بتایا کہ یہاں کالا رنگ مراد نہیں۔خاتم الانبیاء کے حقیقی معنی کی بجائے صرف مجازی معنی لینے اور حقیقی معنی نہ لینے کے لیے کسی مضبوط دلیل کی ضرورت ہوگی۔(یاد رہے کہ اسی آیت کو مفہوم کی تعیین کے لیے بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔)آخر الانبیاء بمعنی آخری شارع اور مستقل نبی مجازی معنی تو ہیں حقیقی نہیں۔اسی طرح اگر زمانے کے لیے آخری کہا جائے تو یہ بھی مجازی ہونگے اور ویسے بھی زمانے کے لحاظ آخری ماننے میں کوئی فضیلت والی بات نہیں۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر خَتَمَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ کی تفسیر میں یہ نوٹ دیا گیا ہے:۔

فالطلاق الختم على البلوغ والاستيثاق معنىٰ مجازی (حاشیہ تفسیر بیضاوی) یعنی لفظ ختم کا آخری اور بندش کے معنوں میں استعمال مجازی معنیٰ ہیں۔اور مجازی معنی تب مراد ہوتے ہیں جب حقیقی معنی محال ہوں۔

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔''سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ میں سب آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''

(تحذیر الناس صفحہ نمبر 2)

محاورہ عرب میں ''خاتم'' کا استعمال::ایک لفظ کے ایک لغوی اور دوسرے محاوراتی معانی ہوتے ہیں۔لغوی معانی تو لغت میں بآسانی مل جاتے ہیں جبکہ محاوراتی معانی کے لیے اس زبان کے محاورہ اور اس لفظ استعمالات کو دیکھنا پڑتا ہے گویا محاوراتی معانی کے لیے زبان کا مطالعہ زیادہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ ضروری نہیں ہوتا کہ محاورہ میں بھی اس لفظ کے بعینہ وہی معانی ہوں جو لغت میں بیان ہوئے ہیں۔اس بیان کو سمجھنے کے لیے یہ مثال دیکھتے ہیں۔ایک لفظ ہے نَسِيَ اس کے لغوی معنی ہیں بھول جانا۔اب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ آیا ہے۔جیسے: نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ (سورۃ التوبہ:67)اس کا ترجمہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا' سو اللہ نے بھی ان کو ترک کر دیا۔انہیں (اپنی رحمت سے) چھوڑ دیا/نظر انداز کر دیا۔اب قرآنی استعمال (محاوراتی معنی) میں فَنَسِيَهُمْ کے معنی نظر انداز کرنا، چھوڑ دینا، موخر کر دینا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھولنا ممکن نہیں تو محاورہ لغوی معنی کا پابند نہیں ہوتا۔

لغت سے مراد عربی زبان ہے جس میں مفردات اور مرکبات کا استعمال شامل ہے۔قوامیس یا کتب لغت کا اصل کام مفرد الفاظ کے معنی بیان کرنا ہے۔مرکب کے اصل معنے کی تعیین بھی عربی زبان کے محاورات سے ہوا کرتی ہے۔

لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے۔لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ ہے۔مرکب اضافی کے معنوں کی تعیین کے صحیح طریق کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں ''ابن السبیل'' ایک مرکب اضافی ہے۔ابن کے معنے بیٹے کے ہیں اور السبیل راستہ کو کہتے ہیں۔ابن السبیل کا لفظی

ترجمہ ''راستے کا بیٹا'' ہوگا۔ مگر کیا مرکب اضافی 'ابن السبیل' کے معنی اسی طرح بیان کئے جائیں گے یا ابن السبیل سے مراد مسافر لیا جائے گا؟ یہ مثال خاتم النبیین پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی کیونکہ خاتم النبیین میں مضاف الیہ صاحب کمال افراد کی جماعت ہے اور اس مرکب اضافی (خاتم النبیین) کا سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اطلاق بطور مدح ہے۔ مدح بھی وہ کہ جس سے بڑھ کر آپؐ کی مدح قرآن مجید میں اور کہیں بیان نہیں ہوئی۔

خاتم مرکب اضافی کی مثالیں:: عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی مدح میں استعمال ہوا ہے (جس استعمال کی عربی زبان میں بہت سی مثالیں موجود ہیں) تو ایسے مرکب اضافی کے معنے ہمیشہ اس جماعتِ مضاف الیہ کے اعلیٰ، کامل اور انتہائی افضل فرد کے ہوتے ہیں اور وہ فرد اپنے کمال میں بے مثال اور عدیم النظیر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے استعمالات کی مثالیں حسب ذیل ہیں:۔

(1) ابو تمام شاعر کو خاتم الشعراء لکھا ہے۔ (وفیات الاعیان جلد ثانی) (2) ابو الطیب کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔ (مقدمہ شرح دیوان المتنبی از عبد الرحمٰن البرقوقی ص ۱۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۰ء) (3) ابو العلاء المعری کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے (حوالہ مذکورہ حاشیہ) (4) شیخ علی حزین کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔ (حیات سعدی از خواجہ الطاف حسین حالی ص ۱۰۱ ناشران شیخ جان محمد اللہ بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور) (5) حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔ (حیات سعدی ص ۴۷ حاشیہ از خواجہ الطاف حسین حالی۔ ایضاً) (6) حضرت علیؓ خاتم الاولیاء ہیں ۔ (تفسیر صافی سورہ احزاب زیر آیت خاتم النبیین ص ۴۳۴ از انتشارات کتاب فروشے محمودی) (7) امام شافعی خاتم الاولیاء تھے۔ (التحفۃ السنیہ ص ۴۵) (8) شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے ۔ (سرورق فتوحات مکیہ) (9) کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی ص ۳۰۴) (10) امام محمد عبدہ مصری خاتم الائمہ تھے۔ (تفسیر الفاتحہ ص ۱۴۸) (11) السید احمد السنوسی خاتمۃ المجاہدین تھے (اخبار الجامعۃ الاسلامیہ فلسطین ۲۷ محرم ۱۳۵۲ھ) (12) احمد بن ادریس کو خاتمۃ العلماء المحققین کہا گیا ہے۔ (العقد النفیس) (13) ابو الفضل الالوسی کو خاتمۃ المحققین کہا گیا ہے۔) سرورق تفسیر روح المعانی طبع اولیٰ بالمکتبۃ الکبریٰ المیریۃ ببولاق مصر ۱۳۰۱ھ) (14) شیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم المحققین قرار دیا گیا ہے (الحراب ص ۳۷۲) (15) امام سیوطی کو خاتمۃ المحققین لکھا گیا ہے (سرورق تفسیر اتقان) (16) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے۔ (عجالہ نافعہ جلد اول) (17) الشیخ شمس الدین خاتمۃ الحفاظ تھے (التجرید الصریح مقدمہ ص ۴) (18) سب سے بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء حالات حضرت محمد علی حکیم الترمذی باب ۵۸ مترجم مولوی نذیر احمد سیماب قریشی ص ۲۴۹ مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور ص ۴۲۲) (19) ترقی کرتے کرتے ولی خاتم الاولیاء بن جاتا ہے۔ (فتوح الغیب از شیخ محی الدین عبد القادر ص ۲۳ مطبع منشی نولکشور) (20) الشیخ نجیت کو خاتمۃ الفقہاء مانا جاتا ہے۔ (اخبار الصراط المستقیم یافا ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ) (21) شیخ رشید رضا کو خاتمۃ المفسرین قرار دیا گیا ہے۔ (الجامعۃ الاسلامیہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ) (22) شیخ عبد الحق خاتمۃ الفقہاء تھے۔ (تفسیر الاکلیل سرورق) (23) الشیخ محمد نجیت خاتمۃ المحققین تھے۔ (الاسلام مصر۔ شعبان ۱۳۵۴ھ) (24) افضل ترین ولی خاتم الولایت ہوتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۴ مطبع مصطفی محمد مصر) (25) شاہ عبد العزیز صاحب خاتم المحدثین والمفسرین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۰ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) (26) انسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۲ مطبوعہ مصر طبع ثانیہ ۱۳۲۴ھ) (27) الشیخ محمد بن عبد اللہ خاتمۃ الحفاظ تھے۔ (الرسائل النادرہ ص ۳۰) (28) علامہ سعد الدین تفتازانی خاتمۃ المحققین تھے۔ (شرح حدیث الاربعین ص ۱) (29) ابن حجر عسقلانی خاتمۃ الحفاظ ہیں۔ (طبقات المدلسین سرورق) (30) مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتم المفسرین لکھا گیا ہے۔ (اسرار قرآنی۔ ٹائیٹل پیج) (31) امام سیوطی خاتمۃ المحدثین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۷۴ ادارہ تالیفات اشرفیہ

ملتان)(32)بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے۔(حجۃ الاسلام از مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۵۳ شائع کردہ مدرسہ اسلامیہ دیو بند)(33)آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الکاملین ہیں (حجۃ الاسلام ص ۵۳ ایضاً)(34)انسانیت کا مرتبہ خاتم المراتب ہے اور آنحضرت صلعم خاتم الکمالات ہیں۔(علم الکتاب۔از خواجہ میر دردص ۱۴۰ مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۸ھ)(35)حضرت عیسیٰؑ خاتم الاصفیاء الائمہ ہیں (بقیۃ المتقدمین ص ۱۸۴)(36)حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء تھے۔(منارالہدیٰ از شیخ علی بحرانی ص ۱۰۶و۱۰۹، ۱۱۰ مطبع گلزار حسنی بمبئی ۱۳۲۰ھ)(37)رسول مقبول صلعم خاتم المعلمین تھے۔(الصراط السوی مصنفہ علامہ محمد سبطین ص ۸۴ ناشر البرہان بک ڈپو کرشن نگر لاہور)(38)الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔(سرورق کتاب من لایحضرہ الفقیہ مطبع جعفریہ لکھنؤ)(39)عقل انسانی عطیاتِ الٰہیہ وجود، زندگی اور قدرت کی خاتم الخلع ہے۔(تفسیر کبیر رازی جلد ۶ ص ۲۲ طبع ثانیہ ۱۳۲۴ھ مطبع مصر)(40)ابوالفضل شہاب الالوسی کو خاتمۃ الادباء لکھا ہے۔(سرورق روح المعانی)(41)صاحب روح المعانی نے الشیخ ابراہیم الکورانی کو خاتمۃ المتاخرین قرار دیا ہے۔(تفسیر روح المعانی جلد ۵ ص ۴۵۳)(42)مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو خاتم المحدثین لکھا گیا ہے۔ (کتاب رئیس الاحرار از مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ص ۹۹)(43)مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دیو بند لکھتے ہیں:۔”آپؐ ہی منتہائے علوم ہیں کہ آپؐ ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہوجاتا ہے اسلئے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا“ (شان رسالت ص ۴۸)

ان استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہل عرب اور دوسرے محققین علماء کے نزدیک جب بھی کسی ممدوح کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین کہا جاتا ہے تو اس کے معنے بہترین شاعر، سب سے بڑا فقیہہ، سب سے بلند مرتبہ محدث یا مفسر کے ہوتے ہیں۔

(44)امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:۔

”والخاتم یجب ان یکون افضل ألا تری ان رسولنا ﷺ لما کان خاتم النبیین کان افضل الانبیاء علیهم الصلوات والسلام“(تفسیر کبیر رازی جلد ۱۱ ص ۳۴ طبع ثانیہ ناشر دارالکتب العلمیہ طہران)

کہ خاتم لازماً افضل ہوتا ہے جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خاتم النبیین قرار دیا گیا تو آپؐ سب نبیوں سے افضل ٹھہرے۔

محاورہ میں خاتم لفظ کے مندرجہ بالا استعمالات بتاتے ہیں کہ ان بزرگوں کے حوالے سے جب یہ مرکب استعمال کیا گیا تو استعمال کرنے والوں کے ذہن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہونے والا مرکب خاتم النبیین ہی تھا کیونکہ قرآن کریم نے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ مرکب استعمال کیا ہے اور یہی معنی مدنظر تھے کہ سب سے افضل ورنہ یہ کیسے ممکن کہ ان کے ذہن میں یہ معنی ہوتے کہ اس گروہ میں شامل لوگوں جیسا اب کوئی شخص دوبارہ نیا میں نہیں ہوسکتا۔اب غامدی صاحب نے یہ مفہوم بھی نہیں لیا تو دلیل سے ثابت کرنا چاہیے تھا کہ کیوں یہ مفہوم نہیں لے رہے۔کیونکہ ایسا ممکن نہیں کہ ان کو علم نہ ہو کہ جماعت احمدیہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت والا مفہوم بیان کرتے ہیں۔انہیں اس پہلو سے بھی گفتگو کرنی چاہیے تھی جو انہوں نے نہیں کی۔

کیا وحی اور الہام کا سلسلہ جاری ہے؟

غامدی صاحب نے اپنے نامکمل استدلال سے یہ بیان دیا کہ اب وحی اور الہام کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔جب یہ بات کی جاتی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ اپنا کلام نازل کرتا تھا لیکن اب کلام نہیں کرتا تو یہ کوئی معمولی نوعیت کی بات نہیں۔خدا تعالیٰ کی تمام صفات خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ہیں اور اس کی کسی صفت پر بھی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ختم ہوگئی ہے۔اسی طرح اس کی صفت تکلّم یعنی وہ اپنے پیاروں سے پہلے بھی کلام کرتا تھا اور اب بھی کلام کرتا ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔قرآن کریم میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ

اَللّٰہِ تَحْوِیلًا (فاطر:44) پس تُو ہرگز اللہ کی سنّت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا اور تُو ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وہ اپنی سنت تبدیل نہیں کرتا لیکن غامدی صاحب اور ان جیسے دیگر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب کلام نہیں کرتا۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ جھوٹے معبودوں کی ایک بڑی نشانی یہ بیان فرماتا ہے کہ وہ کلام نہیں کرتے۔ پس اگر یہی عقیدہ خدا تعالیٰ کے بارہ میں اپنا لیا جائے تو معاذ اللہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتراض کا باعث ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم کا بچھڑے کو معبود بنانے اور اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّہِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمْ وَلَا یَہْدِیْہِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْہُ وَکَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۝ (الاعراف:149)

یعنی: اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد اپنے زیورات سے ایک ایسے بچھڑے کو (معبود) پکڑ لیا جو ایک (بے جان) جسم تھا جس سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی۔ کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انہیں (سیدھی) راہ کی ہدایت دیتا ہے۔ وہ اُسے پکڑ بیٹھے اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے بتوں کے جھوٹا ہونے کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِہَتِنَا یٰٓاِبْرٰہِیْمُ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَہٗ ۖ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا فَسْـَٔلُوْھُمْ اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ۝ (الانبیاء:63،64)

یعنی انہوں نے کہا کیا تو نے ہمارے معبودوں سے یہ کچھ کیا ہے؟ اے ابراہیم! ۔ اس نے کہا بلکہ ان کے اس سردار نے یہ کام کیا ہے۔ پس ان سے پوچھ لو اگر وہ بول سکتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا کسی سے کلام نہ کرنا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی دلیل ہوتی ہے۔ دوزخیوں اور جہنمیوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نہ تو ان سے کلام کروں گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھوں گا۔ اگر تو یہ عقیدہ اپنا لیا جائے کہ خدا تعالیٰ امت محمدیہ ﷺ میں اب کسی سے کلام نہیں کرتا تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس امت سے بھی خوش نہیں ہے جبکہ یہ امت تو خیر امم قرار دی گئی ہے۔ پس ممکن نہیں کہ جو سلوک خدا تعالیٰ بدکار لوگوں سے کرتا ہو وہی سلوک نیک لوگوں کے ساتھ کرے۔ دوزخیوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَہْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِہِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ ۠ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝ (آل عمران:78)

یعنی: یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے عہدوں اور اپنی قسموں کو معمولی قیمت میں بیچ دیتے ہیں یہی ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر ڈالے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔

اسی طرح جب بدکار لوگ جہنم سے نکالے جانے کے بارہ میں خدا تعالیٰ کے حضور فریاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں فرمائے گا: قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْہَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ (المؤمنون:109) یعنی: وہ کہے گا اسی میں دفع ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

اس علاوہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں ہر زمانے میں وحی کے نزول اور اس کے جاری و ساری ہونے کا ذکر موجود ہے۔ پھر غامدی صاحب ان آیات کے خلاف اپنا عقیدہ کیسے بیان کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 52 میں فرماتا ہے:

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ یعنی: اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی پیغام رساں بھیجے جو اُس کے اِذن سے جو وہ

چاہے وحی کرے۔ یقیناً وہ بہت بلند شان (اور) حکمت والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان سے کلام کرنے کے تین ذرائع بیان فرمائے ہیں۔ یہاں لفظ ''بشر'' استعمال ہوا ہے نبی نہیں۔ پس وحی والہام کو صرف نبیوں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ اسی طرح لفظ یُکَلِّمَ استعمال ہوا ہے جو مضارع کا صیغہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ازلی ابدی صفت ہے جو موقوف نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم سجدہ آیت 31) ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے پھر استقامت اختیار کی اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

پس مذکورہ بالا آیت میں خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے استقامت دکھائے گا خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے ان کا خوف اور غم دور کر دے گا اور انہیں جنت کی بشارت عطا کرے گا۔ پس اگر تو یہ وعدہ صرف ماضی سے تعلق رکھتا تھا اور آئندہ امت مسلمہ میں اس کا وجود باقی نہیں رہنا تھا تو خدا تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس بات کو پیش کرنے کا کوئی مقصد باقی نہیں رہتا اور یہ معاذ اللہ ایک لایعنی سی بات ہوتی۔

اسی طرح اور بھی آیات ہے۔ اس کے علاوہ امت محمدیہ میں بکثرت ایسے بزرگ اولیاء گزرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ہونے والے اپنے مکالمات کا ذکر کیا ہے۔ اور الہامات کو بیان بھی کیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس زمانے کے امام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خدا تعالیٰ سے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف پانے کا ذکر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فعل اس پر گواہ ہے کہ وہ اب بھی اپنے پیاروں سے کلام کرتا ہے۔

قرآن کریم میں نبوت کے جاری رہنے کا ثبوت

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ نبی بھیجنا بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: 24) اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے۔ اب اگر یہ صفت نہیں تو اس کی بھی مضبوط دلیل ہونی چاہیے۔

پھر نبی نہ آنا ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں نبوت کا جاری رہنا بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی سنت مستمرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ (الحج: 76)

کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی رسول منتخب کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ کیونکہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سنت مذکور ہے کہ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب فرماتا رہتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ کہ خدا تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہے۔ فرشتوں کا بھیجا جانا آج بھی سب مسلمانوں کو مسلّم ہے مگر تعجب ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی کے رسول بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں۔

پھر یہ آیت کہ: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (سورۃ الفاتحہ)

اے اللہ! تو ہمیں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما اور ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ ان کی راہ سے بچا جو مغضوب علیہم تھے یا گمراہ اور ضالین تھے۔

اس آیت میں امت محمدیہ کو مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ سے بچنے اور منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا سکھلائی گئی ہے۔ احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا قول مروی ہے کہ مغضوب علیھم سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔یعنی جب ان دونوں پر روحانی زوال آیا تو وہ مغضوب علیھم ضالین بن گئے ورنہ پہلے وہ انعام پانے والے تھے۔اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدہ:21) کہ موسیٰ

دونوں آیتوں پر یکجائی نظر کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراط الذین انعمت علیھم کی خود تعلیم کردہ دعا میں دراصل مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ تم پر بھی بادشاہت اور نبوت کا انعام جاری رہے گا کیونکہ یہ دونوں قومی انعام ہیں اور اب تم کو اللہ تعالیٰ نے منعم علیھم بنانے کا فیصلہ فرمایا ہے تم خیر امت ہو اور حضرت خیر الرسل کے ماننے والے ہو اس لئے اب تم کو ہی یہ انعام ملتا رہے گا۔البتہ دعا کرتے رہو کہ خدایا ہمیں منعم علیھم بننے کے بعد پھر کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مغضوب علیھم یا ضالین نہ بنائیو۔پھر ایک اور آیت ہے کہ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔(آل عمران:82)

ترجمہ:۔یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ میں نے ہی تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔پس اگر کوئی رسول تمہاری تعلیمات کا مصدق تمہارے پاس آئے تو اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور نصرت کرنا۔فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کو قبول کرتے ہو۔انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں‘‘

اس آیت میں نبیوں سے عہد لینے کا ذکر ہے۔مراد یہی ہے کہ ہر نبی کے ذریعہ اس کی امت سے اقرار لیا گیا کہ آنے والے پیغمبر پر ایمان لائے اور اس کی تائید و نصرت کرے۔اس آیت میں ’رسول مصدق لما معکم‘ سے مطلق طور پر ہر آنے والا رسول مراد ہے اور اس طرح یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نبی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

اور یہ میثاق آنحضرت ﷺ سے بھی لیا گیا کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۔لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (احزاب:8،9)

ترجمہ:۔یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے بھی۔نوح،ابراہیم،موسیٰ،عیسیٰ بن مریم علیھم السلام سے بھی۔ہم نے سب سے مضبوط عہد لیا تاکہ اللہ تعالیٰ صادقوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے۔اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں صراحت سے فرمایا ہے کہ جن انبیاء سے میثاق لیا گیا ان میں آنحضرت ﷺ بھی شامل ہیں۔سورہ آل عمران والی آیت کو ساتھ ملا کر تدبر کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ بھی یہ عہد لیا گیا ہے کہ مسلمان آنے والے نبیوں پر ایمان لاتے رہیں۔ورنہ سورہ احزاب کی آیت میں ’’ومنک‘‘ کے الفاظ بے معنی قرار پاتے ہیں مشہور تفسیر حسینی میں اس کے معنے یوں لکھے ہیں:۔

’’واذ اخذنا۔یاد رکھو کہ لیا ہم نے من النبیین نبیوں سے میثاقھم عہد ان کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بلائیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔یا ہر ایک کو بشارت دیں اس پیغمبر کی کہ ان کے بعد ہوگا۔اور یہ عہد پیغمبروں سے روز الست میں لیا گیا۔ومنک اور لیا ہم نے تجھ سے بھی عہدائے محمدؐ ‘‘(تفسیر حسینی اردو سورۃ احزاب زیر آیت 8،7)

اسی طرح ان آیات سے نبوت کے جاری ہونے کا استدلال ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (نساء 70) یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول (محمد مصطفی ﷺ) کی اطاعت کریں پس وہ ان کے ساتھ شامل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبی صدیق شہید اور صالح اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (الاعراف:36) یعنی اے بنی آدم! جب کبھی آئندہ تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جولوگ تقویٰ اختیار کر کے اپنی اصلاح کرلیں گے ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ ان آیات کی موجودگی میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا درست نہیں ہے۔

حدیث ''لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ''

غامدی صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی اور آیت بیان کرنے کی بجائے ایک روایت پیش کی اور اسی پر انحصار کرتے ہوئے اپنی طرف سے اپنی دلیل کو بیان کہ اب کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی کوئی وحی اور الہام نازل ہوسکتا ہے حالانکہ اس حدیث کے مفہوم سے جو استدلال کیا وہ بھی درست نہیں ہے۔ مکمل روایت یہ ہے

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا المُبَشِّرَاتُ قَالُوا: وَمَا المُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ (صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب المُبَشِّرات)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت باقی نہیں سوائے مبشرات کے اس پر انہوں نے کہا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سچی خوابیں۔

مندرجہ بالا روایت کے مضمون کو سمجھنے کے لیے ایک اور روایت دیکھتے ہیں

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ قَالَ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ (ترمذی ابواب الرؤیا۔ باب ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رسالت ونبوت منقطع ہوگئی پس اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔ یہ بات لوگوں پر بہت شاق گزری۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا مسلمانوں کی خوابیں اور یہ نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہیں۔ گویا سچے خواب بھی نبوت کا جزو ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا آغاز بھی ایسی ہی سچی خوابوں یعنی مبشرات سے ہوا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ (بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی کتاب التعبیر باب اوّل ما بُدِئَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنَ الوحِی الرؤیا الصالحۃ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو وحی سچے خوابوں کے ذریعہ شروع ہوئی تھی اور آپؐ جو بھی خواب دیکھتے تھے وہ روزِ روشن کی طرح پوری ہوجاتی تھی۔

غامدی صاحب کے استاد مولانا امین احسن اصلاحی صاحب رؤیا یعنی خوابوں کو وحی الہٰی کا ایک ذریعہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”رؤیائے صادقہ وحی الہٰی کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر جس طرح فرشتے کے ذریعے سے کلام کی صورت میں اپنی وحی نازل فرماتا ہے اسی طرح کبھی رؤیا کی صورت میں بھی ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔“

(تدبّر قرآن۔ جلد چہارم صفحہ 475 زیر تفسیر آیت سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی ...... سورۃ بنی اسرائیل)

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک ”لَمۡ یَبۡقَ مِنَ النبوۃِ الا الۡمُبَشِّرَات“ کی تشریح:

وَ قَدۡ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ لَمۡ یَبۡقَ مِنَ النُّبُوۡتِ اِلَّا الۡمُبَشِّرَات اَیۡ لَمۡ یَبۡقَ مِنۡ اَنۡوَاعِ النُّبُوۡتِ اِلَّا نَوۡعٌ وَاحِدٌ وَھِیَ الۡمُبَشِّرَات مِنۡ اَقۡسَامِ الرُّؤۡیَا الصَّادِقَۃِ وَالۡمُکَاشِفَاتِ الصَّحِیۡحَۃِ (توضیح مرام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 61)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نبوت میں سے صرف مبشرات باقی ہیں یعنی نبوت میں سے صرف ایک حصہ باقی ہے اور وہ مبشرات ہیں جو سچی خوابیں ہیں اور سچے کشوف ہیں۔

”فَانۡظُرۡ اَیُّھَا النَّاقِدُ الۡبَصِیۡرُ أَیُفھمُ مِنۡ ھٰذَا سد بَابِ النُّبُوۃِ عَلٰی وَجہٍ کُلٍّ بَلِ الۡحَدِیۡث یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ النُّبُوَّۃَ التَّامَۃَ الۡحَامِلَۃَ لِوَحۡیِ الشَّرِیۡعَۃِ قَدِ انۡقَطَعَتۡ وَلٰکِنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیۡ لَیۡسَ فِیۡھَا اِلَّا الۡمُبَشِّرَاتِ فَھِیَ بَاقِیَۃٌ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ لَا اِنۡقِطَاعَ لَھَا اَبَدًا۔ وَ قَدۡ عَلِمۡتَ وَ قَرَاتَ فِیۡ کُتُبِ الۡحَدِیۡثِ اَنَّ الرُّؤۡیَا الصَّالِحَۃَ جُزۡءٌ مِنۡ سِتَّۃٍ وَّاَرۡبَعِیۡنَ جُزۡءً مِنَ النُّبُوَّۃِ اَیۡ مِنَ النُّبُوَّۃِ التَّامَّۃِ فَلَمَّا کَانَ لِلرُّؤۡیَا نَصِیۡبًا مِنۡ ھٰذِہِ الۡمَرۡتَبَۃِ فَکَیۡفَ الۡکَلَامُ الَّذِیۡ یُوۡحٰی مِنَ اللّٰہِ تعالٰی اِلٰی قُلُوۡبِ الۡمُحَدِّثِیۡنَ فَاعۡلَمۡ اَیَّدَکَ اللّٰہُ اِنَّ حَاصِلَ کَلَامِنَا اَنَّ اَبۡوَابَ النُّبُوَّۃِ الۡجُزۡئِیَّۃِ مُفۡتُوۡحَۃٌ اَبَدًا وَلَیۡسَ فِیۡ ھٰذَا النَّوۡعِ اِلَّا الۡمُبَشِّرَاتِ اَوِ الۡمُنۡذِرَاتِ مِنَ الۡاُمُوۡرِ الۡمُغِیۡبَۃِ اَوِ اللَّطَائِفِ الۡقُرۡآنِیَّۃِ وَالۡعُلُوۡمِ اللَّدُنِّیَّۃِ۔ وَ اَمَّا النُّبُوَّۃُ الَّتِیۡ تَامَّۃٌ کَامِلَۃٌ جَامِعَۃٌ لِجَمِیۡعِ کَمَالَاتِ الۡوَحۡیِ فَقَدۡ آمَنَّا بِاِنۡقِطَاعِھَا مِنۡ یَوۡمٍ نَزَلَ فِیۡہِ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 61)

ترجمہ: اے تنقید کرنے والو: کیا نبوت کی اس بندش سے یہ سمجھا گیا ہے کہ نبوت تمام قسم سے بند ہے بلکہ حدیث تو اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحی جو شریعت کی حامل ہے وہ بند ہے لیکن مبشرات والی باقی ہے جو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی اور (اے ناقد) تو جانتا ہے اور کتب احادیث میں پڑھ چکا ہے کہ سچی خوابیں نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں یعنی نبوت تامہ کا۔ اور اگر یہ مرتبہ صرف ان (یعنی حقیقی نبوت والوں) کو ملتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ محدثین سے کس طرح کلام کرتا ہے پس جان لے اللہ تیری تائید کرے ہمارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جزوی نبوت کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے اور اس میں صرف مبشرات، منذرات اور غیب کے امور، لطائف قرآنیہ اور علوم دین شامل ہیں اور وہ نبوت جو اپنے اندر تمام کمالات وحی رکھتی ہے اس کے انقطاع پر ہم اس دن سے ایمان لاتے ہیں جس دن سے یہ آیت نازل ہوئی کہ محمد تم سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ ”لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی والہام ہو۔ اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں۔“ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ نمبر 189)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیگر صوفیاء اور علماء کی طرح تھے؟

غامدی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امت میں گزرے گزشتہ دیگر صوفیاء سے مشابہت دیتے ہیں اور کہتے ہیں زیادہ سے زیادہ وہ ایک صوفی تھے۔جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ امتی نبی کا ہے۔اور یہ دعویٰ آپ علیہ السلام سے پہلے امت محمدیہ میں کسی نے نہیں کیا۔اس لیے آپ علیہ السلام کو امت محمدیہ کے صوفیاء کی طرح سمجھنا درست نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ کی احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آنے والے مسیح کو بیان فرمایا اور یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ ﷺ اور اس مسیح درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔

آنے والے مسیح کو حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ نے چار مرتبہ نبی اللہ قرار دیا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں درج حدیث میں دجال کے مقابلہ کے لیے آنے والے مسیح کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے چار مرتبہ ''نبی اللہ'' ارشاد فرمایا ہے اس لمبی حدیث میں سے متعلقہ حصے حسب ذیل ہیں۔آنحضور ﷺ فرماتے ہیں: ''يُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ'' یعنی نبی اللہ عیسیٰ کو گھیر لیا جائے گا اور اس کے صحابہ بھی۔

پھر فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔۔فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ، پھر وہ توجہ فرمائے گا۔خدا تعالیٰ کی طرف یا دعاؤں کی طرف اور اس کے ساتھی رضوان اللہ علیہم بھی۔پھر فرماتے ہیں:۔۔۔۔ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ، پھر حضرت عیسیٰ نبی اللہ اور آپ کے اصحاب اتریں گے اور پھر فرماتے ہیں:۔۔۔فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ، پھر وہ توجہ فرمائے گا۔خدا تعالیٰ کی طرف یا دعاؤں کی طرف اور اس کے ساتھی رضوان اللہ علیہم بھی۔(صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال وصفتہ ومامعہ) گویا آنحضرت ﷺ نے چار مرتبہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر ذکر فرمایا ہے۔

2.ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے آنے مسیح موعود کو نبی قرار دیا، اور اسے پہچاننے کی ہدایت کی گئی ہے۔فرمایا کہ

"لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: میرے درمیان اور اس مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ آئندہ نازل ہونے والے ہیں۔جب تم اسے دیکھو تو اس کو ضرور پہچاننو۔(ابوداود کتاب الملاحم، باب خروج الدّجال۔)

غامدی صاحب کو یہ مضمون بیان کرتے ہوئے بھی غلطی لگی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں اُن کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدؐیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔اور بجز اِس کے سب راہیں بند ہیں۔تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اِس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت محمدؐیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اِس میں فیض ہے اِس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے مکالمہ مخاطبہ کا اُس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔مگر اِس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدؐیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں اُمّتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اُس پر صادق آ سکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدؐیہ کی ہتک نہیں بلکہ اُس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیّت کی رو

سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 312،311)

"ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول

"من نیستم رسول و نیاوردہ اَم کتاب"

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیّین کی مُہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مُہر نہیں ٹوٹتی"

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 211،210)

درد

بشریٰ حفیظ۔ ایڈمنٹن

ایک تو ہے درد کا جس سے ذکر میں نے کیا
ورنہ راہ درد میں تنہا سفر میں نے کیا
رنج و غم یاس و علم سب کر دیے تیرے حضور
ساتھ اس کے بھیگتا دامن نظر میں نے کیا
تو خیالوں میں میرے رہتا ہے خوشبو کی طرح
رات کے پچھلے پہر تجھ سے ذکر میں نے کیا
نعمتیں جو ہوں عطا تو بھول نہ پاؤں تجھے
اس بھرے میلے میں بس یہی فکر میں نے کیا
طے کیا ایسے اندھیروں سے اجالوں کا سفر
جب حریم قدس کو تھا راہبر میں نے کیا
جانتا ہے تو کہ کتنے زخم تھے دل میں نہاں
زندگی کو پھر بھی تھا ہنس کر بسر میں نے کیا
دیکھے صحرا کے بگولوں میں جو ذرے ناچتے
ایک اس لمحے میں صدیوں کا سفر میں نے کیا
بشریٰ جلتی ریت کے نیچے نمو کو دیکھ کر
ایک نظارہ تھا قدرت تام کا میں نے کیا

نئے سال (یا نئے مہینے)

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَرِضْوَانٍ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَجَوَارٍ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

خاندانی تعارف اور ہمارا علمی ورثہ

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب انجینئر سویڈن

سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام ’’فتح اسلام‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں

" اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے ر وبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔سو اس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے۔۔۔۔دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے۔۔۔تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔خدا تعالیٰ نے چندین ہزار نبی اور رسول بھیجے اور ان کی شرف صحبت میں مشرف ہونے کا حکم دیا۔۔۔۔چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کو لکھے جاتے ہیں۔۔۔ پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے۔۔ (فتح اسلام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 10 تا 26)

سلطان القلم:: جہاں تک تالیف وتصنیف،اشتہارات اور مکتوبات اور ملفوظات کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود نے اپنی حیات طیبہ میں 90 سے زیادہ کتب،متعدد اشتہارات اور مکتوبات تحریر فرمائے 10 جلدیں آپ کے ملفوظات کی ہیں۔آپ کی بیان فرمودہ تفسیر قرآن کی 8 جلدیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام آپ کو سلطان القلم کا خطاب عطا فرمایا۔’’یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں۔اس لئے ہم کو چاہیئے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہمرنگ ہو جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہیئے اور وہ ہتھیار ہے قلم ۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا" (الحکم 17 جون 1901ء)

اس قدرے طویل پس منظر کے بعد تحدیث نعمت کے طور پر یہ عاجز اپنے آباء اور اپنے علمی ورثہ کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔

حضرت الحاج میاں عبدالرحمن صاحب ؓ بھیروی

آپ اس عاجز کے دادا تھے اور بھیرہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی ہمسائیگی میں رہتے تھے۔آپ 1874ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولوی صاحب کی وجہ سے بھیرہ میں بعثت مسیح موعود وامام مہدی کا بہت چرچا تھا۔آپ نے حضرت مسیح موعود کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور 1898ء میں والدین سے خفیہ طور پر قادیان جا کر حضور علیہ السلام کی بیعت کر لی اور صحابہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔آپ اپنی والدہ اور دو بھائیوں کو لے کر 1924ء میں حج پر چلے گئے اور حج کرنے کے بعد ناگہانی طور پر جدہ میں وفات پا گئے۔آپ خدا کے فضل سے علمی شخصیت تھے۔آپ کی ناگہانی

وفات کے بعد ان کے کمسن بچے ان کے علمی ورثہ کو نہ سنبھال سکے اور ان کی گراں قدر لائبریری بھی ضائع ہوگئی جو حضور علیہ السلام کی کتب اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لٹریچر اخبارات اور رسائل پر مشتمل تھی۔ تاہم ان کا ایک اشتہار مل گیا جسے اس عاجز کے والد صاحب نے بھیرہ کی تاریخ احمدیت میں شامل کیا ہے۔ اور ہمارے پاس یہی ہمارے دادا جان کا علمی ورثہ ہے

عنوان اشتہار۔ آریوں کا خدا۔ عیسائیوں کا خدا اور مسلمانوں کا خدا

میں اس اشتہار کو مولا کریم کے نام سے شروع کرتا ہوں جو زمین اور آسمان کو اور مافیہا کو بغیر کسی مدد کے پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے کان نہیں مگر کیڑے کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے۔ آنکھیں نہیں مگر ظاہر و چھپی سب چیزوں کو دیکھتا ہے (1) وہ رب ہے ذرہ سے لے کر بڑی چیز کا پالنے والا (2) رحمٰن ہے بے شمار چیزیں اس نے بن مانگے دی ہیں۔ (3) رحیم ہے سچی توبہ سے گناہ معاف کر دیتا ہے اور محنت کا پھل ضرور دیتا ہے (4) مالک ہے جزا سزا کا پورا اختیار رکھتا ہے۔ کوئی اس پر نگران نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ مادہ اور روح کا محتاج نہیں۔ وہ گونگا نہیں کہ وید کے زمانہ کے بعد خاموش ہو بلکہ اسلام کا خدا ہر زمانہ میں بذریعہ الہام اپنے بندوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس زمانہ میں لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا ہے۔ لہذا غیرت خداوندی نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی موعود بنا کر مبعوث کیا۔ آپ کے لئے آسمان پر کسوف وخسوف ماہ رمضان 1894ء میں ظاہر ہوئے جیسا کہ دارقطنی میں پیشگوئی ہوئی تھی۔ زمین نے طاعون کے ذریعہ گواہی دی مطابق پیشگوئی مشکوٰۃ شریف۔ کیا اب بھی خدائے قادر کے بولنے میں کچھ شک باقی ہے۔ جب کہ اس زمانہ کے مامور کے ذریعے خداوند کریم کے الہام کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ دشمن لیکھرام غیبی چھری سے ہلاک ہوا نیز اسلام کا شدید دشمن ڈوئی (امریکہ) آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا۔ حضرت مرزا صاحب پر مخالفین نے خوفناک مقدمات بنائے مگر ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپکو کامیابی کی خوشخبری دی جو پوری ہوئی۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت	اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس کام کو کہے کہ کروں گا میں ضرور	ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

یہ مسلمانوں کا خدا ہے۔ لیکن آریہ صاحبان کا خدا دیکھیے غصہ تھمتا ہی نہیں۔ نہ ہی اس سے کوئی امید ترقی کی ہوسکتی ہے؟ کیونکہ آریوں کے نزدیک تناسخ کا چکر قائم ہے ورنہ دنیا کا خاتمہ ہوجائے گا۔ مجھے تناسخ والوں سے اس جواب کا انتظار ہے مثلاً جس شخص کی والدہ دوسرے جنم میں اس کی زوجہ بن جائے تو اس کا کیا حال ہوگا (ستیارتھ پرکاش باب نمبر 9) تناسخ کے رو سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ اس اصول سے دنیا میں حیوان اور پرندے ہی ہونے چاہئیں۔ کیونکہ کل جگ ہے اور سب انسان گنہگار ہیں جس کے نتیجے میں انسان بری صورتوں میں پیدا کئے جاتے ہیں۔ عیسائی صاحبان کا خدا آرام سے بیٹھا ہے۔ اس نے لوگوں کے گناہوں کے بدلہ میں اپنا اکلوتا بیٹا (عیاذ اللہ) مسیح پھانسی پر لگوا دیا۔ اب عیسائی آزاد ہیں کفارہ کو مانیں اور جو گناہ چاہیں کریں۔ اسی عقیدہ نے یورپ میں فسق وفجور پھیلا دیا ہے۔ تثلیث کا عقیدہ بھی عقل کے خلاف ہے۔ اب سلیم الفطرت فیصلہ کرلیں کہ کون سا مذہب انسان کو اپیل کرتا ہے۔ یقیناً اسلام ہے جو خداوند کریم کی جامع صفات حسنہ کو پیش کرتا ہے۔ پس ہر قیمت پر حق کو قبول کرنا چاہیئے۔ دنیا روزے چند آخر کار با خدا وند

المشتہر۔ ایم عبدالرحمن بھیرہ ضلع سرگودہا

صحابہ نے حضرت مسیح موعود کا طریق اختیار کرلیا تھا اور حضور علیہ السلام کی عکسی تصویر بن گئے تھے جس کی جھلک اس اشتہار میں بھی نظر آتی ہے۔ آپ کی اہلیہ جن کا نام غلام بی بی تھا بھی بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ ان کا خاندان ان کی دعوت الی اللہ سے احمدی ہوگیا تھا۔ ان کی وفات 1923 میں ہوئی تھی۔ اس عاجز کے دادا اور دادی کی اولاد ایک بیٹی اور چار بیٹوں پر مشتمل تھی۔ علمی ذوق صرف اس عاجز کے والد صاحب کو نصیب ہوا۔

حضرت میاں الہ دین صاحب بھیروی

آپ اس عاجز کے پڑدادا تھے۔ یہاں پر اس امر کا ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ ہمارے دادا جان نے اپنے والد میاں الہ دین بھیروی کو اپنی بیعت کے بعد قادیان بلا کر حضور علیہ السلام کے حضور پیش کر دیا تھا وہ بڑی سعید روح تھی انہوں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا اس لئے آگے بڑھ کر بیعت کر لی تھی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔

''وہ لوگ بہت تعریف کے قابل ہیں جو کسی راستباز کا چہرہ دیکھ کر شناخت کر لیتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد 5) نیز فرمایا ''بعض سعید ایسے بھی ہیں کہ جو چہرہ دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ یہ کذاب اور مکار کا چہرہ نہیں۔'' (لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 238)

اس عاجز کے پڑدادا جان حضرت میاں الہ دین صاحب کی پیدائش 1852ء کی ہے دونوں باپ بیٹے کی بیعت 1898ء کی ہے۔ آپ کی وفات 1905ء کی ہے۔ 1905ء میں ہی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب کی وفات ہوئی تھی نیز حضرت مولوی نورالدین صاحب کی زوجہ اول (فاطمہ) جو بھیرہ کے مفتی خاندان سے تھیں رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ آپ کی اہلیہ بڑی خوش نصیب خاتون تھیں۔ 1924 میں حج اکبر کی سعادت حاصل کی اور اگلے روز وہیں اللہ کے حضور حاضر ہوگئیں اور کہیں حضرت ہاجرہ کے قدموں میں دفن ہوئیں۔ آپ کا نام غلام فاطمہ تھا۔ اس عاجز کے پڑدادا اور پڑدادی کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھیں لیکن علمی ذوق صرف ہمارے دادا جان کو نصیب ہوا۔

اس عاجز کے والد۔ حضرت میاں فضل الرحمن بسمل سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ

آپ صحابی نہیں تھے بلکہ پیدائشی احمدی تھے آپ کی پیدائش بھیرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز پر 1909ء میں ہوئی تھی۔ 13,14 سال کی عمر میں آپ کے والدین فوت ہو گئے تھے آپ کے بڑے بھائی حضرت میاں عطاالرحمن صاحب آپ کو 1924ء میں قادیان چھوڑ آئے تھے۔ جہاں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ ٹی آئی ہائی سکول قادیان سے 1926ء میں میٹرک کیا۔ آپ کی کلاس کی الوداعی تقریب کا گروپ فوٹو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ ہوا اور آپ کو حضور کے قدموں میں جگہ ملی۔ (گروپ فوٹو بطور یادگار ہمارے پاس ہے اور لندن اور قادیان مخزن تصاویر میں بھی ہے) میٹرک کے بعد آپ نے زیادہ تر تعلیم پرائیوٹ طور پر حاصل کی۔ اور بی اے بی ٹی کرنے کے بعد زیادہ تر گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں سینئر انگلش ٹیچر رہے اور گورنمنٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں لگا دیا جہاں آپ انگلش، اردو اور فارسی پڑھاتے رہے۔ 10؛ جنوری 1993ء کو آپ کی 84 سال کی عمر میں وفات ہوئی (وصیت نمبر 5620)۔ ہماری والدہ 15 جنوری 1989ء میں وفات پا گئیں تھیں (وصیت نمبر 17502)۔ موصی ہونے کی وجہ سے والدین کی تدفین بہشتی مقبرہ دارلفضل ربوہ میں ہوئی۔ آپ اعلیٰ پایہ کے شاعر اور ادیب تھے۔ آپ کی مطبوعات درج ذیل ہیں۔

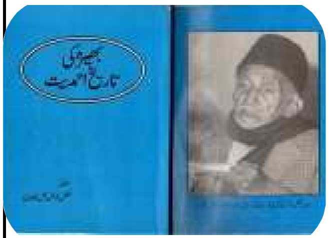

بھیرہ کی تاریخ احمدیت:: اپنی امارت کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے مولد و مسکن بھیرہ کی تاریخ لکھنے کی توفیق دی۔ اس مختصر کتاب میں تقریباً تمام بھیرہ کے صحابہ اور احمدی خاندانوں کی نشاندہی ہوجاتی ہے۔ مرکز کی اجازت سے یہ کتاب 1972 میں شائع ہوئی۔

آپ کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''بھیرہ کی جماعت تاریخ احمدیت میں سابقون کی جماعت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین 313 صحابہ میں سے بھیرہ کے احمدیوں کی تعداد سات فیصد تھی اور یہ تعداد بلحاظ تناسب آبادی سب مقامات کی تعداد سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے بطل عظیم حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ''زوج'' (ساتھی) قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے بھیرہ گویا دوسرا قادیان

ہے۔آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے اور آپ کی اہلیہ (اس عاجز کی والدہ) بھی موصیہ تھیں۔آپ کو زندگی بھر مقدور بھر خدمت دین وملت کی توفیق ملی۔ اور وفات کے بعد دونوں کو بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں جگہ ملی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے آپ تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہدین میں شامل تھے۔

آپ کی وفات پر بھیرہ کی جماعت نے جو قرارداد منظور کر کے الفضل اخبار میں 9 مارچ 1993ء میں چھپوائی اس میں تاریخ احمدیت کا بطور خاص ذکر کیا"۔آپ نے 1972ء میں بھیرہ کی تاریخ احمدیت بھی لکھی جو آپ کی طرف سے ہمارے پاس بہترین تحفہ ہے۔"

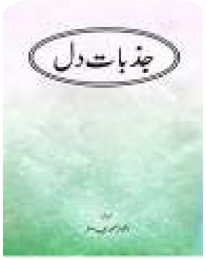

جذبات دل:: آپ ایک اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔آپ کی متعدد نظمیں جماعت کے جرائد میں شائع ہوتی رہیں اور کئی مشاعروں میں آپ نے اپنا کلام سنایا 1979ء میں مسجد اقصیٰ ربوہ میں نعتیہ مشاعرہ ہوا سٹیج پر حضرت مرزا طاہر احمد (قبل از خلافت) اور حضرت شیخ محمد احمد مظہر تھے اس تاریخی نعتیہ مشاعرہ میں بھی آپ نے اپنا کلام پیش کیا۔

1974 کے ہنگاموں کے دوران آپ بھیرہ کے امیر جماعت تھے 31 مئی جمعہ کے روز مشتعل ہجوم نے آپ کے گھر پر حملہ کیا آپ زخمی ہو گئے لیکن اللہ نے جان بچالی گھر کا سامان لوٹ لیا اور جلا دیا۔آپ کی کتب اور ذاتی ڈائریاں بھی جل گئیں۔مکان بھی چھین لیا گیا۔آپ نے بے سروسامانی میں ربوہ ہجرت کی۔آپ کی وفات کے بعد جو نظمیں اس عاجز کو مل سکیں

انہیں "جذبات دل" کے نام سے چھپوا دیا۔آپ کو میاں محمد سلیم شاہجہانپوری اور رانا عبدالرزاق خان نے اپنی کتب میں نامور احمدی شعراء میں شامل کیا ہے اور آپ کے کلام کے نمونے دیئے ہیں خدا رسول کے عشق اور صحابہ اور خلفاء کی محبت میں اور ہر موقع کی مناسبت سے آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتے رہے۔بچوں کی پیدائش اور نکاح شادی کے موقع پر اور جماعت کی تقریبات بھیرہ کا حضرت مصلح موعود کا دورہ، مصلح موعود کی رحلت اور خلیفہ ثالث کا انتخاب، چودھویں پندرھویں صدی کا سنگم، خلیفہ رابع کی ہجرت، صد سالہ احمدیہ جوبلی پر آپ دعائیہ نظموں کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے۔اپنے بزرگوں کی یاد اور اگلی نسل کی تربیت اپنے منظوم کلام میں کرتے رہے۔

ہماری والدہ صاحبہ کا نام عزیزہ بیگم بنت میاں امام دین تھا۔آپ کے دادا حضرت میاں غلام محی الدین صاحبؓ بھی صحابی تھے۔آپ کی دادی حضرت عمر بانو صاحبہ (جو کہ بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں) کی ایک مبشر خواب کے نتیجے میں آپ کا سارا کنبہ احمدی ہو گیا۔انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی بزرگ اونٹ پر سوار ہو کر پبلک اعلان کر رہا ہے کہ امام مہدی قادیان میں کا بہت ہاتھ تھا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔جہاں تک پڑھ سکتے تھے ان کو پڑھایا اور ان کی اور ان کے بچوں کی تربیت کی۔اللہ تعالیٰ آپ کے اور والدہ صاحبہ کے درجات بلند فرمائے۔(آپ کی اولاد: زینت النساء، محمد عبدالطیف شاہد، احمد سعید اختر محمود مجیب اصغر۔طاہرہ سلطانہ۔نصرت فرزانہ، طارق منصور احمد، خالد بلال احمد)

انجینئر محمود مجیب اصغر سابق امیر ضلع مظفر گڑھ وضلع اٹک

اس عاجز کی پیدائش بھی بھیرہ کی ہے۔بچپن میں اس عاجز کو حضرت مصلح موعود خواب میں اکثر اپنے صحابہ آباء کی چھت پر بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔اس عاجز کی تعلیم وتربیت میں والدین کا بہت اثر ہے۔انہوں نے شروع سے ہمارا خلافت سے پختہ تعلق پیدا کروا دیا تھا۔گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے میٹرک کرنے کے بعد ٹی آئی کالج ربوہ سے اس عاجز نے ایف ایس سی کی اور خدا کے فضل سے انجینئر نگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ مل گیا جہاں سے اس عاجز نے بی ایس سی (سول) انجینئر نگ کر لی۔الحمد للہ۔تعلیم کے دوران اور بعد میں یہ عاجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھتا تھا اور لکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔جہاں بھی رہا خلیفہ وقت کے ساتھ خط وکتابت اور دور ونزدیک سے آکر ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا۔ہم پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں

۔اس عاجز کا خیال ہے کہ اپنے سب بہن بھائیوں میں اس عاجز کو ہی اپنے باپ دادا کا علمی ذوق وراثت میں منتقل ہوا۔ 1967ء سے اس عاجز نے جماعتی رسالوں اور اخبار الفضل میں لکھنا شروع کیا اور intermittently مختلف نوعیت کے مضمون چھپتے رہے۔قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود کی کتب سے اس عاجز نے بہت استفادہ کیا۔تین سال مسلسل خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ مقابلہ مضمون نویسی میں اس عاجز کا مقالہ اول آتا رہا اور دو بار براہ راست خلیفۃ المسیح الثالث سے سالانہ اجتماع پر اول انعام وصول کیا اور حضور کے ساتھ تصویر خالد رسالہ میں چھپی۔

1977ء میں پہلا مقالہ اول آیا جس کا عنوان تھا آنحضرت ﷺ کے سفر ہجرت مدینہ تک اس مقالے کے کچھ حصے الفضل نے از خود شائع کئے۔

اگلے دو مقالے 1978 اور 1979 میں اول آئے ان کے عناوین تھے۔سیرت آنحضرت (شعب ابی طالب) اور صلح حدیبیہ۔ان دنوں جلسہ سالانہ پر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب غزوات النبی میں آنحضرت کا خلق عظیم بیان فرما رہے تھے ۔اس عاجز کو محمد اسلم منگلا صاحب نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب نے اول دوم سوم آنے والے مقالے بھی منگوائے ہیں۔منگلا صاحب اس وقت خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں معتمد کے عہدے پر فائز تھے۔

الفضل، خالد، تشحیذ الاذہان۔ماہنامہ انصار اللہ اور مصباح میں مضامین شائع ہونے کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا ریکارڈ یہ عاجز نہیں رکھ سکا۔

1980ء/1979ء میں خلیفۃ المسیح الثالث نے بچوں کے لئے Short storybooks لکھنے کی تحریک فرمائی جس میں اس عاجز نے بھرپور حصہ لیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے عاجز کی مندرجہ ذیل کتب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ/مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے شائع کیں۔

1۔ سیرت و سوانح حضرت علی رضی اللہ عنہ اشاعت 1980ء (مصنف امام بشیر احمد خان رفیق و محمود مجیب اصغر)

2۔حضرت خالد بن ولید کی آپ بیتی۔اشاعت 1981ء (اس کے لئے حضرت خلیفہ ثالث ؒ نے ایک پاکستانی جرنیل آغا ابراہیم اکرم کی کتاب The Sword of Allah پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔) 3۔طارق بن زیاد کی آپ بیتی۔اشاعت 1983ء

(جب خلیفہ ثالث ؒ نے سپین کی پہلی مسجد بشارت کا 9 اکتوبر 1980 کو سنگ بنیاد رکھا تو اس عاجز نے طارق بن زیاد پر کتاب لکھنی شروع کر دی۔)

4۔پہلا احمدی مسلمان سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام بی اشاعت 1983ء۔

ابھی یہ عاجز طارق بن زیاد پر کتاب لکھ رہا تھا تو خلیفہ ثالث ؒ نے محمود احمد صاحب بنگالی صدر خدام الاحمدیہ کو ارشاد فرمایا کہ بچوں کے لئے ڈاکٹر سلام پر کتاب لکھوائیں جنہیں 1979ء میں فزکس کا نوبیل انعام ملا تھا۔چنانچہ انہوں نے یہ کام اس عاجز کے سپرد کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کی دعا سے یہ دونوں کتابیں خلافت ثالثہ میں مکمل ہو گئیں لیکن ان کی اشاعت خلافت رابعہ کے آغاز پر ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1983ء کے جلسہ سالانہ پر اور کتابوں کے ساتھ ان دونوں کتب کا ذکر بھی فرمایا۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سے ملاقات:::ڈاکٹر سلام 1983ء کے جلسہ سالانہ پر ربوہ آئے ہوئے تھے ان کے ایک بھائی انجینئر عبدالسمیع صاحب نے

گیسٹ ہاؤس میں ان سے ملاقات بھی کروائی تھی اس ملاقات میں اس عاجز نے انہیں ان پر لکھی گئی کتاب بھی پیش کی تھی۔

5۔سیرت وسوانح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔اشاعت 1993ء 6۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔اشاعت 1994ء

7۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔اشاعت 1995ء 8۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔اشاعت 2008ء

اس کا انگلش ترجمہ 2020ء میں خوبصورت تصاویر کے ساتھ وکالت تصنیف نے لندن سے شائع کیا۔

Children Book Series KHALIFATUL MASIH III Hazrat Mirza Nasir Ahmad

9۔حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔اشاعت 2008ء

10۔سیرت وسوانح حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔اشاعت 1997ء۔مجلس انصاراللہ پاکستان نے شائع کیا

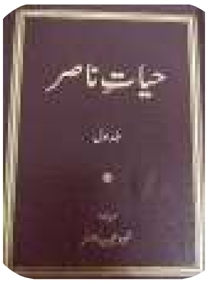

11۔حیات ناصر جلد اوّل۔اشاعت 2000ء نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان

حیات ناصر کی تصنیف کا کام صد سالہ احمدیہ جوبلی کے اشاعت کے منصوبہ میں شامل تھا جو 1987ء میں اس عاجز کے سپرد کیا گیا اس کے لئے ایک نگران کمیٹی مقرر کی گئی جو پروفیسر محمد علی صاحب اور صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب پر مشتمل تھی۔اس میں کئی نشیب وفراز آئے اور جلد اوّل 2000ء میں چھپ گئی جلد دوم بوجوہ ابھی شائع نہیں ہوسکی۔یہ کام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر اس عاجز کو تفویض کیا گیا تھا۔

12۔میرے ماں باپ۔حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔''اپنے آباؤ اجداد کے حالات کی واقفیت بہت سے اعلیٰ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔''

اسی مقصد کے لئے اس عاجز نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور نظارت اشاعت کی اجازت اور منظوری سے یہ کتاب لکھ کر چھپوائی۔

اس کتاب کا تعارف محترم چوہدری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ نے لکھا۔''عزیزم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب نے اپنے والدین اور بزرگوں (جو زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب تھے) کے مطبوعہ حالات کو یکجا کر کے انہیں کتابی شکل دی ہے۔ان کے آباؤ اجداد کا تعلق حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کے مولد ومسکن بھیرہ سے ہے۔حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے۔بھیرہ سے ہم کو نصرت پہنچی ہے (ذکر حبیب صفحہ 164) اس حوالہ سے یہ خاندان بھی بھیروی ہونے کے ناطے سے اس بشارتیں شامل ہے۔''

متفرق اخبارات اور رسالہ جات: مندرجہ ذیل اخباروں اور رسالوں میں اس عاجز کے مضامین چھپتے رہے ہیں۔

روزنامہ الفضل، الفضل آن لائن، گلدستہ علم وادب آن لائن، الفضل انٹرنیشنل لندن، بدر قادیان، انصاراللہ قادیان، ریویو آف ریلیجنز، انصار الدین یوکے، الھدیٰ سویڈن، المنار آن لائن یوکے، جرمنی، امریکہ، گزٹ کینیڈا، النور امریکہ، انگلش گزٹ امریکہ،

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدی آرکیٹکٹس اینڈ انجینئرز (IAAAE)

یہ ایسوسی ایشن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1980ء میں قائم فرمائی تھی۔1989ء میں صد سالہ احمدیہ جوبلی کے موقع پر ایک دیدہ زیب سووینئر 1889ء 1989ء) نکالا گیا جس کا صدر/ایڈیٹر اس عاجز کو نامزد کیا گیا۔اس کے تسلسل میں ٹیکنیکل میگزین ہر سال نکالنے کا اجراء ہوا۔18 میگزین (2022ء تک) اس عاجز کی صدارت میں نکلتے رہے ہر میگزین میں اس عاجز کا مضمون شامل ہوتا رہا۔2022ء میں سویڈن آنے کے بعد اب ایڈیٹوریل کمیٹی کا نیا صدر بنایا گیا ہے تاہم یہ عاجز بھی اس کا ممبر ہے۔

قندیل حق London::محترم رانا عبدالرزاق خان صاحب لندن سے قندیل حق نام سے ضخیم رسالہ نکالتے ہیں انہوں نے اس عاجز کو ایڈیٹوریل بورڈ میں رکھا ہوا ہے اور ہر رسالے میں اس عاجز کے ہمیشہ ایک، ایک دو، دو اور بعض اوقات تین، تین مضمون آتے ہیں۔

لاہور انٹرنیشنل لندن::ثاقب زیروی صاحب کے لاہور رسالہ کی طرز پر انگلش میں محی الدین عباسی صاحب یو کے سے ایک رسالہ نکالتے ہیں اس میں بھی عموماً سائنسی امور پر اس عاجز کے مضمون بھی آتے رہتے ہیں۔ذالك فضل الله يو تيه من يشاء والله ذو الفقل العظيم

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ کے تعریفی کلمات

مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ کے حوالے سے اپنے مکتوب 24 مئی 1993ء میں لکھا۔نیز حضور نے فرمایا ’’بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کے دادا پردادا بھی صحابی تھے ماشاء اللہ چشم بددور۔بڑا مقدس خون ہے جو آپ کے اندر موجیں مار رہا ہے۔‘‘

اہل وعیال::اس عاجز کی اہلیہ کا نام مریم صدیقہ (شادی کے بعد مریم محمود تھا۔)

ان کی پیدائش ایبے سینیا میں ہوئی جہاں ان کے والد ڈاکٹر سردار نذیر احمد (ابن حضرت سردار عبدالرحمن صاحب سابق مہر سنگھ) مشنری ڈاکٹر تھے۔ بچپن ایبے سینیا، عدن اور کینیا میں گزارا اور اپنی والدہ کے ساتھ پھر ربوہ آ گئیں۔ان کی دادی غلام فاطمہ خلیفہ نورالدین جمونی کی بیٹی تھیں۔خلیفہ نورالدین جمونی حضرت خلیفة المسیح اول مولوی نورالدین صاحب کے شاگرد خاص تھے۔حضرت خلیفہ اول نے ہی جموں میں ان کا رشتہ حضرت سردار عبدالرحمن مہر سنگھ سے کروایا تھا۔نورالدین جمونی جلال پور جٹاں (گجرات) کے تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس قرآن وحدیث پڑھنے بھیرہ آ گئے تھے۔حضرت مولوی صاحب نے ان کی شادی اپنی اہلیہ کے مفتی خاندان میں کروادی تھی۔جب وہ مہاراجہ جموں کشمیر کے شاہی طبیب مقرر ہوئے تو ان کو بھی ساتھ لے گئے اور ریاست میں ملازم کروادیا۔مہاراجہ نے انہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب کا خلیفہ کہنا شروع کیا وہاں سے یہ خلیفہ نورالدین کہلانے گئے سری نگر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر انہوں نے ہی دریافت کی تھی۔مریم صدیقہ کے نانا اعوان قوم میں سے تھے اور چکوال کے رہنے والے تھے ان کا نام ملک کرم دین مومن تھا اور وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔

مریم صدیقہ اور اس عاجز کا نکاح حضرت خلیفة المسیح الثالث ؒ نے پہلے دورہ مغرب کے بعد 26 اگست 1967 کو مسجد مبارک ربوہ میں پڑھا تھا اس وقت مریم ایف اے کی سٹوڈنٹ تھی۔ڈیڑھ سال بعد ہماری شادی ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ہمیں نو بچے عطا فرمائے (1) عائشہ نصرت (2) محمود منیر اکبر (3) امۃ المجیب (4) امۃ القیوم صبا (5) عطیۃ الخبیر (6) قرۃ العین بشریٰ (7) محمود فاتح احسن (8) راشدہ طلعت (9) ماریہ سطوت

مریم بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں اس عاجز کو گھر کا کام نہیں کرنے دیتی تھیں۔کہتی تھیں آپ اپنا علمی کام کریں گھر کے کاموں کے لئے میں جو ہوں۔ان کو مقدور بھر خدمت دین کی توفیق ملی۔دارالصدر شمالی انوار ربوہ کی آٹھ سال صدر لجنہ رہیں۔کئی بچوں کو قرآن پڑھایا دعوت الی اللہ کو جذبہ بلکہ جنون انہیں اپنے آباؤ اجداد سے گویا ورثہ میں ملا ہوا تھا۔بچوں کی تعلیم وتربیت اور رشتوں میں خاص کردار ادا کیا۔خلافت اور خاندان مسیح موعود کی خواتین مبارکہ کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔02 مئی 2023ء کو ان کا انتقال ہوا اور بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ان کی تدفین ہوئی۔شادی کے فوراً بعد انہوں نے وصیت کروالی تھی۔ان کا وصیت نمبر 20013 ہے۔دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کا انجام بھی بخیر کرے اور مریم کے ساتھ ہی تدفین ہو۔آمین

حرف آخر::اے میرے رب! اب مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر کروں جو مجھ پر اور میرے والدین پر ہیں

اے میرے رب! اب مجھ سے تو وہ کام کرا جس سے تو راضی ہو جاوے اور میری اولاد کو میرے لئے صلاحیت بخش یعنی اگر میں نے والدین کے حق میں تقصیر کی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی کریں اور اگر میرے پر کوئی آوارگی کا زمانہ رہا تو ایسا نہ ہو کہ ان پر آوے۔اے میرے خدا! اب میں توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے فرماں برداروں میں سے ہو گیا ہوں۔(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 322)

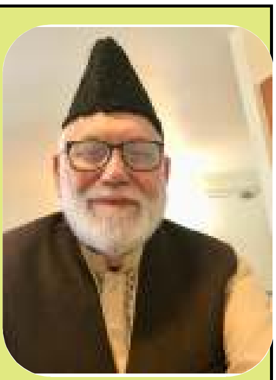

سیکھوانی برادران کا مختصر تعارف

(حضرت میاں جمال الدین صاحبؓ، حضرت میاں امام الدین صاحبؓ، حضرت میاں خیرالدین صاحبؓ)

(از خواجہ محمد افضل بٹ روچیسٹر جماعت نیو یارک اسٹیٹ)

سیکھوانی برادران انہیں گنے چُنے چند خوش نصیبوں میں سے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتے تھے ان کے حضرت اقدسؑ سے بے پایاں اخلاص کا ثبوت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے بار ہا نظر آتا ہے۔ پھر حضورؑ کے وصال کے بعد خلافت احمدیہ سے محبت اور اخلاص اور فدائیت ہی ان کا طرّہ امتیاز رہا۔ اس خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ نہ صرف یہ تینوں بھائی اور ان کی ہمشیرہ حضرت امیر بی بی صاحبہ عرف ''مائی کاکو'' نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آپ کی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی بلکہ ان کی والدہ حضرت شرف بی بی صاحبہ اور والد حضرت میاں محمد صدیق وائیں صاحب بھی حضور علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہو چکے تھے۔

رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ان 313 اصحاب کی فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج فرمائی ہے اس میں چند ایسے خوش قسمت افراد بھی ہیں جنہیں مع اہل بیت حضور نے اس فہرست میں شامل فرمایا ہے۔ ان میں حضرت میاں جمال الدین صاحبؓ، حضرت میاں امام الدین صاحبؓ، حضرت میاں خیرالدین صاحبؓ بھی شامل ہیں۔

حضرت میاں امام الدین سیکھوانی

سیکھوانی برادران :: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے نانا جان حضرت میاں امام الدین صاحب (والد محترم خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس) اور ان کے بھائیوں کا ذکر خیر اپنی تصنیفات میں فرمایا ہے اور انہیں سیکھوانی برادران کے طور پر بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس کشمیری خاندان کے بزرگ دوسو سال سے بھی زیادہ عرصہ قبل 1800ء میں کشمیر جس گاؤں سے ہجرت کر کے قادیاں کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ اس گاؤں کا نام بانچہ حالن (زُمر) ناروا تحصیل کولگام ضلع اننت ناگ (اسلام آباد) کشمیر تھا۔ یہ گاؤں محل وقوع کے لحاظ سے دامن کوہ میں واقع ہے۔ اس جگہ ایک بلند و بالا پہاڑ ہے جس کا نام مہ بال ہے۔ اس خاندان کے افراد غالباً ڈوگرہ راج میں جب کشمیر میں قحط سالی ہوئی تو وہاں سے ہجرت کر کے پنجاب میں آباد ہو گئے۔ ابتداء میں کچھ عرصہ قیام راجہ سانسی ضلع امرتسر میں رہا اور پھر تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں سیکھواں میں (جو قادیاں سے مغرب کی جانب چار میل کے فاصلہ پر ہے) آ کر آباد ہو گئے۔

(تفصیل کے لئے تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از محمد اسد اللہ قریشی صاحب صفحہ 38 تا 42)

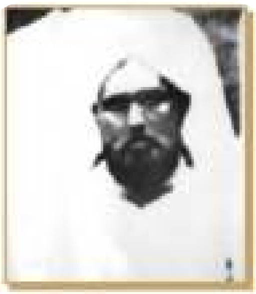
حضرت میاں خیرالدین سیکھوانی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں۔ ''سیکھواں ایک گاؤں کا نام ہے جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غربی واقع ہے۔اس جگہ کے تین بھائی میاں جمال الدین۔میاں امام الدین اور میاں خیرالدین صاحبان حضرت صاحب کے قدیم اور مخلص اصحاب میں سے ہیں۔

(سیرۃ المہدی روایت نمبر 517)

سیکھوانی برادران کے والد محترم حضرت میاں محمد صدیق صاحب وائیں ؓ کی وفات

''سیکھوانی برادران ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور گئے ہوئے تھے کہ وہاں انہیں خبر ملی کہ ان کے والد میاں محمد صدیق صاحب بیمار ہیں۔ چنانچہ یہ تینوں بھائی حضور علیہ السلام سے اجازت لے کر سیکھواں پہنچے لیکن وہاں پہنچنے سے قبل ہی ان کے والد صاحب فوت ہو چکے تھے۔اس وقت ابھی بہشتی مقبرہ کا قیام نہیں ہوا تھا اس لئے تدفین سیکھواں ہی میں ہوئی۔حضرت میاں خیرالدین صاحب فرماتے ہیں کہ: جب مَیں قادیان پہنچا تو حضورؑ نے فرمایا ہم نے تمہارے والد صاحب کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔اس وقت حضور مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔(رجسٹر روایات جلد نمبر (13)

سیکھوانی خاندان کے تعلقات حضرت مسیح علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت سے بھی قبل تھے اور قادیان آنا جانا رہتا تھا۔

اس خاندان کے افراد کا قادیان آنا جانا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے سے تھے۔ حضرت میاں امام الدین صاحب اس بارہ میں فرماتے ہیں: میری آمد ورفت قادیان میں کیوں ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیان میں میرے نانکے (ننھیال) تھے۔اس واسطے میری آمد ورفت زمانہ لڑکپن سے شروع تھی۔اس وقت میری عمر قریباً شائد باراں یا تیراں سال کی ہوگی۔اس وقت قادیان کی حالت نہایت بے رونق بستی تھی اور بازار خراب ہوتے تھے اور کثرت سے قمار بازی ہوتی تھی۔گویا ہر ایک کا پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ہنسی ٹھٹھا سے بات چیت ہوتی تھی۔کوئی بھی خدا کو یاد نہیں کرتا تھا۔ایک میاں جان محمد مرحوم مسجد اقصیٰ کے امام تھے وہ ایک نمازی تھے۔وہ حضرت صاحب کے پاس آتے جاتے تھے۔وہ میرے ماموں تھے۔(حضرت میاں جان محمد صاحب مرحوم یکے از رفقاء 313 مرتب)(حیات شمس خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس صفحہ 11)

حضرت میاں جان محمد صاحب کشمیری (جانو کشمیری) سیکھوانی برادران کے حقیقی ماموں تھے۔آپ مسجد اقصیٰ قادیان کے امام الصلوۃ تھے جنہیں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب رضی اللہ عنہ والد ماجد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے امام مقرر فرمایا تھا۔اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اس خاندان کے قادیان کے مغل فارسی الاصل خاندان سے دیرینہ اور قدیمی تعلقات تھے۔

سیکھوانی برادران کو عظیم الشان سعادت:: سیکھوانی برادران کو یہ عظیم الشان سعادت حاصل ہے کہ: حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی کتاب، اشتہارات اور ملفوظات میں مختلف مقامات پر ان تینوں بھائیوں کا ذکر خیر فرمایا ہے اور بعض جگہوں پر ان کے والد محترم کا بھی ان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ 1891ء میں قادیان میں منعقد ہوا۔جس میں 75 احباب نے شرکت فرمائی۔حضور علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''آسمانی فیصلہ'' میں ان احباب کرام کی فہرست بھی درج فرمائی ہے۔اس فہرست میں تینوں سیکھوانی برادران کے نام بھی شامل ہیں اور ان کے ساتھ ان کے ماموں حضرت میاں جان محمد صاحب کا نام بھی شامل ہے۔

''سلسلہ کے کارکنان کے ''قابل اعتماد'' کے لئے تین صفتیں ضروری ہیں''۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ سلسلہ کے کارکنان

کے بارہ میں فرمایا کہ ”جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ ان کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔اور وہ صفتیں یہ ہیں: دیانت،محنت،علم جب تک یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔فرمایا:

کارکن آدمی ہر جگہ جماعت کے اندر مل سکتے ہیں۔ایسے لوگوں کو ذاتی اخراجات کے واسطے جو کچھ دیا جاوے وہ بھی ناگوار نہیں گزرتا۔خواہ وہ معمولی واعظ کی تنخواہ سے زیادہ ہو کیونکہ کارکن کو جو کچھ دیا جائے وہ ٹھکانے پر لگتا ہے۔اس میں کوئی اسراف نہیں۔“

سیکھوانی برادران میاں جمال الدین۔میاں امام الدین،میاں خیر الدین صاحبان کا ایک دوست نے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کام کے واسطے رکھے جا سکتے ہیں۔حضرت نے فرمایا:”بے شک وہ بہت موزوں ہیں۔مخلص آدمی ہیں۔ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔تینوں بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ کون ان میں سے دوسروں سے بڑھ کر ہے۔“(ملفوظات جلد پنجم مطبوعہ ہندوستان ایڈیشن2003،صفحہ نمبر269)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ.اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (سورۃ التوبہ آیت111)یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں انہیں جنت ملے۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے اس بارہ میں بہت عمدہ نمونے پیش فرمائے اور آنحضور ﷺ کے غلام صادق کے اصحاب نے بھی اس سلسلہ میں کوئی کمی نہیں رہنے دی۔سیکھوانی برادران کوئی امیر نہ تھے لیکن دل کے ضرور امیر تھے۔اوراس کوشش میں رہتے تھے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی ہر تحریک میں لبیک کہنے والوں میں شامل ہوں۔حضور علیہ السلام نے بھی ان کے جذبہ قربانی کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے اپنی تحریرات میں مختلف جگہوں پر ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ان کے لئے دعاؤں کی تحریک فرمادی۔ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

حضور علیہ السلام ضمیمہ انجام آتھم میں فرماتے ہیں ”خدا نے ایسے مخلص اور جانفشاں ارادتمند ہماری خدمت میں لگا دیئے کہ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت دیکھتے ہیں...میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں،سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔“(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد1 صفحہ312_313)

منارۃ المسیح کی تحریک میں یک صد ادائیگی:: جب منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی گئی تو اس پر کچھ کام ہونے کے بعد رُک گیا تھا۔حضور علیہ السلام نے چندہ کی تحریک فرمائی کہ:دوسو آدمی ایک ایک سو روپیہ دیں اور ان کے نام دعا کی خاطر منارہ پر لکھے بھی جائیں گے۔میرے نانا جان میاں امام الدین صاحب سیکھوانی لکھتے ہیں کہ:”ہم نے حضور علیہ السلام کے پاس عرض کی کہ ہم تینوں بھائی مع والد یک صد روپیہ مل کر ادا کر سکتے ہیں اگر حضور منظور فرماویں۔تو حضور نے منظور فرمایا۔وہ روپیہ ادا کر دیا گیا تھا۔(رجسٹر روایات نمبر7 صفحہ426_427)

اس طرح سیکھوانی خاندان کو”منارۃ المسیح“قادیان کی تعمیر کے سلسہ میں تاریخی سعادت حاصل ہوئی۔چنانچہ منارۃ المسیح پر یہ نام یوں درج ہیں: نمبر شمار:64۔میاں محمد صدیق سیکھواں نمبر شمار:65 میاں امام الدین سیکھواں۔نمبر شمار:66 میاں جمال الدین سیکھواں۔نمبر شمار:67۔میاں خیر الدین سیکھواں

مالی قربانیاں قابلِ رشک نمونہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ اپنے خدام کی مخلصانہ مالی قربانیوں اور خدمات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے: میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپورہ اوران کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیر الدین نے پچاس روپیہ دیئے ہیں۔ان

چاروں صاحبوں (چوتھے حضرت منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور کا ذکر ابتداء میں فرمایا۔ یہ سیکھوانی برادران کے بہت قریبی دوست تھے۔ناقل) کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصّہ رکھتے ہیں گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔

(جلسہ الوداع۔ضمیمہ اشتہار الانصار 4 اکتوبر 1989ء۔بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم 167)

خدمات عالیہ:: حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس بیان کرتے ہیں: ''بہت سے ایسے صاحب علم دوست تھے جو غیر احمدی مولویوں کو مذہبی گفتگو میں ساکت کردیتے تھے۔البتہ وہ مولوی کے لقب سے ملقب نہ تھے۔ان میں مثال کے طور پر میرے تایا اور والد اور چچا میاں جمال الدین، میاں امام الدین اور میاں خیرالدین تھے۔جن کے مولویوں سے متعدد مباحثے ہوئے اور ان کے ذریعہ سینکڑوں سعید روحیں احمدیت کی آغوش میں داخل ہوئیں۔(صداقت مسیح موعود تقریر جلسہ سالانہ 1964ء باراول، ربوہ 1965ء صفحہ 160)

پیغام حق اور جماعتی خدمات:: ابتدائی ایام میں جب کہ ابھی باقاعدہ دعوت الی اللہ کا صیغہ قائم نہیں ہوا تھا، آپ آنریری طور پر دعوت الی اللہ کا کام کیا کرتے تھے۔ضلع گورداسپور کی بیشتر جماعتوں کے قیام میں آپ کا بھی دخل تھا۔سیکھواں میں احمدیت کا قیام تینوں بھائیوں کی دعوت الی اللہ سے ہوا۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر کرتے ہیں''اس گاؤں میں احمدیت کا محرک اور بانی ایک کشمیری خاندان ہے اور وہ تین بھائی میاں جمال الدین، میاں امام الدین، میاں خیرالدین ہیں۔حضرت اقدسؑ کے ساتھ ان کو بہت محبت اور اخلاص ہے۔یہ تینوں بھائی ایک دوسرے سے اخلاص میں بڑھے ہوئے ہیں۔بڑے مستعد اور جواں ہمت ہیں۔ان کے ساتھ ہی ان کا ایک پرانا دوست اور دینی بھائی منشی عبدالعزیز پٹواری سیکھواں ہے۔یہ شخص اپنے اخلاص کا آپ نمونہ اور نظیر ہے۔

ناناحضرت میاں امام الدین سیکھوانی کے عادات ومشاغل:: آپ اپنے بھائیوں میں منجھلے بھائی تھے۔آپ نہایت عبادت گزار، زاہد اور تہجد گزار تھے۔نماز کی پابندی کرنے والے تھے۔نہایت سادہ مزاج تھے اور ایمان میں پختہ تھے۔اپنے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ جمعہ میں شامل ہونے کے لئے قادیان آیا کرتے تھے۔چندہ جات اور مالی قربانیوں میں پیش پیش رہتے تھے۔سیکھواں سے قادیان اکثر پیدل آیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب حاصل کیا کرتے تھے۔حضورؑ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے اور حضور علیہ السلام کے ساتھ دسترخوان اور لنگر سے کھانا کھانے کے بے شمار مواقع میسر آئے۔آپ سلسلہ کی طرف سے کی جانے والی تحریکات میں استطاعت کے مطابق ضرور حصہ لیا کرتے تھے۔جماعت کی طرف سے جو خدمت بھی آپ کے سپرد کی جاتی اُسے بخوشی رضا کارانہ طور پر بجالایا کرتے تھے۔صبح کے وقت باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آواز بھی اچھی دی تھی۔آپ اکثر کام کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف سفروں میں آپ کو حضور کی معیت میں رہنے اور خدمت کی توفیق بھی ملتی رہی۔بالخصوص حضور علیہ السلام کے خلاف جو جھوٹے مقدمات بنائے جاتے تھے ان کی پیروی میں حضور کی ہمرکابی کا شرف ان تینوں بھائیوں کو حاصل ہوتا تھا۔

حضرت میاں امام الدین صاحب کی شادی:: آپ کی شادی بھاگووال تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے ایک خاندان میں حضرت میاں کریم بخش صاحب جو 313 (اصحاب) میں سے تھے، کی بیٹی حضرت حسین بی بی صاحبہ سے ہوئی تھی۔آپ خاموش طبیعت واعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔بچوں سے بہت پیار و محبت سے پیش آتیں۔بوقت وصال آپ اپنی بیٹی رمضان بی بی صاحبہ کے ہاں احمد نگر نزد ربوہ رہائش پذیر تھیں اور آپ کا وصال 19 ستمبر

1960ء کو نوے (90) سال سے زائد عمر میں ہوا۔ آپ موصیہ تھیں۔ آپ کا وصیت نمبر 434 تھا اور 1/6 حصّہ کی وصیت تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت 1891ء میں کی تھی۔ آپ کا جنازہ حضرت شمس صاحب نے دارالضیافت کے بالمقابل گھاس کے پلاٹ میں پڑھایا۔ جس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ (الفضل ربوہ 21 ستمبر 1960ء)

اولاد:: آپ کے چار بچے چھوٹی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں اور دو بیٹوں سے نوازا

(1) محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حسین بخش صاحب
(2) محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ اہلیہ حاجی ولی محمد صاحب
(3) محترمہ رمضان بی بی صاحبہ اہلیہ خواجہ محمد حسین صاحب بٹ
(4) حمیدہ بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری وزیر محمد صاحب پٹیالوی
(5) بشریٰ بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی چراغ دین صاحب مربی سلسلہ
(6) حضرت بشیر احمد صاحب زوجہ فاطمہ بی بی صاحبہ
(7) حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس زوجہ سعیدہ بانو صاحبہ بنت حضرت خواجہ عبیداللہ صاحب (رفیق) ریٹائرڈ ایس ڈی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سب کی اولاد اور اولاد در اولاد اپنے اپنے رنگ میں اسلام و احمدیت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہے اور مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی صورت میں ایک ستارہ نکلا جو شمس بن کر ایک لمبا عرصہ اپنی بابرکت کرنوں سے ایک عالم کو مستفیض کرتا رہا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا سچا اور حقیقی خادم و وفادار بنا رہا اور اپنے آقا سے خالد احمدیت کے لقب سے نوازا گیا۔

امام کی قربت:: آخر پر بیان کرتا ہوں کہ آپ سب کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ مسیح پاک علیہ السلام کے قرب میں رہیں اور جس حد تک ممکن ہو برکات حاصل کریں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ہمراہ مختلف سفروں میں بھی آپ ساتھ رہے، ہر تحریک پر لبیک کہتے ہوئے حسب استطاعت حصہ لیتے رہے اور مختلف رنگوں میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ آپ کے ایک عزیز دوست حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی بیان کرتے ہیں کہ:

''ان تینوں بھائیوں کی وجہ سے ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی زیارت انہیں نصیب ہوئی اور بیعت کا شرف حاصل ہوا اور شاذ و نادر ہی کبھی کوئی دن گزرتا تھا کہ میں مع میاں جمال الدین وغیرہ قادیان نہ آتا۔ ہر روز قادیان آنا ہمارا معمول تھا۔ اگر کبھی عشاء کے وقت بھی قادیان آنے کا خیال آتا تو اسی وقت ہم چاروں چل پڑتے اور باوجود سردیوں کے موسم کے نہر سے گزر کر قادیان پہنچ جاتے۔ اگر ہم میں سے کوئی کسی روز کسی مجبوری کی وجہ سے قادیان نہ پہنچ سکتا تو باقی پہنچ جاتے اور واپس جا کر غیر حاضر کو سب باتیں سنا دیتے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوئم۔ روایت نمبر 659 صفحہ 113)

حضرت میاں جمال الدین صاحب سیکھوانیؓ

ابتدائی تعارف و بیعت۔ رجسٹر بیعت اولیٰ کے مطابق آپ کے کوائف حسب ذیل ہیں: نمبر شمار 149۔ تاریخ عیسوی: 23/ نومبر 1889ء بروز جمعہ۔ نام مع ولدیت: میاں جمال الدین ولد محمد صدیق قوم وائیں عرف کشمیری موضع سیکھواں ضلع وتحصیل گورداسپور بقلم خود

(رجسٹر بیعت اولیٰ، اندراج نمبر 149 موجود خلافت لائبریری ربوہ)

وفات:: آپ کی وفات پر الفضل نے لکھا کہ ''مولوی جمال الدین صاحب سیکھواں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پرانے اصحاب میں سے اور مخلص احمدی تھے چند دن کی علالت کے بعد فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

احباب جنازہ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں۔ آپ کا وصال 14 اگست 1922ء کو ہوا۔ (الفضل قادیان 17 اگست 1922ء ص 1)

اپنی وفات سے قریباً ایک مہینہ پہلے آپ ایک گھوڑی سے گر پڑے اور سر میں چوٹ آئی۔ علاج کرتے رہے مگر چوٹ نے دماغ میں اثر کیا۔ پھر آپ بول نہ سکتے تھے۔ ساتھ ہی سخت بخار ہو گیا۔ چند روز کے بعد آپ نے 63 سال کی عمر میں 14۔15 اگست 1922ء کی درمیانی شب بوقت نو بجے وفات

پائی اور 15 اگست کی صبح کو بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین کی گئی۔(الفضل قادیان 10 اکتوبر 1925ء صفحہ:6)

حضرت میاں امام الدین صاحب ؓ سیکھوانی

پیدائش: آپ اندازاً 1860ء 1861ء میں پیدا ہوئے۔ بیعت: رجسٹر اولیٰ کے مطابق آپ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیعت 23 نومبر 1889ء کو بروز جمعہ کی اور آپ کا نمبر 150 درج ہے۔ رجسٹر بیعت اولیٰ نمبر شمار 150 از خلافت لائبریری ربوہ)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے 313 اصحاب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ نمبر 41 (روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 325) پھر اپنے 313 اصحاب کی جو فہرست دی ہے اس میں نمبر 32 پر میاں امام الدین سیکھواں گورداسپور مع اہل بیعت تحریر فرمایا ہے۔

وفات۔ آپ کی وفات 18 مئی 1941ء کو قریباً 80 سال کی عمر میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

آپ موصی تھے اور وصیت نمبر 95 تھا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ؓ نے ایک بہت بڑے مجمع سمیت پڑھائی۔ آپ کو مقبرہ بہشتی قادیان کے قطع خاص اصحاب میں دفن کیا۔ آپ کی قبر کے کتبہ پر درج ذیل الفاظ ہیں:: مزار۔ محترم پاک دل مولوی امام الدین صاحب۔ والد ماجد مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ مہاجر قادیان۔ عمر 80 سال وفات: 1941-05-08 وصیت نمبر 95

حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی ؓ

ابتدائی تعارف و بیعت: آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ اندازاً 1869ء میں پیدا ہوئے۔

رجسٹر بیعت اولیٰ کے مطابق آپ کے کوائف حسب ذیل ہیں:۔ نمبر شمار: 151 تاریخ عیسوی: 23 نومبر 1889ء بروز جمعہ

نام مع ولدیت: میاں خیر الدین ولد محمد صدیق قوم وائیں صرف کشمیری موضع سیکھواں ضلع و تحصیل گورداسپور بقلم خود

(رجسٹر اولیٰ نمبر شمار 151 از خلافت لائبریری۔ ربوہ)

وفات: حضرت میاں خیر الدین صاحب بعد میں جہلم میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کی وفات ریل کے ڈبہ کے ٹکرانے کی وجہ سے ہوئی۔ آپ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ آخر آپ 17 مارچ 1949ء کو 80 سال کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ موصی تھے اور آپ کی وصیت کا نمبر 96 تھا۔ آپ کو جہلم میں امانتاً دفن کیا گیا اور پھر جون 1960ء میں آپ کا جسد خاکی ربوہ لا کر بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

آپ کی نماز جنازہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پڑھائی۔ جس میں اہل ربوہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کو اطاعت امام اور بے لوث قربانیوں کا اللہ تعالیٰ نے یہ صلہ عطا فرمایا کہ سیکھوانی بردران کی اولاد در اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بے حد نوازا ہے اور دین و دنیا میں اپنے فضلوں کا وارث بنایا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ نہ صرف سیکھوانی برادران کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے آقا کے قدموں میں جگہ دے بلکہ آپ کی اولاد در اولاد کا بھی حامی و ناصر ہے اور انہیں بھی ہمیشہ اپنے قرب خاص سے نوازتا چلا جائے۔ آمین

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنی کتب، اشتہارات اور ملفوظات میں مختلف مقامات پر ''سیکھوانی برادران'' کا ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ اسی طرح ''خاندانِ سیکھواں'' کے بارے میں بہت سی معلومات کا ذکر مکرم برادر مولانا منیر الدین صاحب شمس مربی سلسلہ کی کتاب "سیکھوانی برادران'' میں ملتا ہے اور بہت اچھی معلومات دی ہیں۔ مجھے بھی رہنمائی حاصل ہوئی۔ جزا کم اللہ خیرا

آخر پر اس عاجز کی درخواست ہے کہ خاکسار اور خاکسار کے بچوں اور ان کی فیملیز کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور فضلوں اور رحمتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین یا رب العالمین۔ آمین

ہاں کہا تھا لبیک یا رسول اللہ!

چوہدری نعیم احمد باجوہ

بعض کلمات کے ساتھ تقدس جڑ جاتا ہے اور بعض اعمال کے ساتھ جذباتی وابستگی ہو جاتی ہے۔بعض واقعات ہماری زندگیوں میں مشعل راہ کا کام کرتے ہیں تو بعض مثالیں منزلوں کے تعین میں مدد و معاون ہو کر مہمیز کا کام کرتی ہیں۔کبھی ایک لفظ پوری کہانی بیان کرتا ہے تو کبھی بعض فقرات پس پردہ قربانی، جذبات، احساسات اور داستان کے امین ہوتے ہیں۔انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایسی مثالیں ہر طرف ملتی ہیں انسانی معاشرے میں جہاں بات عقائد کی آ جائے تو وہاں یہ وابستگی اور گہری ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کلمہ توحید بلند کیا تو متلاشیان حق پُر خار وادیوں اور سنگلاخ زمینوں کو خاطر میں لائے بغیر کشاں کشاں کھنچے چلے آئے۔رسم و رواج، معاشرتی تعلقات، رشتہ داریوں کی پروا کئے بنا پیادہ پا حاضر ہو گئے۔کسی کا جسم لہولہان ہوا تو کسی کی روح کو چر کے دیے گئے۔کسی کے سامنے اس کے پیاروں کو ذبح کیا گیا تو کوئی خود جان کی بازی ہار گئے۔کہیں ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے تو کہیں ہجرتوں کے داغ ان کے حصے میں آئے۔کہیں جائیدادوں سے بے دخل کئے گئے تو کہیں رشتہ داریوں سے اظہار لاتعلقی ہوا۔لیکن ان تمام مصائب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عشق و وفا کی مٹی سے گندھے ان مخلصین نے لبیک یا رسول اللہ ﷺ یعنی اے اللہ کے محبوب اور ہمیں دل جان سے عزیز رسولِ خدا ہم حاضر ہیں۔ہماری جان و مال حاضر ہیں، ہماری عزتیں حاضر ہیں سب کچھ آپ کے قدموں پر نچھاور ہے۔

لغت عرب میں لبیک کا لفظ بہت خوبصورت بامعنی اور وسیع المطالب ہے۔مشہور عربی لغات کے مطابق اس کا مفہوم کچھ یوں بنتا ہے۔

اللَّبَّيْكَ: إِقامَةً على الطاعةِ بعدَ إِقامَةٍ، ومعناهُ: أَنا مُقيمٌ على طاعتِكَ إِقامةً بعدَ إِقامةٍ.

یعنی: "لبیک" کا مطلب ہے بار بار فرمانبرداری کے ساتھ حاضر ہوں۔میں تیری اطاعت پر قائم ہوں اور بار بار حاضر ہوں۔

لبَّيْكَ: أي إجابَةً بعدَ إجابَةٍ، وإِقامةً على الطاعةِ. یعنی لبیک کہنا کوئی وقتی دعویٰ نہیں بلکہ ایک کے بعد دوسرے امر میں دل و جان سے اطاعت کے نمونے قائم کرتے چلے جانا ہی حقیقی معنوں میں لبیک کہنا ہے۔

اسی لئے جب صحابہ کرام نے لبیک یا رسول ﷺ کہا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، اے ہمارے محبوب اب آپ بتائیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور ہم وہ سب کچھ **سمعنا و اطعنا** کہتے ہوئے کرتے چلے جائیں گے۔جہاں سے آپ ہمیں روکیں گے وہاں بھولے سے بھی قدم نہ رکھیں گے۔اگر آپ ہمیں پہاڑوں سے ٹکرانے کا حکم دیں گے تو ہم ان سے اس طرح سے ٹکرا جائیں گے کہ پہاڑوں کی ہمت چھوٹی پڑ جائے گی لیکن ہم نہ تھکیں گے نہ ماندہ ہوں گے۔سمندر میں کُودنے کا حکم دیں گے تو بخوشی اس میں کُود جائیں گے۔لہروں کی روانی اور سمندر کی طغیانی ہمارے آگے روک نہ بن سکے گی۔

پھر تاریخ گواہ ہے کہ یہ صرف وقتی اور جذباتی دعوے نہ تھے۔ یہ محض الفاظ کا ہیر پھیر نہ تھا۔صحابہ نے لبیک یا رسول اللہ کے نعرہ پر اس سچائی کے ساتھ دل وجان اور جانفشانی سے پہرہ دیا کہ اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔اس قدر اس پر قائم رہے کہ اس فقرے کے ساتھ ایک ایسا تقدس جڑ گیا کہ آنے والی نسلوں کے لئے صرف یہ دو لفظی نعرہ نہ رہا بلکہ عشق و وفا، اخلاص و قربانی کا استعارہ بن گیا۔

پھر یہی لبيك اللهم لبیک کا کلمہ اطہر، رب العالمین کے حضور حاضری کے وقت دہرانے اور ساری عمر دہراتے چلے جانے کا حکم ہوا۔کس قدر لازوال اور دلکش وہ منظر ہے جب بیت اللہ کے گرد، دورِ رفتہ میں ہزاروں اور فی زمانہ لاکھوں افراد طواف کرتے ہوئے عشق و مستی سے بیک زبان بآواز بلند یہ کلمہ دہراتے جاتے ہیں۔طواف بیت اللہ اور دربارِ عالی میں حاضری کے وقت ایسا اظہار کرنا لفظی و معنوی طور پر کس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ بندہء عاجز و بے کس کا ہر قدم سابقہ آلائشوں سے پاک کرنے اور نئی زندگی عطا کرنے والا اقرار پاتا ہے۔لیکن صد افسوس کہ پھر اسی کلمہ مطہر کے ساتھ اس عہد بے ہنراں میں ہم نے وہ کھلواڑ ہوتے دیکھا کہ الاماں الحفیظ۔طفلان کوچہ و بازار نے اس کا تقدس اس قدر پامال کیا کہ یہ نعرہ سنتے ہی نفرتوں کے عفریت، تباہی و بربادی مچاتے دیوانوں اور جنونیوں کے ریوڑ، جہالت کے پتلے،اور شرف انسانیت کی تذلیل کرنے والے گروہ کا خاکہ نظروں کے سامنے آنے لگا۔دریں حالات شرافت دبک کر بیٹھ گئی اور دہشت گلی کوچوں میں بے ہُودگی سے ناچنے لگی۔نفرت و حقارت نے وہ کرتب دکھلائے کہ اس سے پہلے آسمان نے کم ہی دیکھے ہوں گے۔وحشت کے سیلابِ تند و تیز کے آگے ہزاروں معصوم بہ گئے۔سینکڑوں طلبہ کی تعلیم نامکمل رہی، بیسوں اساتذہ صرف الزام کی بنیاد پر مقدس پیشے سے بے دخل کئے گے۔بزعم خود ُبس وہ گستاخ تھا'' کہ کر کئی معصوم مارے اور جلائے گئے۔طلبہ نے اساتذہ کو مارا تو کہیں طالبات کے ہاتھوں استانی ذبح ہوگئی۔عبادت گاہوں کو جلایا گیا اور سینکڑوں قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔

ایک لبیک یا رسول اللہ کا نعرہ پندرہ سو سال پہلے لگا تھا اور ایک لبیک یا رسول اللہ کا نعرہ آج لگایا گیا۔وہاں اپنی اصلاح پر زور تھا یہاں ڈنڈے کے زور پر دوسروں کی اصلاح کرنے کی خود ساختہ ڈیوٹی اپنالی گئی۔وہاں اپنے اموال کی قربانی راہ مولیٰ میں کی گئی تو یہاں دوسروں کے اموال کو لوٹ کر اور جلا کو خود کو عاشق رسول ثابت کرنے کی ٹھان لی گئی۔وہاں یہودیوں کے جنازے کی بھی حرمت قائم کی گئی تو یہاں مسلمان کی نعشیں قبروں سے باہر پھینکی گئیں۔وہاں منافقین کے جنازے پر بھی رسول خدا ﷺ نے جا کر اپنا رحمت اللعالمین ہونا واضح کیا تو یہاں مسلمانوں کے جنازے بھی روک کر خود کو نبی رحمت کے نام پر دھبہ ثابت کیا گیا۔وہاں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے لئے مسابقت کی روح قائم تھی تو یہاں بڑی سے بڑی برائی اور جہالت کے لئے مقابلہ بازی کی گئی۔وہاں ہر کوشش معاشرے میں قیام امن کی طرف لے جانے والی تھی اور یہاں ہر عمل لاقانونیت، بے چینی، تباہی پھیلانے والا بنا۔وہاں غیر مسلم بوڑھوں، بچوں اور عورتوں سے حالت جنگ میں بھی تعرض نہ کیا گیا تو یہاں حالت امن میں اپنے ہی بھائی بندوں کا جینا حرام کر دیا گیا۔وہاں ایک زندگی کو بچانا گویا عالم کل کو بچانے کا قائمقام ٹھہرا تو یہاں انسانیت کے مسیحا ڈاکٹروں کو ہی دن دیہاڑے خون میں نہلا دیا گیا۔

وہاں شرافت کا معیار راستوں کے حقوق ادا کرنا ٹھہرا تو یہاں راستوں کو بند کر کے، مریضوں، ناداروں مجبوروں کو بے انتہاء تکلیف پہنچا کر اپنی ازلی اخلاقی پستی پر مہر تصدیق ثبت کی گئی۔یہ کہاں کا عشق تھا، یہ کیسا لبیک یا رسول اللہ تھا جہاں نہ اللہ کی اطاعت نہ رسول کی سچی پیروی۔انسانیت کا احترام نہ عبادت گاہوں کی حرمت۔زندوں کے حقوق کا قیام نہ مردوں کو چین لینا دیا گیا۔

صحابہ رسول نے لبیک کا نعرہ لگایا تو خدمت انسانیت کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے لبیک کہا تھا۔عبادات میں ایک سے بڑھ

کر ایک مثال قائم کرنے کے لئے اسوہ رسول پر لبیک کہا تھا۔ مالی قربانی کے اعلیٰ ترین نمونے قائم کرنے کے لئے لبیک کہا تھا۔ پھر اس کی تصدیق کے لئے کوئی گھر سے اپنا آدھا سامان اٹھالایا تو کسی نے اللہ اور رسول کے نام کی عزت کی خاطر سارا گھر خالی کر دیا۔

ہاں کہا تھا صحابہ نے لبیک یا رسول ﷺ۔ انہوں نے اپنے کھیسے خالی کر کے، مال و دولت کو راہ مولیٰ میں قربان کرنے کے لئے کہا تھا لبیک یا رسول اللہ۔ ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے، معاشرے میں قیام امن کے لئے کہا تھا لبیک یا رسول ﷺ۔ دوسروں کی عبادت گاہوں کے احترام کے لئے، بوڑھوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے، عورتوں کے عزت محفوظ کرنے کے لئے کہا تھا لبیک یا رسول اللہ۔ اپنی جانیں پیش کر کے، رسول خدا کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے کا عزم کر کے دل و جان سے کہا تھا لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ رشتہ داریاں، تعلقات، محبتیں تیاگ کر، ماں باپ چھوڑ کر، اولادیں قربان کر کے اخوات کی بہارِ نو کی بنیاد ڈالنے کے لئے کہا تھا لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ گھر بار چھوڑ کر، وطنوں سے بے دخل ہو کر، ہجرت کے داغ سینوں پر سجا کر اور ثبات قدم دکھانے کے لئے کہا تھا لبیک یا رسول اللہ۔ ابد الآباد تک ان دیوانوں پر رحمت خداوندی ہوتی رہے کہ انہوں نے جو کہا وہ کر دکھایا۔

اور فی زمانہ اپنے سیاسی، ذاتی اور دیگر مفادات کی خاطر لبیک یا رسول ﷺ جیسے کلمہ مقدس کو بے جا داغدار کرنے کی کوشش کرنے والے گروہ اور ان کے سہولت کاروں نے نبی رحمت ﷺ کے نام اطہر کو جس بے قدری اور بے دردی سے استعمال کیا ہے کاش آئندہ ایسا کوئی ناسور معاشرے میں پھر پیدا نہ ہو۔ اگر رحمت اللعالمین کی طرف خود کو منسوب کرنا ہے تو پھر اتباع بھی اسی مقدس نقش پا کی کرنا ہوگی۔ کیونکہ اس کی آل وہی جو اس کے نقش قدم پر جائے۔

صرف ذات کی ہم نے آل سادات نہیں دیکھی

غزل

طارق انور باجوہ

رنگ لائے گا مری معصومیت کا پاک خوں
خاک میں مل جائے گا دشمن کی دہشت کا جنوں

پھینکنے کا حکم کب دیتا ہے ، دیکھیں ، وہ عصا
اژدہا کھائے گا اک دن ، ساحروں کا سب فسوں

مضطرب کی سن رہا ہے وہ دعا ہو کر قریب
چین اک دن پائے گا دل ، روح پائے گی سکوں

سرخرو ہوں گے لہو کے رنگ سے سارے گلاب
چاہتا ہے سچ کسی دن جیت کے نغمے سنوں

سچ کی مشعل لے کے نکلے ہیں جو تاریکی کے بیچ
نور وہ ہوگا فروزاں جو ہمارے ہے دروں

خود گرے گی خوف کی دیوار کی ، اپنی اساس
تیرگی مجبور ہو کر جائے گی سمتِ زبوں

زخم کھا کر بھی رہا چہرہ مرا روشن مثال
عزم و ہمّت ہے عدو پر ، درد میں اپنے ہنسوں

ہر قدم پر امتحاں ہے، دل مگر محکم کھڑا
جس کے پہلو میں یقیں ہو ، دل کہے کیونکر ڈروں

وقت مٹنے دے نہ پائے گا مرے مقصد کا رنگ
میں وہ ہوں تحریر ، انمِٹ نقش جن پر میں چلوں

دھوپ میں بھی چل رہا ہوں صبر کے سائے تلے
ہے تمنّا اپنے حصّے کے سبھی دکھ سہہ سکوں

ایک دن انصاف در پر خود بخود آ جائے گا
جان لو، جب خون بولے گا صدائے کُن فکُوں

جیت ان کی ہے جو رکتے ہی نہیں طوفان میں
دیکھنا ہوجائیں گے اک دن عدو سب سر نگوں

اے خدا ہے التجا ، اب امن کا سورج چڑھا
نفرتوں کا ہے دھواں ، گو آسماں ہے نیلگوں

ظلم و دہشت کا جو حملہ آج ربوہ میں ہوا
میرا جذب و جوش پہلے سے ہوا طارق فزوں

مقالہ خصوصی

خادم رضوی صاحب کے مغالطوں کے جواب

شاہین سنا گلوی

مرحوم مولانا خادم حسین رضوی کی ایک تقریر کو بریلوی مقررین اور بریلوی ویب سائٹس کثرت سے مغالطے کی شکل میں امت کو گمراہ کرنے کے لئے شائع کررہے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

’’جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کے نتیجے میں لڑی گئی جس میں 1200 صحابہ کرام شہید ہوئے اور اس فتنے کو مکمل مٹا ڈالا۔خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکرصدیق ؓ خطبہ دے رہے تھے: لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے،اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو۔ بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے: مدینہ میں کوئی نہ رہے حتیٰ کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں" صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اگر علی المرتضی سیدنا صدیق اکبر کو نہ روکتے تو وہ خود تلوار اٹھا کر یمامہ کا رخ کرتے۔ 13000 ہزار کے مقابل بنوحنیفہ کے 70000 جنگجو اسلحہ سے لیس کھڑے تھے۔ جنگ یمامہ وہ جنگ تھی جس کے متعلق اہل مدینہ کہتے تھے: بخدا ہم نے ایسی جنگ نہ پہلے کبھی لڑی نہ بعد میں لڑی۔ اس سے پہلے جتنی جنگیں ہوئیں بدر احد خندق خیبر موتہ وغیرہ صرف 259 صحابہ کرام شہید ہوئے۔ ختم نبوت ﷺ کے دفاع میں 1200 صحابہ کٹے جسموں کے ساتھ مقتل میں پڑے تھے۔اے مسلمانو! تمھیں پھر بھی ختم نبوت ﷺ کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

انصار کا وہ سردار ثابت بن قیس جس کی بہادری کے قصے عرب وعجم میں مشہور تھے اس کی زبان سے جملہ ادا ہوا: اے اللہ! جس کی یہ عبادت کرتے ہیں میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں’’ چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا جب وہ اکیلا ہزاروں کے لشکر میں گھس گیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک اس کے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی جہاں شمشیر وسناں کا زخم نہ لگا ہو۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی زید بن خطاب جو اسلام لانے میں صف اوّل میں شامل تھا اس نے مسلمانوں میں آخری خطبہ دیا: واللہ! میں آج کے دن اس وقت تک کسی سے بات نہ کروں گا جب تک کہ انہیں شکست نہ دے دوں یا شہید نہ ہو جاؤں۔‘‘ اے مسلمانو! تمھیں پھر بھی ختم نبوت ﷺ کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

بنوحنیفہ کا باغ حدیقۃ الرحمان میں اتنا خون بہا کہ اسے حدیقۃ الموت کہا جانے لگا،اس باغ کی دیواریں مثل قلعہ کے تھیں۔کیا عقل یہ سوچ سکتی ہے کہ ہزاروں کا لشکر ہو اور براء بن مالک کہے:’’ اے مسلمانو! اب ایک ہی راستہ ہے تم مجھے اٹھا کر اس قلعے میں پھینک دو میں تمہارے لئے دروازہ کھولوں گا اس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر منکرین ختم نبوت کے اس لشکر جرار کو دیکھا اور پھر تن تنہا اس قلعے میں چھلانگ لگا دی۔قیامت تک جو بھی بہادری کا دعویٰ کرے گا یہاں وہ بھی سر پکڑ لے گا!!!! ایک اکیلا شخص ہزاروں سے لڑ رہا تھا یہاں اس نے دروازہ بھی کھول دیا اور پھر مسلمانوں نے منکرین ختم نبوت کو کاٹ کر رکھ دیا اے مسلمانوں! کاش کہ تم جان لیتے کہ تمہارے اسلاف نے اپنی جانیں دے کر رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا دفاع کیا ہے۔۔کاش تمہیں رسول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کے جذبوں کا علم ہوتا جو ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ حدنگاہ تک پھیلے لشکر سے ٹکرا گئے۔

قادیانیت ایک بہت بڑے فتنے کی صورت میں نمودار ہے، پس ہر صاحب ایمان کے ذمے ہے کہ وہ اس کے سدباب کی کوششوں میں شریک ہو. اے مسلمانو، تحفظ ختم نبوت کے جہاد میں اپنا اپنا کردار ادا کرو تا کہ قیامت کے دن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔''

بریلوی مغالطے کی مدد کے لئے دیوبندی مغالطہ

مندرجہ بالا جذباتی بیان کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ دیوبندی بھی پیش کر رہے ہیں۔ ان کا تحریری مغالطہ بھی پیش ہے

''''جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کے نتیجے میں لڑی گئی جس میں 1200 صحابہ کرام شہید ہوئے اور اس فتنے کو مکمل مٹا ڈالا۔ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ خطبہ دے رہے تھے: لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو" بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے: مدینہ میں کوئی نہ رہے حتیٰ کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں" صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اگر علی المرتضی سیدنا صدیق اکبر کو نہ روکتے تو وہ خود تلوار اٹھا کر یمامہ کا رخ کرتے۔

13 ہزار کے مقابل بنوحنفیہ کے 70000 جنگجو اسلحہ سے لیس کھڑے تھے۔ جنگ یمامہ وہ جنگ تھی جس کے متعلق اہل مدینہ کہتے تھے: بخدا ہم نے ایسی جنگ نہ پہلے کبھی لڑی نہ بعد میں لڑی۔ اس سے پہلے جتنی جنگیں ہوئیں بدر احد خندق خیبر موتہ وغیرہ صرف 259 صحابہ کرام شہید ہوئے۔ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں 1200 صحابہ کٹے جسموں کے ساتھ مقتل میں پڑے تھے۔ اے مسلمانو! تمہیں پھر بھی ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

انصار کا وہ سردار ثابت بن قیس جس کی بہادری کے قصے عرب وعجم میں مشہور تھے اس کی زبان سے جملہ ادا ہوا: اے اللہ! جس کی یہ عبادت کرتے ہیں میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں ''چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا جب وہ اکیلا ہزاروں کے لشکر میں گھس گیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک اس کے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی جہاں شمشیر وسناں کا زخم نہ لگا ہو۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی زید بن خطاب جو اسلام لانے میں صف اول میں شامل تھا اس نے مسلمانوں میں آخری خطبہ دیا: واللہ! میں آج کے دن اس وقت تک کسی سے بات نہ کروں گا جب تک کہ انہیں شکست نہ دے دوں یا شہید نہ ہو جاؤں" اے مسلمانو! تمہیں پھر بھی ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت معلوم نہ ہوئی۔

بنوحنفیہ کا باغ "حدیقۃ الرحمان میں اتنا خون بہا کہ اسے حدیقۃ الموت کہا جانے لگا، اس باغ کی دیواریں مثل قلعہ کے تھیں۔ کیا عقل یہ سوچ سکتی ہے کہ ہزاروں کا لشکر ہو اور براء بن مالک کہے: اے مسلمانو! اب ایک ہی راستہ ہے تم مجھے اٹھا کر اس قلعے میں پھینک دو میں تمہارے لئے دروازہ کھولوں گا" اس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر منکرین ختم نبوت کے اس لشکر جرار کو دیکھا اور پھر تن تنہا اس قلعے میں چھلانگ لگا دی۔ قیامت تک جو بھی بہادری کا دعویٰ کرے گا یہاں وہ بھی سر پکڑ لے گا!!!

ایک اکیلا شخص ہزاروں سے لڑ رہا تھا ہاں اس نے دروازہ بھی کھول دیا اور پھر مسلمانوں نے منکرین ختم نبوت کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اے مسلمانوں! کاش کہ تم جان لیتے کہ تمہارے اسلاف نے اپنی جانیں دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا دفاع کیا ہے...... کاش تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ کے جذبوں کا علم ہوتا جو ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ حد نگاہ تک پھیلے لشکر سے ٹکرا گئے۔

قادیانیت ایک بہت بڑے فتنے کی صورت میں نمودار ہے، پس ہر صاحب ایمان کے ذمے ہے کہ وہ اس کے سدباب کی کوششوں میں شریک ہو۔ اے مسلمانو، تحفظ ختم نبوت کے جہاد میں اپنا اپنا کردار ادا کرو تا کہ قیامت کے دن خاتم النبیین ﷺ شفاعت نصیب ہو۔ آخر میں آپ سے التماس ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس داستان عشق وقربانی کو تمام مسلمانوں کے سامنے رکھنے کی غرض سے اس تحریر کو آگے منتقل کرنے کے لئے اپنا

کردارادا کریں‘‘

الزامی جائزہ اور معروضات

اصل تاریخی حقائق بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ جائزہ لیا جائے کہ جو واقعہ یا بیان ہمارے سامنے تاریخ اسلام کے نام پر بیان کیا گیا ہے آیا وہ تاریخ اسلام اور احادیث مبارکہ اور سیرت وسوانح الرسول کا صحیح عکاس ہے یا نہیں۔ اس لئے تاریخی حقائق میں داخل ہونے سے پہلے اس واقعہ کا روائیت اور درائیت کے اعتبار سے جائزہ لینا ضروری ہے

(1) حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا بیان ایک جذباتی، جوش دلانے والا واعظانہ خطاب تو ہوسکتا ہے اسلامی تاریخ کا ورق نہیں۔

(2) ان چند لائنوں کی تحریر میں جنگ یمامہ کے کوائف کی آڑ میں وہ نتیجہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا نہ اسلام سے تعلق ہے نہ تاریخ اسلام سے، احادیث سے تعلق ہے نہ سیرت رسول سے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تاریخ اسلام کے نام پر کئی ابہامات، الزامات اور ذاتی اختراعات کو اکھٹا کر دیا گیا ہے۔

3)۔ بلکہ اگر اس سے بھی ایک قدم اور آگے جائیں تو اس تحریر میں ختم نبوت کے دفاع کے لئے غیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی sugar coating کی آڑ میں غیرت رسول ﷺ پر بھیانک حملہ کر دیا گیا ہے اور یوں اپنے من پسند معانی پہنانے کے چکر میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور ﷺ کو غیرت ایمانی کے مقابل پر لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے بلکہ نعوذ باللہ اپنی وفور نفرت میں صحابہ کو آپ ﷺ سے اس حوالہ سے دو قدم آگے بیان کر دیا ہے۔ استغفر اللہ ربی من ذلك الخرافات۔

آیئے اس اجمال کی تفصیل دیکھتے ہیں

مندرجہ بالا بیان کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے زمانہ میں مدینہ سے 782 کلومیٹر دور مسیلمہ کذاب نے یمامہ کے علاقہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ اوّل سٹیج پر کھڑے ہوگئے اور بھیگتی آنکھوں سے خطبہ دیا ’’لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو‘‘ بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے: مدینہ میں کوئی نہ رہے حتیٰ کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں" صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اگر علی المرتضی سیدنا صدیق اکبر کو نہ روکتے تو وہ خود تلوار اٹھا کر یمامہ کا رخ کرتے‘‘ گویا خطبہ دیا کہ اس شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈال دیا ہے سب لوگو! نکل کھڑے ہو اور دفاع ختم نبوت کرو اور یہی تقاریر دیگر صحابہ نے کیں اور پھر تمام عواقب سے بے پرواہ ہو کر 13000 صحابہ 40000(70000 غلط اعداد ہیں) کے مسیلمہ کے لشکر سے بھڑ گئے اور یوں ختم نبوت کا دفاع کیا۔

اگر یہ کہانی ایسے ہی ہوتی تو یقیناً مشعل ایمان ہوتی نافع ایقان ہوتی اور اس کا تحریر کندہ حق بجانب ہوتا

مگر یہ ساری عمارت اس وقت دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی ہے جب ہمیں تاریخ اسلام اور احادیث مبارکہ، یہ بتاتی ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت حضرت ابوبکر ؓ صدیق کے زمانے میں یعنی آپ ﷺ کی وفات مبارکہ کے بعد نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کے زمانے میں آپ کی حین حیات مبارکہ میں کیا۔

* بلکہ آپ کے شہر مدینہ میں آ کر کیا۔* بلکہ آپ کی موجودگی میں کیا۔* بلکہ آپ کے سامنے کیا۔* بلکہ آپ کو مخاطب کر کے کیا۔* بلکہ اپنا دعویٰ نبوت اور اس کی شرائط کے لئے آپ سے مکالمہ کیا۔* بلکہ پورا وفد لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوا اور کئی گھنٹے اور کئی دن مدینہ میں گزارے۔ چنانچہ حدیث کی سب سے معتبر کتاب بخاری میں اس حوالہ سے حدیث مبارکہ یوں ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ص ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَضِيبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أُرِيتُ وَهَذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ ص ﷺ الَّتِي ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ

(صحیح البخاری, کتاب المغازی حدیث نمبر 4028 باب قصة الاسود العنسی)

نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا، اس دعویٰ کے ساتھ کہ اگر محمد ﷺ مجھے اپنے بعد (اپنا نائب وخلیفہ) بنادیں تو میں ان کی اتباع کر لوں۔اس کے ساتھ اس کی قوم (بنوحنیفہ) کا بہت بڑا لشکر تھا۔حضور ﷺ اس کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔جہاں مسیلمہ اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا،آپ وہیں جا کر ٹھہر گئے اورآپ نے اس سے فرمایا اگرتو مجھ سے یہ ٹہنی مانگے گا تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اورتو اللہ کے اس فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے ہی ہو چکا ہے۔تونے اگر میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کردے گا۔میرا تو خیال ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔اب تیری باتوں کا جواب میری طرف سے ثابت بن قیس دیں گے، پھرآپ ﷺ واپس تشریف لائے۔کیا سمجھے؟

مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت میں شراکت داری کا دعویٰ کیا اوراس دعویٰ کو آپ ﷺ سے ہی منوانا چاہا اورآپ خود چل کر اس کے پڑاؤ والی جگہ میں پہنچے اوراُس کو سن کر جواب دیا اورواپس تشریف لے آئے۔واپس آکر بھیگتی آنکھوں سے نہ کوئی خطبہ دیا کہ ختم نبوت پرڈاکہ ڈل گیا ہے مومنو جاگو،نکلو اوران بدمعاشوں کو پکڑ وجانے نہ پائیں اورانہیں تہہ تیغ کرو جو آپ کے شہر میں آکر بیٹھے ہوئے ہیں۔نہ کوئی لشکر ترتیب دیا اورنہ کوئی عمومی حکم دیا اورنہ ہی یہ اعلان فرمایا کہ آج اس نے تاج وتخت ختم نبوت پرڈاکہ ڈالا ہے اس لئے ہوشیار ہوجاو اگر ایسانہیں کیا تو پھر بتاو کہ وہ جو ہم نے اوپر کہا تھا درست ہے کہ نہیں۔

مولوی صاحب آپ نے تو اپنی دُھن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور ﷺ کو غیرت ایمانی کے مقابل لاکر کھڑا کر دیا ہے بلکہ نعوذ باللہ اپنے وفورنفرت میں صحابہ کو آپ ﷺ سے اس حوالہ سے دوقدم آگے بیان کردیا ہے۔استغفر اللہ ربی من ذلك الخرافات۔

* بلکہ بات اس سے بھی دوقدم آگے جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسیلمہ کذاب کے دعویٰ سے قبل ہی اطلاع دے دی تھی کہ عنقریب دو کذاب نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہیں چنانچہ جب مسیلمہ اپنے وفد کے ساتھ مدینہ آیا اوراپنا دعویٰ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اورآپ اس سے

بحث کے بعد واپس لوٹ رہے تھے تو آپ نے اپنے ساتھی صحابی کو بتایا کہ ”میں سویا ہوا تھا کہ مجھے زمین کے خزانے عطا کئے گئے اور میری ہتھیلی میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے تھے تو مجھے یہ امر گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ میں انہیں پھونک ماروں۔ پس میں نے انہیں پھونک ماری اور اس کی تاویل ان دو کذابوں سے کی جن کے درمیان میں موجود تھا یعنی صاحب صنعاء (اسود عنسی) اور صاحب یمامہ (مسیلمہ) “

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 81 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر 701ھ تا 774ھ ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

یعنی اس سے پہلے کہ مسیلمہ کذاب مدینہ اپنا وفد لے کر آتا، آپ کو اللہ تعالیٰ پہلے سے خبر دے چکا تھا لیکن آپ نے کوئی خطبہ نہیں دیا اور نہ صحابہ کو خبردار کیا نہ کوئی پیش بندی کی کہ صحابہ کرام! کمر ہمت باندھ لو ختم نبوت پر ڈاکہ پڑنے والا ہے اور وہ ڈاکو کہیں اور نہیں آپ کے شہر میں داخل ہونے والے ہیں بلکہ یہ اطلاع آپ نے مسیلمہ سے بات چیت کے بعد واپس آتے ہوئے صحابی رسول کو دی۔

نوٹ۔ مسیلمہ کذاب کے مدینہ آنے کا ذکر۔ نبوت میں شراکت داری مانگنے کی بات اور آپ کا کنگن والی خواب بیان کرنے کی حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، موطا امام مالک اور سنن دارمی مین موجود ہے

* پھر ایک قدم اور آگے چلتے ہیں۔ یہ جھوٹا شخص زندہ سلامت مدینہ سے واپس اپنے علاقہ واپس پہنچتا ہے دعویٰ نبوت سے بھی ایک قدم آگے بڑھا تا ہے اور ایک خط آپ ﷺ کے نام لکھتا ہے اور دعویٰ کر دیتا ہے کہ میں نہ صرف آپ کی نبوت میں آپ کا شراکت دار ہو گیا ہوں بلکہ اس وجہ سے آدھی سرزمین آپ کی اور آدھی سرزمین پر حکومت میری ہوگی۔ خط کا مکمل مضمون سیرت ابن ہشام سے پیش ہے

”وقد كان مسيلمة بن حبيب، قد كتب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: من مسيلمة رسول الله، إلى محمد رسول الله: سلام عليك؛ أما بعد، فإني قد أشركت في الأمر معك، وإن لنا نصف الأرض، ولقريش نصف الأرض، ولكن قريشا قوم يعتدون. فقدم عليه رسولان له بهذا الكتاب. قال ابن إسحاق: فحدثني شيخ من أشجع، عن سلمة بن نعيم بن مسعود الأشجعي، عن أبيه نعيم، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لهما حين قرأ كتابه: فما تقولان أنتما؟ قالا: نقول كما قال، فقال: أما والله لولا أن الرسل لا تقتل لضربت أعناقكما. ثم كتب إلى مسيلمة: بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله، إلى مسيلمة الكذاب: السلام على من اتبع الهدى. أما بعد، فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين

(السيرة النبوية (ابن هشام) ذكر الكذابين مسيلمة الحنفي والأسود العنسي كتاب مسيلمة إلى رسول الله والجواب عنه“)

لیجئے! سیرت ابن ہشام کے مطابق یہ کذاب مدینہ سے زندہ سلامت اپنے علاقہ یمامہ میں واپس پہنچتا ہے۔ اپنے علاقہ میں جا کر دو بندوں کا ایک وفد تیار کرتا ہے۔ ایک خط لکھ کر ان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور انکو دربار مدینہ کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ مسیلمہ کذاب کا یہ وفد مدینہ پہنچتا ہے۔ ان کو دربار رسول ﷺ میں باریابی کی اجازت عطا ہوتی ہے۔ جھوٹے نبی کا سفیر صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجودگی میں آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور مسیلمہ کا خط پڑھ کر سناتا ہے جو شروع ہی اس ظالمانہ قول سے ہوتا ہے من مسيلمة رسول الله، إلى محمد رسول الله: سلام عليك پھر آگے لکھتا ہے کہ میں آپ کی نبوت میں حصہ دار ہو گیا ہوں اور پھر آدھی سرزمین پر تولیت کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کذاب کے لئے جواب لکھوایا ”بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله، إلى مسيلمة الكذاب: السلام على من اتبع الهدى. أما

بعد، فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين“

اب ہم مندرجہ بالا بیان کی طرف لوٹتے ہیں اور مذکور دربار نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہیں تو بتائیے نعوذ باللہ بقول ان مولوی صاحب کے آپ ﷺ کی غیرت ایمانی کہاں کھڑی ہوگی؟ کیا اس خط کو سننے کے وقت یا سننے کے بعد آپ ﷺ نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ کوئی خطبہ دیا اور اگر نہیں دیا تو پھر میری یہ بات درست ہے کہ نہیں کہ اس مولوی صاحب نے اپنی اس لایعنی تحریر کے ذریعہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور ﷺ کو غیرت ایمانی کے مقابل لا کر کھڑا کر رہا ہے بلکہ نعوذ باللہ اپنی وفور نفرت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم کو آپ ﷺ سے اس حوالہ سے دو قدم آگے بیان کر دیا ہے۔ استغفر الله ربي من ذلك الخرافات۔

* مسیلمہ کذاب کے ایلچیوں سے خط سننے کے بعد آپ نے کیا فرمایا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ قَالَ كَانَ مُسَيْلِمَةُ كَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَشْجَعَ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا قَالَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا}

(سنن أبي داوود, كتاب الجهاد) حدیث نمبر 2380 باب في الرسل)

میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ”تم دونوں بھی وہی بات کہتے ہو جو وہ کہتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا قسم بخدا اگر ایلچیوں کے قتل نہ کرنے کا اصول نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ پس اس وقت یہ طریق رائج ہو گیا کہ ایلچیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 84 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر 701ھ تا 774ھ ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

یعنی حدیث مبارکہ کے مطابق ان ایلچیوں کو تو سفارتی آداب کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا مگر ان ایلچیوں کے بھجوانے کے لئے کوئی قتل و محاربہ کے ارشادات نہیں فرمائے گئے بلکہ جو جواب دیا گیا اس میں ہدایت پانے والوں کے لئے سلامتی کی دعا اور اس مسیلمہ کذاب کے حکومت کی دعوے داری پر فرمایا کہ یہ زمین اللہ کے لئے ہے اور جسے چاہتا ہے وہ اس کا قبضہ اسے عطا کرتا ہے۔ قرآنی حکم بیان فرمایا

السلام على من اتبع الهدى. أما بعد، فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده، والعاقبة للمتقين

(السيرة النبوية (ابن هشام) ذكر الكذابين مسيلمة الحنفي والأسود العنسي كتاب مسيلمة إلى رسول الله والجواب عنه)

* پھر اس سے بھی دو قدم آگے چلتے ہیں۔ بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ کذاب کا یمامہ سے یہ وفد 9 ہجری میں مدینہ آیا تھا۔ 10 ہجری میں آپ نے حجۃ الوداع کیا اور 11 ہجری میں ربیع الاول میں آپ کی رحلت کا سانحہ ہوا۔ گویا 9 اور 10 کے پورے دو سال اور 11 ہجری کے تین مہینے۔ اس لحاظ سے یہ کم از کم 790 سو دن بنتے ہیں۔ کیا ان 790 ایام میں آپ نے کوئی عمومی یا خصوصی حکم مسیلمہ کے حوالہ سے دیا؟ نہیں دیا۔ کوئی خطبہ دیا؟ نہیں دیا

* پھر اس سے بھی آگے چلتے ہیں۔ ان 790 ایام کے دوران میں کیا آپ نے کسی مہم کے لئے کوئی وفد ترتیب دیا؟ یقیناً دیا۔ تاریخ اسلام ہمیں بتاتی ہے کہ آپ نے ان 790 ایام سے پہلے بھی اور ان 790 ایام کے دوران بھی مسلسل مختلف مہمات کے لئے آپ وفود ترتیب دے رہے تھے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ماہ جمادی الاول 10 ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کونجران میں بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل انہیں تین بار دعوت اسلام دے لیں

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 143 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفدا ءعماد الدین ابن کثیر 701 ھ تا 774 ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

پھر اسی سال آپ نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف امیر بنا کر بھیجا پھر آپ نے حجۃ الوداع سے قبل حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنھما کو یمن کی طرف بھیجا۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 152 رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والے وفود کا بیان تصنیف علامہ حافظ ابوالفدا ءعماد الدین ابن کثیر 701 ھ تا 774 ترجمہ مولانا اختر فتح پوری نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

پھر شام پر حملہ کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا مشہور وفد، اسی دوران ہی ترتیب دیا گیا۔اور ایک اور وفد بھی ترتیب دیا جس کی داستان کا ذکر اگلے پیراگراف میں کرتے ہیں۔اسی دوران ہی آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے۔لیکن اس سارے عرصے میں آپ نے مسیلمہ کذاب کے لئے کوئی وفد ترتیب نہیں دیا آخر کیوں؟ بات پھر لوٹ کر وہیں چلی جائے گی کہ کیا آپ کو ختم نبوت کا دفاع حضرت ابوبکر صدیقؓ یا صحابہ رضوان اللہ علیہم سے کم عزیز تھا۔یا آپ ﷺ کا عرفان ختم نبوت صحابہ رضوان اللہ سے نعوذ باللہ کم تھا۔اگر کم نہیں تھا تو پھر شام کے دور دراز بارڈر کی طرف تو وفد ترتیب دے دیا مگر یمامہ کے کذاب کے لئے آپ نے کوئی وفد کیوں نہ ترتیب دیا؟ یقیناً اس تحریر کا یہی وہ ذاتی نفور ہے یا ذاتی ایجنڈا ہے یا ذاتی اختراعات ہیں یا ذاتی بغض ہیں جن کو تاریخ اسلام کے نام پر رائج کرنے کی ظالمانہ کوشش کی گئی ہے اور نہیں جانتے کہ اس کوشش میں وہ ڈائریکٹ لی اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی غیرت ایمانی پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک جسارت کر گئے ہیں۔

پھر تاریخ اسلام ایک قدم اور آگے بڑھاتی ہے اور ہمیں وہ بات بتاتی ہے جس سے مندرجہ بالا تحریر ھباء منثورا کے ڈھیر میں بلکہ تار عنکبوت میں ڈھل جاتی ہے۔بخاری کی حدیث بتاتی ہے

فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنْ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ}(صحيح البخاري، تاب المغازي حدیث نمبر باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن اثال حدیث نمبر 4025)

آپ نے ان دو کنگنوں کی تعبیر خود دو جھوٹی نبوتوں کے دعویداروں سے کی اور ان کے نام مسیلمہ اور اسود عنسی بتائے اب ان دونوں میں سے ایک یعنی اسود عنسی نے آپ ﷺ کی وفات کے بالکل قریب کے دنوں میں دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ مسلح بغاوت کا بھی اعلان کر دیا۔آپ ﷺ کے عاملین صدقات کو صدقات واپس کرنے کا حکم دیا۔عُمال ابھی تردد ہی میں تھے کہ قبائل مذحج ونجران کو لے کر یمن کے مسلمان حاکم شہر بن باذان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے جبراً نکاح کر کے سارے ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا۔اسود کی بغاوت کی خبر سنتے ہی آپ ﷺ نے وبر بن یحنس کے ہاتھ حضرت معاذ بن جبلؓ کو خط لکھا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو۔چنانچہ انہوں نے شہر بن باذان کی بیوہ کی مدد سے اسود عنسی کو اس کی خوابگاہ میں قتل کیا اور اس کے قتل کی خبر آپ ﷺ کی وفات کے ایک دن اور ایک رات بعد مدینہ میں پہنچی۔

اب ہم ایک بار پھر مولوی صاحب کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں کہ آپ دو جھوٹے دعویداروں میں سے ایک کے ذکر کو کیوں چھپا گئے ہیں۔ایک جس

کے خلاف رسول خدا ﷺ نے اپنے گورنر کو حکم دیا کہ اس کی سرکوبی کرو اور اس کی سرکوبی کی گئی اور اسے قتل کیا گیا اور انہیں لمحات میں دوسرے کے بارے میں کوئی ارشاد نہیں فرمایا گیا آخر کیوں؟ دونوں کے جرائم میں آخر کوئی فرق تھا یا نعوذ باللہ نعوذ باللہ آپ ﷺ نے ایک کی رعائت کی؟ اگر رعائت نہیں کی تو پھر ایک کے قتل کا حکم دیا اور اُس دوسرے کے لئے کوئی حکم نہیں دیا آخر کیوں؟ اگر صرف نبوت کا دعویٰ ہی ان کذابوں کا جرم تھا تو ایک کو سزا اور دوسرے کے لئے صرف نظر آخر کیوں؟

مسیلمہ کذاب کی مدینہ آمد اور رسول پاک ﷺ کا اس جنگ نہ کرنا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنگ کرنا

1)۔مسیلمہ کذاب سے آپ ﷺ کا جنگ نہ کرنے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنگ کرنا صرف اور صرف اس وجہ سے ہے کہ اُس نے آپ ﷺ کے زمانے میں آپ کے سامنے کھڑے ہوکر نبوت کا دعویٰ تو کیا اور حکومت میں شراکت داری کی درخواست بھی کی۔ پھر یہی بات اس نے اگلے سال تحریری طور پر وفد بھجوا کر بھی کی لیکن اسلامی ریاست سے مسلح بغاوت نہیں کی اسی وجہ سے آپ نے بھی اس کے خلاف صرف دعویٰ نبوت کرنے پر ہی صاد کر کے ہجوم کا حکم صادر نہیں فرمایا۔

مسیلمہ کذاب کی اصل غرض حکومت سے تھی۔ نبوت کا دعویٰ تو صرف ایک ذریعہ تھا جو اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔

جب وہ بنوحنیفہ کے وفد میں شامل ہوکر مدینہ آیا اور یہ شرط پیش کی کہ آپ ﷺ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں تو میں آپ کی اتباع کرلوں گا۔ آپ نے ایک کھجور کی چھڑی اٹھا کر فرمایا کہ تجھے اس چھڑی کے برابر بھی نہیں دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے چلے آئے۔ واپس جا کر اس نے نبوت کا دعوی علی الاعلان شروع کر دیا اور کہا کہ نصف ملک ہمارا ہے اور نصف ملک قریش کے لئے۔

(1)۔رسول کریم ﷺ کی وفات کا سنتے ہی یہ حجر اور الیمامہ پر حاکم بن گیا اور نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو نکال دیا (تاریخ خمیس جلد2 صفحہ 177)

(2)۔سجاح باغیہ کے ساتھ جو مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ رکھتی تھی اتحاد کرلیا اور اسے کہا کہ میں اپنی اور تیری قوم کی مدد سے سارے عرب کو فتح کر لوں گا (تاریخ طبری جلد4 صفحہ 1918)

(3)۔اس دوران اسے دو مدنی صحابی ملے۔ حبیب بن زید اور عبداللہ بن وہب اسلمی۔ اس نے دونوں کو پکڑ کر اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ تو مرتد ہوگیا مگر حبیب نہ مانا۔ جب نہ مانا تو اس نے اس کے اعضاء کاٹ کر اسے آگ میں جلا دیا (تاریخ خمیس جلد2 صفحہ 241)

(4)۔مسیلمہ کذاب ہو یا دیگر مرتدین۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ان کے خلاف خروج عین اسلام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مرتدین کا قصور صرف یہ نہ تھا کہ انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا انکار کر کے نماز روزہ چھوڑ دیا تھا۔ ایسا سمجھنا تاریخ اسلام سے یکسر ناواقفی ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے ارتداد کے ساتھ ہی تلوار اٹھالی اور اسلامی ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کردی تھی اور جو لوگ اُن میں سے بھی اسلام پر قائم رہے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کرنے شروع کر دیئے تھے۔ بلکہ مزید آگے بڑھ کر اسلامی سلطنت سے اپنے آپ کو آزاد کرلیا اور خود دارالسلطنت اسلامیہ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کیا اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہا۔

5)۔اگر ملک میں امن تھا اور مرتدین اور مدعیان نبوت کو صرف مذہبی اختلاف تھا اور بغاوت کا کوئی ارادہ نہ تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی کے وقت عمائدین مہاجرین وانصار حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایسے خطرہ کے وقت میں اس لشکر

کاروانہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔

6)۔۔جیسا کہ خوف کیا گیا تھا لشکر اسامہ کی روانگی کے بعد مدینہ کے قرب وجوار کے مرتدین نے مدینہ پر حملہ کر دیا اور کئی دن تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے۔حضرت ابوبکرؓ نے انہی تھوڑے سے آدمیوں کو جو لشکر اسامہ سے بچ رہے تھے ساتھ لے کر محاصرین پر حملہ کر کے اُن کو منتشر کیا۔تاریخ طبری میں لکھا ہے

و کان اول من صادم عبس و ذبیان عاجلوہ فقاتلھم قبل رجوع اسامۃ (طبری جلد 4 صفحہ 1872)

یعنی سب سے پہلے جن قبیلوں نے مدینہ پر حملہ کیا وہ عبس اور ذبیان تھے انہوں نے پہلے حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کیا اور اُسامہ کی واپسی سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔

ابن خلدون نے لکھا ہے ''فعاجلتہ عبس وذبیان ونزل آخرون بنو اسد۔فزارہ۔غطفان۔طی۔ثعلبہ۔بنو کنانہ۔وغیرھم'' (تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1873) یعنی عبس وذبیان قبیلوں نے پہلے حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کیا اور دوسری قومیں یعنی بنواسد۔فزارہ۔غطفان۔طی۔ثعلبہ۔بنوکنانہ وغیرھم ذی القصہ میں آ کر جمع ہو گئے۔

تاریخ خمیس میں لکھا ہے ''و اقبل خارجۃ بن حصن بن حذیفہ ابن بدر فکان ممن ارتد فی خیل من قومہ الی مدینہ یریدان یخذل الناس عن الجزوع او یصیب عزۃ فیغیر ۔فاغار علی ابی بکر ومن معہ وھم غافلون''۔یعنی خارجہ بن حصن جو مرتدین میں سے تھا اپنی قوم کے کچھ سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا تا کہ صحابہؓ کے نکلنے سے قبل ہی غفلت میں چھاپہ مارے اس لئے اُس نے حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں پر چھاپہ مارا جب کہ مسلمان بے خبر تھے۔ (تاریخ خمیس جلد 2 صفحہ 204 مطبوعہ 1283ھ)

7)۔۔بعض مرتدین نے مدینہ میں وفود بھیجے تا نماز وزکوٰۃ میں معافی مل جائے اور جب حضرت ابوبکر نے صاف صاف جواب دے دیا تو اُن لوگوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔اِدھر حضرت ابوبکرؓ نے اُن وفود کے چلے جانے کے بعد مسلمانان مدینہ کو اکٹھا کر کے یوں خطاب کیا

''ان الارض کافرۃ و قد رای وفدھم منکم قلۃ و انکم لا تدرون آلیلاً تؤتون ام نھاراً او ادناھم منکم علیٰ بریدٍ وقد کان القوم مائلون ان لقبل منھم و نوادعھم وقد ابینا علیھم و نبذنا الیھم عھدھم فاستعدوا واعدوا فما لبثوا الا ثلاثاً حتیٰ طرقوا المدینۃ غارۃ مع اللیل و خلفوا بعضھم بذی حُسیً لیکونوا الھم ردا

(تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1875)

یعنی تمام ملک اب کافر ہے اور اُن کے وفد نے تمہاری قلت تعداد کو دیکھ لیا ہے۔تمہیں معلوم نہیں کہ رات کے وقت ہم پر حملہ کریں یا دن کو اور اُن میں سے قریب ترین لوگ تم سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہیں۔وہ چاہتے تھے کہ ہم اُن کی بات قبول کر کے اُن سے معاہدہ کر لیں۔اور ہم نے اس سے انکار کیا۔پس تم اُن کے حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔اور تین دن ہی گزرے تھے کہ اُنہوں نے رات کے وقت مدینہ پر آ کر چھاپہ مارا اور ایک جماعت کو ذی حسی میں چھوڑ آئے تا وہ اُن کے مددگار رہوں۔

نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ یہ چھاپہ مارنے والی جماعت وہی لوگ تھے جو زکوٰۃ معاف کروانے آئے تھے۔جب درخواست نامنظور ہوئی تو تین دن کے اندر مدینہ پر حملہ کر دیا۔

(8)۔مرتدین نے صرف مدینہ ہی پر حملے نہیں کئے تھے بلکہ انہوں نے مرتد ہوتے ہی آنحضرت ﷺ کی وفات کے معاً بعد اُن صادق الایمان

مسلمانوں کو بھی تہہ تیغ کر دیا جو ان قوموں میں بستے تھے۔اور باوجود اپنی قوم کے مرتد ہونے کے اسلام پر قائم رہے تھے۔چنانچہ طبری نے لکھا ہے

فوثب بنو ذبیان وعبس علیٰ من فیھم من المسلمین وقتلوھم کل قتلة و فعل من وراء ھم فعلھم

یعنی جونہی آپ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی بنوذبیان اور عبس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور جو قومیں اُن کے علاوہ بستی تھیں اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔یعنی انہوں نے بھی ایسے ہی لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ (1) ان لوگوں کا جرم محض ارتداد نہ تھا بلکہ انہوں نے کھلم کھلا بغاوت اختیار کی اور مسلمانوں کو قتل کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں اور اسلامی سلطنت کو جڑ سے اکھیڑ ڈالیں اور اسلام کو نابود کر دیں۔

(2) اور پھر ہوا یہ کہ پیشتر اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ ایسی قوموں کی گوشمالی کے لئے لشکر مختلف اطراف میں روانہ کریں ان میں سے بعض نے بغیر حضرت ابوبکرؓ کے حملہ کے خود بخود مدینہ پر حملہ کر دیا۔

(3) روز بروز ان کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی اور اگر ان اقوام کو کچھ مزید مہلت مل جاتی تو ان کا حوصلہ اس قدر بڑھ جاتا کہ تمام گردونواح کے مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے آخر پر مدینہ پر حملہ آور ہو جاتے۔پس ضروری تھا کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہو کر ان کی جمعیت کو توڑتے اور اس آگ کو جو تمام اطراف میں پھیل کر مسلمانوں کی ہستی کو خطرہ میں ڈال رہی تھی بجھا دیا جاتا۔عینی نے ان سب قبائل کے بارہ میں مجموعی طور پر لکھا ہے

و انما قاتل الصدیق ؓ مانعی الزکوٰة لانھم امتنعوا بالسیف و نصبوا الحرب للامة (عینی جلد 11 صفحہ 236) یعنی حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے اس لئے قتال کیا کہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوٰۃ کو روکا اور مسلمانوں کے لئے جنگ برپا کی۔یعنی انہوں نے سلطنت اسلامی سے بغاوت اختیار کی

(4) اور نہ صرف تلوار کو ہاتھ میں لیا بلکہ مدینہ پر حملہ کیا اور اپنی اپنی قوم کے مسلمانوں کو قتل کیا، آگ میں ڈالا اور ان کا مثلہ کیا۔جیسا کہ طبری میں مندرج ہے

ولم یقبل خالد (بعد ھزیمتھم) من احد من اسد و غطفان ولا ھوازن ولا سلیم ولا طی الا ان یاتوہ بالذین حرقوا و مثلوا و عدوا علیٰ اھل الاسلام فی حال ردتھم

(تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1900 وایضا ابن خلدون جلد 2 صفحہ 71 وتاریخ الکامل جلد صفحہ 149 بتغائر الالفاظ)

یعنی جب بنی اسد اور غطفان وغیرہ کو شکست ہوئی تو خالدؓ نے ان کو معافی دینے سے انکار کیا جب تک وہ ان لوگوں کو پیش نہ کریں جنہوں نے مرتد ہونے کی حالت میں مسلمانوں کو آگ میں ڈال کر جلایا یا اور ان کے ہاتھ پاؤں ناک کاٹے اور اُن پر ظلم کیا۔

(5)۔اسی طرح تاریخ بتاتی ہے کہ مرتدین نے اپنے اپنے علاقوں سے آپ کے عمّال کو نکال دیا۔اور بعض جگہ مرتدین نے جداگانہ بادشاہت بھی قائم کر لی یا قائم کرنے کی کوشش کی مثلاً ابن خلدون نے لکھا ہے

وارتدت ربیعة و نصبوا المنذر بن النعمان بن المنذر و کان یسمی المغرور فاقاموہ ملکاً کما کان قوم بالحیرة

(ابن خلدون جلد 2 صفحہ 76 وتاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1960)

یعنی بنو ربیعہ نے جو بحرین کا ایک قبیلہ تھا ارتداد اختیار کیا اور مرتد ہونے کے بعد المنذر بن النعمان کو کھڑا کیا جو مغرور کے خطاب سے مشہور تھا اور اس کو

اپنا بادشاہ بنالیا۔

(6)۔یہی حال مسیلمہ کذاب کا تھا اس کا نبوت کا دعویٰ تو صرف ایک ذریعہ تھا اصل غرض حکومت کا حصول تھا چنانچہ اس نے آپ ﷺ کی وفات کا اعلان سنتے ہی حضر اور یمامہ پر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا اور نبی کریم ﷺ کے کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو نکال دیا۔(خمیس جلد صفحہ 177) ایک اور باغیہ سجاح کے ساتھ اتحاد کرلیا۔ پھر اسی دوران دو مدنی صحابی ملے ان کو گرفتار کرلیا۔ارتداد پر مجبور کیا ایک تو مرتد ہو گئے جبکہ دوسرے حضرت حبیب نہ مانے تو ان کے پہلے عضو عضو کاٹتا رہا اور آخر آگ میں ڈال کر جلا دیا۔(تاریخ خمیس جلد 2 صفحہ 241)

(7)طلیحہ بن خویلد آپ ﷺ کے زمانہ میں ہی مرتد ہو گیا تھا مگر آپ کی وفات کے بعد اس نے اپنے ارد گرد لشکر اکھٹا کرلیا۔قبائل غطفان وہوازن وطے اس کے ساتھ ہو گئے جن لوگوں نے پیش قدمی کر کے مدینہ پر چھاپہ مارا۔عبس اور ذبیان کو جب حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی تو وہ بھی طلیحہ سے جا کر مل گئے اور اسی طرح بنوفزارہ نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں بعض کا مثلہ کیا اور بعض کو آگ میں جلایا۔عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم انصاری گرد ونواح کی گشت پر تھے ان کو غفلت میں پا کر قتل کر دیا اور مسلمانون نے ان کو لاشوں کو روندا ہوا پایا (طبری جلد 4 تاریخ الکامل جلد 2)یعنی طلیحہ نہ صرف مرتد تھا بلکہ وہ دوسرے باغیوں کا ملجاء وماویٰ تھا۔

(8)اسی طرح سے ایک اور مدعی نبوت اسود عنسی تھا۔اس نے آپ ﷺ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے علم بغاوت بلند کیا آپ ﷺ کے عاملین صدقات کو صدقات واپس کرنے کا حکم دیا۔عُمال ابھی تردد ہی میں تھے کہ قبائل مذحج ونجران کو لے کر یمن کے مسلمان حاکم شہر بن باذان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے جبراً نکاح کر کے سارے ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا۔اسود کی بغاوت کی خبر سنتے ہی آپ ﷺ نے وبر بن یحنس کے ہاتھ حضرت معاذ بن جبلؓ کو خط لکھا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے شہر بن باذان کی بیوہ کی مدد سے اسود عنسی کو اس کی خوابگاہ میں قتل کیا اور اس کے قتل کی خبر آپ ﷺ کی وفات کے ایک دن اور ایک رات بعد مدینہ میں پہنچی۔

(9)اسی طرح اہل عمان میں سے ایک شخص لقیط بن مالک ازدی نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہی مسلح بغاوت کے لئے جمیعت اکھٹی کر لی اور علاقہ عمان پر حاکم ومتصرف بن بیٹھا اور وہاں کے اصلی عُمال جیفر اور عباد کو نکال دیا (تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 1977 وابن خلدون جلد 2 صفحہ 78)

(10)''جنگ یمامہ .... میں 1200 صحابہ کرام شہید ہوئے......ختم نبوت ﷺ کے دفاع میں 1200 صحابہ کٹے جسموں کے ساتھ مقتل میں پڑے تھے......بنوحنفیہ کا باغ ''حدیقۃ الرحمان'' میں اتنا خون بہا کہ اسے حدیقۃ الموت کہا جانے لگا''

علامہ صاحب کی عقل وفہم پر رونا آتا ہے کہ کسی جنگ میں شہید ہونے والوں کی زیادہ تعداد کو جنگ کی فضیلت پر محمول کرتے ہیں یا اس سے اپنے عقیدہ کی اہمیت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

کسی جنگ میں زیادہ صحابہ کا شہید ہونا اس جنگ کی اہمیت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ سب سے پہلی جنگ، جنگ بدر کو یوم الفرقان کا نام دیا گیا ہے جبکہ اس میں بہت تھوڑے صحابہ شہید ہوئے لیکن اس کے بالمقابل احد کی جنگ میں زیادہ صحابہ شہید ہوئے اور مستشرقین نے اس پر بہت اعتراض کیا ہے کہ معاذ اللہ مسلمان یہ جنگ ہار گئے تھے۔اسلام کا سب سے عظیم الشان غزوہ فتح مکہ تھا جس میں سب سے کم صحابہ کی شہادت ہوئی اور یہ اسلام کی سب سے بڑی فتح تھی۔

مولانا صاحب!!! کیا آپ اس تاریخی حقیقت سے بھی ناواقف ہیں کہ گذشتہ جنگوں میں تو مسلمانوں کی تعداد ہی بہت کم تھی جبکہ جنگ یمامہ کے زمانہ میں یہ تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ یہ تو ایسی ہی جاہلانہ بات ہے کہ فرض کریں کہ آج پاکستان کے بائیس کروڑ لوگ مل کر انڈیا سے جنگ لڑیں اور ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان شہید ہو جائیں تو آپ جیسا کوئی تاریخ دان یہ لکھ دے کہ آج کی جنگ میں تو مسلمانوں نے جنگِ یمامہ سے بھی زیادہ شہادت پائی ہے۔ آپ کی ایسی تاریخ دانی اور فہم وذکا پر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(11) پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں ''خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ خطبہ دے رہے تھے۔ لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو۔ بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے" مدینہ میں کوئی نہ رہے حتی کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اگر علی المرتضی سیدنا صدیق اکبر کو نہ روکتے تو وہ خود تلوار اٹھا کر یمامہ کا رخ کرتے۔''

یہ بھی علامہ جی نے ایک بہت بڑا تاریخی مغالطہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے کیونکہ بعینہ یہی الفاظ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ یمامہ سے پہلے لشکرِ اسامہ کی روانگی کے معاملے میں بھی کہے تھے (بلکہ وہ الفاظ اس سے بھی زیادہ شدید تھے) جب صحابہ نے آپؓ کو لشکرِ اسامہ کو روکنے کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ''لَمَّا وَقَعَتْ هَذِهِ الْأُمُورُ أَشَارَ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ عَلَى الصِّدِّيقِ أَنْ لَا يُنْفِذَ جَيْشَ أُسَامَةَ...وَأَبَى أَشَدَّ الْإِبَاءِ، إِلَّا أَنْ يُنْفِذَ جَيْشَ أُسَامَةَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ لَا أَحُلُّ عُقْدَةً عَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ أَنَّ الطَّيْرَ تَخَطَّفُنَا، وَالسِّبَاعَ مِنْ حَوْلِ الْمَدِينَةِ وَلَوْ أَنَّ الْكِلَابَ جَرَّتْ بِأَرْجُلِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ لَأُجَهِّزَنَّ جَيْشَ أُسَامَةَ: پس جب یہ تمام امور واقع ہوئے تو بہت سے لوگوں نے صدیقِ اکبرؓ سے درخواست کی کہ جیشِ اسامہؓ کو روانہ نہ کیا جائے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سے شدید ترین انکار کر دیا اور اس کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ ہوئے کہ لشکرِ اسامہ کو فی الفور روانہ کیا جائے اور آپؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ہرگز اُس گرہ کو کھولنے والا نہیں ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے باندھا تھا۔ خواہ مدینہ کے اردگرد کے پرندے اور درندے ہمیں اچک کر لے جائیں اور خواہ کتے امہات المؤمنین کی اوڑھنیوں کو گھسیٹتے پھریں پھر بھی میں ضرور بالضرور اسامہؓ کے لشکر کو تیار کر کے روانہ کروں گا۔'' (البداية والنهاية، الجزء:6، الصفحة:304)

پس مولانا صاحب!!! تاریخ کے مطابق مسیلمہ کذاب کا دعوئ نبوت رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہوا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے وفاتِ اقدس کے فوری بعد جنگِ یمامہ نہیں ہوئی بلکہ عیسائیوں کے خلاف لشکرِ اسامہؓ کو بھیجنا صدیقِ اکبرؓ کی سب سے بڑی خواہش تھی اور اس معاملے میں آپؓ نے حضرت عمرؓ جیسے معاملہ فہم صحابی کے بھی اس مشورے کو رد کر دیا کہ جیشِ اسامہ کو روانہ نہ کیا جائے۔ اس موقع پر نہ باقی صحابہ کرامؓ کے ذہن میں جنگ یمامہ تھی نہ صدیقِ اکبر کے ذہن میں۔ پس ثابت ہوا کہ باجماعِ صحابہ لشکرِ اسامہ، جنگِ یمامہ سے زیادہ اہم اور فوری فریضہ سمجھا گیا۔ اسی لیے تو گویا صدیقِ اکبر نے بھیگتی آنکھوں سے یہ فرمایا کہ ''خواہ مدینہ کے اردگرد کے پرندے اور درندے ہمیں اچک کر لے جائیں اور خواہ کتے امہات المؤمنین کی اوڑھنیوں کو گھسیٹتے پھریں پھر بھی میں ضرور بالضرور اسامہؓ کے لشکر کو تیار کر کے روانہ کروں گا۔'' سو اہلِ بدر ہوں یا اہلِ احد، اہلِ خندق ہوں یا اہلِ موتہ سبھی صحابہ نے مسیلمہ کذاب کے دعوئ نبوت کے بعد بھی جنگِ یمامہ سے پہلے لشکرِ اسامہ کے ساتھ جانا ایک بہت بڑی سعادت اور حفاظتِ ختم نبوت کے لیے ضروری سمجھا۔ پس جنگ یمامہ کو عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ جوڑنا یا تو ایسے شخص کا کام ہوسکتا ہے جو عمداً تاریخ کو مسخ کرنے کا ماہر ہو یا رقۂ

علمِ تاریخ سے قطعاً مخلع ہو۔ یہ تو اتنی موٹی باتیں ہیں جو شائد ایک پتھر کو بھی سمجھ آجائیں لیکن علامہ صاحب اور ان جیسوں کو سمجھ نہیں آتیں۔

12) پھر مولوی صاحب کا یہ فرمانا۔

''13 ہزار کے مقابل بنوحنفیہ کے 70000 جنگجو اسلحہ سے لیس کھڑے تھے۔ جنگ یمامہ وہ جنگ تھی جس کے متعلق اہل مدینہ کہتے تھے: بخدا ہم نے ایسی جنگ نہ پہلے کبھی لڑی نہ بعد میں لڑی''

یہ فقرات بھی علامہ جی کی تاریخ دانی کا عجیب شاہکار ہیں جن پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جنگ موتہ جس کا مکمل نظارہ آپ ﷺ کو میدانِ جنگ سے میلوں دور بیٹھ کر اللہ تعالیٰ نے دکھایا۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جبکہ اس کے بالمقابل اُس زمانے کی سپر پاور رومن ایمپائر کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی۔ یہ اتنی خطرناک جنگ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ تمام سپہ سالار ہی شہید ہو گئے اور ایک موقع پر تو جھنڈا اٹھانے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اب کہاں 13 ہزار کے مقابل پر 70 ہزار اور کہاں 3 ہزار کے مقابل پر 2 لاکھ

13) علامہ صاحب بہت سرگرم ہو کر لکھتے ہیں: ''انصار کا وہ سردار ثابت بن قیس......اکیلا ہزاروں کے لشکر میں گھس گیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک اس کے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی جہاں شمشیر و سناں کا زخم نہ لگا ہو......کیا عقل یہ سوچ سکتی ہے کہ ہزاروں کا لشکر ہو اور براء بن مالک کہے: اے مسلمانو! اب ایک ہی راستہ ہے تم مجھے اٹھا کر اس قلعے میں پھینک دو میں تمہارے لئے دروازہ کھولوں گا۔'' اس نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر منکرین ختم نبوت کے اس لشکر جرار کو دیکھا اور پھر تن تنہا اس قلعے میں چھلانگ لگ دی قیامت تک جو بھی بہادری کا دعوٰی کرے گا یہاں وہ بھی سر پکڑ لے گا''

علامہ صاحب!!! آپ کی اس تحریر سے ہر وہ شخص سر پکڑ لے گا جس نے سرسری طور پر بھی صحابہ کرام کی بہادری، شجاعت اور شوقِ شہادت کے قصے سن رکھے ہوں گے۔ صحابہ کا تو بکثرت یہ معمول تھا کہ وہ اکیلے ہزاروں سے جا ٹکراتے تھے کہ کسی طرح جامِ شہادت نوش فرما کر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائیں۔ کیا آپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے نام سے واقف بھی ہیں جنھوں نے بار بار ہزاروں کے مجمع سے اکیلے ٹکرا کر متعدد تلواریں توڑیں اور اس بات کی پوری کوشش کی کہ وہ میدانِ جنگ میں جامِ شہادت نوش کریں لیکن ان کی بہت سی تلواریں تو ٹوٹ گئیں لیکن وہ خود نہ ٹوٹ پائے، شہید نہ ہو سکے۔ (کیونکہ آپؓ کو تو خود رسول خدا ﷺ نے سیف اللہ کے لقب سے نوازا تھا۔)

اگر آپ نے جماعتِ احمدیہ مسلمہ کی دشمنی کے علاوہ کبھی تاریخ اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی وفات کے وقت رو رہے تھے لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ موت کے خوف سے رو رہے ہیں تو آپ نے اپنے جسم سے کپڑا ہٹانے کا کہا۔ سب لوگوں نے دیکھا کہ جسم پر کوئی ایک حصہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کسی زخم کا نشان نہ ہو۔ پھر آپ نے اپنے رونے کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے پوری کوشش کی میں میدانِ جنگ میں شہید ہو جاؤں لیکن آج میں بستر پر طبعی موت فوت ہو رہا ہوں۔

پس صحابہ کرامؓ تمام جنگوں میں ہی یکساں شوقِ شہادت سے سرشار ہو کر جنگ لڑا کرتے تھے اور غزوۂ بدر ہو یا احد جنگِ موتہ ہو یا جنگِ یمامہ تمام جنگوں میں ہی صحابہ کرام ختم نبوت کا ایک جیسا ہی دفاع فرماتے رہے۔ پس اے مسلمانو! کیا تمہیں اب بھی تمام جنگوں میں یکساں طور پر ختمِ نبوت کی اہمیت معلوم نہ ہوسکی؟؟؟۔ کیا غزوۂ احد میں مجسم ختم نبوت ﷺ کے چہرۂ مبارک کے سامنے حضرت طلحہؓ کا وہ ہاتھ آپ بھول گئے جو تیر کھا کھا کر شل ہو گیا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے آگے سے ہٹا نہیں۔

علامہ صاحب!! یا تو آپ تجاہلِ عارفانہ کے ماہر ہیں یا آپ علمِ حدیث و تاریخ سے بالکل نابلد ہیں وگرنہ آپ صحابہ کرامؓ کی ایسی گستاخی کی جرأت نہ

کرتے۔ یہ بات آپ کو کس حکیم نے بتائی کہ جنگِ بدر، احد اور موتہ وغیرہ میں صحابہ کرام کی شجاعت و بہادری جنگِ یمامہ کے شرکاء سے کسی طرح بھی کم تھی۔ اہلِ عرب اور صحابہ کی عورتیں اور بچے بھی اسی ثابت بن قیس جیسے بہادر تھے اور بعض عورتیں بھی ہزاروں کے مجمع سے اکیلی ٹکرا جاتی تھیں جیسا کہ حضرت خولہؓ کا اکیلے لاکھوں افراد پر مشتمل لشکر سے ٹکرا جانا اور اکیلی ہونے کے باوجود کافروں کی لاشوں کے ڈھیر لگانا اور سیف اللہ کو بھی اس حد تک شدید متاثر کر دینا کہ ان کا آپؓ کو عورت کے بجائے مرد آہن سمجھنا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ دو کمسن بچوں کا بہادری اور شجاعت کی سراپا عشق انگیز داستان رقم کرتے ہوئے بدر کے میدان میں ابوجہل کو واصل جہنم کر دینا، تاریخ و حدیث کا ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے!!!

پس یہ ہیں وہ اسباب جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ منبر رسول پر چڑھ کر خطبہ دیا اور مسلمانوں کی جان مال اور عزت کی حفاظت کرنے والی ریاست مدینہ کے والی کی حیثیت سے مسلمانوں کو پکارا اور جوش ایمانی کو للکارا کہ اگر آج ان مسلح باغیوں کی سرکوبی نہ کی گئی تو ریاست مدینہ اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹ جائے گا اسی لئے آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا

''لوگو! مدینہ میں کوئی مرد نہ رہے، اہل بدر ہوں یا اہل احد سب یمامہ کا رخ کرو" بھیگتی آنکھوں سے وہ دوبارہ بولے: مدینہ میں کوئی نہ رہے حتی کہ جنگل کے درندے آئیں اور ابوبکر کو گھسیٹ کر لے جائیں۔''

ہم مولوی صاحب کے جنگ یمامہ کے کوائف بیان کر کے قادیان کو فتنہ قرار دے کر ان دونوں کو آپس میں ملانے کی ظالمانہ جسارت پر سے سردست صرف نظر کرتے ہوئے اسی بات پر فوکس رکھتے ہیں کہ قادیان کی مخالفت کیجئے ضرور کیجئے مگر اپنی محبت کو قرآنی دائروں میں رکھئے ورنہ جماعت احمدیہ کی نفرت میں کسی فرضی دفاع، یا حفاظت یا محبت کے چکر میں آپ پالتو بندر کی طرح اپنے مالک کی ناک کو ہی زخمی کرنے والے بن جائیں گے۔ جبکہ حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ دو جھوٹے نبی آپ ﷺ کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسود عنسی مسلح بغاوت کرتا ہے تو آپ ﷺ اپنے گورنروں کو اس پر یورش کا حکم دیتے ہیں جبکہ دوسرا صرف نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور ابھی مسلح بغاوت نہیں کرتا تو آپ بھی اس کے لئے کوئی حکم صادر نہیں کرتے جبکہ آپ مسلح بغاوت کو بھی چھپا جاتے ہیں* یہ بھی چھپا جاتے ہیں کہ وہ ایک نہیں دو تھے یعنی مسیلمہ یمامہ میں اور اسود عنسی یمن میں آپ یہ بھی چھپا جاتے ہیں کہ ان دونوں نے دعویٰ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں نہیں آپ ﷺ کے زمانہ میں کیا۔ آپ کے سامنے کیا۔ آپ کے صحابہ کے درمیان میں مدینہ میں کیا۔ پھر آپ یہ بھی چھپا جاتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک نے مسلح بغاوت آپ ﷺ کی زندگی میں کی اور آپ ﷺ نے اس کی مسلح مومنین سے سرکوبی کروائی۔ اور جس نے سردست اپنے بغض کو سینہ میں چھپائے رکھا تو آپ نے بھی اس کی سرزنش سے صرف نظر کئے رکھا یہاں تک کہ اس کا کینہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ کے زمانے میں باہر آیا تو اُس وقت موجود خلیفۃ الرسول ﷺ نے اسوہ رسول سے سند پکڑتے ہوئے اس کا مقابلہ کیا۔ اگر آپ مرتدین اور کذابین کی اسلامی ریاست کے خلاف مسلح بغاوت مسلمانوں کے قتل عام اور مثلہ جیسے قبیح جرائم کو اپنی احمدیت سے نفرت کی چادر میں چھپا کر ڈھانپنے اور انہیں اس قبیح جرم سے بچانے کی کوشش میں لگے رہیں گے تو یقیناً آپ ختم نبوت کے دفاع کے نام پر غیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی sugar coating کی آڑ میں غیرت رسول ﷺ پر بھیانک حملہ کرنے والے ہونگے بلکہ اس ادھوری تاریخ بیان کرنے کی پاداش میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ اور دیگر مذکور صحابہ کی غیرت ایمانی کو آنحضور ﷺ کو غیرت ایمانی کے مقابل لا کر کھڑا کرنے والے بن جائیں گے بلکہ نعوذ باللہ اپنے وفور نفرت میں صحابہ کو آپ ﷺ سے اس حوالہ سے دو قدم آگے بیان کر رہے ہونگے۔ استغفر اللہ ربی من ذلک الخرافات۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کا دلنشین اندازِ نصیحت

عبدالباسط طارق مربی سلسلہ جرمنی

جامعہ احمدیہ ربوہ میں ہمارے نگران اساتذہ ہمیں کہتے رہتے تھے کہ ہر ہفتہ تم لوگوں نے کسی بزرگ سے صحبتِ صالحین کے لیے ان کے پاس جا کران کی باتیں سننی ہیں۔ اُس وقت بہت سے صحابہ ربوہ میں زندہ موجود تھے۔ ہم ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک ہفتہ ہمیں کسی صحابی سے ملاقات کا وقت نہ مل سکا۔ اس پر ہم مسجد مبارک چلے گئے کہ وہاں کسی بزرگ سے مل لیں گے۔ جب عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کو دیکھا ۔

میں اس وقت جامعہ احمدیہ میں درجہ رابعہ کا طالب علم تھا۔ میرے ساتھ تین چار اور دوست بھی تھے۔ ہم نے آپ سے کہا کہ مولانا صاحب! ہم نے آپ سے بات کرنی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ کیا بات کرنی ہے اور تم کون ہو۔ ہم نے کہا: ہم جامعہ کے طالب علم ہیں۔ اس پر پھر ان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور کہا کہ کیا بات کرنی ہے۔ پھر وہ باہر آگئے اور مسجد مبارک کے صحن میں زمین کے فرش پر بیٹھ گئے، ہم بھی آپ کے سامنے زمین پر چوکڑی مار کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے پوچھا کہ تم جامعہ کیوں گئے؟ ہم نے کہا: جی ہم نے زندگی وقف کی ہے۔ انہوں نے کہا چلو زندگی وقف ہوگئی پھر کیا کرو گے؟ ہم نے کہا: ہم جامعہ میں تعلیم حاصل کریں گے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے جامعہ میں تعلیم بھی حاصل کر لی پھر کیا کرو گے؟ ہم نے کہا کہ مبلغ بن کر میدانِ عمل میں چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تم مبلغ بھی بن گئے اور میدانِ عمل میں بھی چلے گئے، وہاں جا کے کیا کرو گے پھر کیا ہوگا؟ میں کچھ پریشان سا ہو گیا۔ ہم سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے کہ مولوی صاحب کو کیا جواب دیں؟ میں نے کہا جی بات یہ ہے کہ جب میدانِ عمل میں جائیں گے تو ہم تقریریں کریں گے، درس دیں گے اور غیر مسلموں کو تبلیغ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ چلو تبلیغ بھی کر لی، درس بھی دے دیا اور تقریریں بھی کر لیں۔ پھر کیا ہوگا؟ اس کے بعد میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے کہا پھر یہ ہے کہ لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوں گے اور اس طرح بیعتیں ہوں گی۔ مولوی صاحب نے مسکرا کر کہا چلو بیعتیں بھی ہوگئیں، لوگ اسلام میں بھی داخل ہوگئے، پھر کیا ہوگا۔ مجھے کچھ پریشانی سی ہوئی کہ میں کیا جواب دوں؟ میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا میں چپ کر گیا۔ اس پر مولوی صاحب مسکرائے اور ہم سب کی طرف دیکھا اور کہا کہ دیکھو یہ ساری چیزیں صحیح ہیں، اچھی ہیں۔ زندگی وقف کرنا، جامعہ میں پڑھنا، مربی بننا، تبلیغ کرنا، بیعتیں کروانا یہ سب ٹھیک ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کا عرفان آپ کو حاصل نہیں ہوا۔ تو خدا کے نزدیک یہ ساری چیزیں مائنس زیرو سے بھی نیچے ہیں، زیرو ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت خدا کے نزدیک نہیں ہے اگر خدا کے ساتھ تمہارا زندہ تعلق نہیں ہے۔ یہ کہہ کہ مولوی صاحب مسکراتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔

یہ ایک ایسی نصیحت ہے جو مجھے اب تک یاد ہے۔ یہ 1970 کی بات ہے۔ گویا 55 سال پہلے کی بات ہے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کو جو امام عطاء المجیب راشد صاحب کے والد صاحب تھے ان کو اس زریں نصیحت کی جزاء عطا فرمائے اور ہم سب مبلغین کو ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی سعادت اور توفیق عطاء فرمائے آمین۔

عبدالسلام اختر ایم اے اور آپ کی شاعری

طیبہ شہناز کریم۔لندن

ہر نصیحت میں اک چمن ہے کھلا　　　　گر چہ ہو دل میں اترنے والی

جناب ثاقب زیروی صاحب کی کتاب ''دورِخسروی'' زیر مطالعہ تھی شروع ہی میں یہ فقرہ پڑھا کہ ان کے رہوارِتخیل کو دین کی طرف موڑنے والی ان کی ماں کی نصیحت تھی۔ لکھتے ہیں کہ شام کے دھندلکے میں میں کشاکش روزگار سے خیالی فیصلے کرتا اور ہنگامی گتھیوں کو سلجھا کے الجھتا اور الجھا کے سلجھاتا ہوا گھر واپس آیا تو والدہ جائے نماز پر حضورِاقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' کے مطالعہ میں مصروف تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور لب پر حقیقتیں، خیالات میں وحی اور تصورات میں جنت۔ مجھے ہر نظر کے ساتھ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے چہرے کی جلد میں عقائد کی شمعیں روشن ہیں۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی ان کی ان کیفیات میں محبت کی موجیں اٹھیں اور کہنے لگیں'' ثابت بیٹا! تم شاعر ہو اور شاعر کا کام حقائق کو روشن کر کے عوام میں پیش کرتا ہے۔ کیا تمہاری نظر میں ''حقیقۃ الوحی'' میں حقائق کائنات نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو کیا اور کسی حقیقت کو اس سے پہلے نظم میں ڈھلنے کا حق پہنچتا ہے؟ اگر ہے تو سب سے پہلے ''حقیقۃ الوحی'' کو نظم کرو تم اس طرح میری آرزو کو پورا اور اپنی عاقبت کو تابندہ کرو گے۔''

جناب ثاقب لکھتے ہیں کہ ماں کے ان الفاظ میں حقائق کا ایسا جوش اور صداقت کا ایسا اشارہ تھا کہ میں اپنی علمی کم مائیگی اور ادبی بے بضاعتی کے باوجود اپنے جسم کے ہر ذرے میں ایک شکست نہ کھانے والا عزم محسوس کرنے لگا اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اپنی اس قابل احترام ہستی کے سامنے ان حقیقتوں کو نظم کر دینے کا وعدہ کر لیا جس کے قدموں میں جنت کی بشارت ہے۔ خیال کا اردے میں ڈھلنا تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک پُرسکون انقلاب محسوس کیا میری وہ شاعری جو ملحدانہ خس وخاشاک میں رینگ رہی تھی صداقت کے راستے پر مسکراتی نظر آنے لگی۔''

پھر ہم سب جانتے ہیں کہ جناب ثاقب صاحب نے ان تمام حقیقتوں کو کتنے مؤثر اور دل نشین الفاظ میں نظم کیا بلکہ اس کتاب کو نظم کر لینے کے بعد آپ کی تمام شاعری ایک جادو کا سا اثر دلوں پر چھوڑتی ہے۔ آپ کی آواز تو واقعی دلوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی میرے ایک بھائی اور میرے میاں (چوہدری عبد الکریم) کی ثاقب صاحب سے گہری دوستی تھی، جب چند ایک مرتبہ ثاقب صاحب لندن تشریف لائے تو ہمارے گھر بھی کچھ وقت کے لئے ٹھہرے تو میرے میاں نے ان کا کچھ پرانا اور نیا کلام گھر میں بیٹھ کر ٹیپ کیا جس کی بے شمار ٹیپیں بطور یادگار میری الماریوں میں محفوظ ہیں اور وہ دونوں ہی اس جہان فانی کو الوداع کہہ چکے ہیں۔ روحوں پہ ان کی مولا رحمت سدا کرے۔

اب مَیں اپنے ایک محسن استاد کا ذکر خیر کرنا چاہوں گی جن کا نام گرامی ''عبدالسلام اختر ایم اے'' ہے۔ انہوں نے سیرت حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے تعلق رکھنے والی تمام روایات اور واقعات کو نظم کی شکل میں پیش کیا ہے اور اس کتاب کا نام ہے ''نقوشِ جاوداں'' عبدالسلام اختر، شاعر تو پہلے سے تھے لیکن ان کا رہوارِتخیل دین کی طرف موڑنے والا کیا واقعہ تھا۔ آپ لکھتے ہیں مدتوں کی بات ہے ''شاہنامہء اسلام'' کے مصنف ایک جلسے میں جنگ بدر کے

واقعات کے متعلق اپنا کلام سنا رہے تھے۔ جب سرورِ کائنات آنحضرت ﷺ کی شخصیت اورلشکرِ اسلام کے متعلق انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا　　　　کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

تو حاضرین ہر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ سینکڑوں لوگوں کے چہرے اخلاص، محبت اور عقیدت کے آنسوؤں میں ڈوب گئے اور وہ محفل تمام کی تمام عشقِ رسولؐ کا ایک آئینہ بن گئی۔

اس وقت مجھے خیال آیا کہ آج ہمارے درمیان سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مبارک وجود تو نہیں مگر حضورؐ کے ایک غلام حضرت مسیح آخر الزمان کی تابندہ شخصیت، آپ کے اقوال اور آپ کے احولِ سیرت کا ایک درخشندہ نمونہ تو موجود ہے جو درحقیقت آنحضرتؐ کی سیرت کا پرتو ہے۔ اگر اس آفتاب کی کرنوں کو کسی مؤثر رنگ میں دلوں تک پہنچایا جائے تو شاید اس خلقِ عظیم کی تجلی پڑھنے اور سننے والوں میں بھی ایک کیف آور انقلاب پیدا کرنے کا موجب بن سکے۔ لکھتے ہیں

وہ خیال ایک بیج تھا جو رفتہ رفتہ پرورش پاتا رہا پھر اس کا ایک پھل ''نقوشِ جاوداں'' کی صورت میں جماعت کے افراد کے ہاتھوں تک پہنچا۔ نیز لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں میری یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی یا میں کس حد تک اس کا اہل ثابت ہوا مگر میرا مقصد بالکل واضح ہے کہ اس زمانے کے ہادی اور ماموری عظیم شخصیت کی سیرت کو دل و نگاہ میں اس رنگ میں اُجاگر کیا جائے کہ نیکی کی خفتہ قوتیں بیدار ہو جائیں اور بڑھنے والا نیکی کے عمل میں ایک حظ محسوس کرنے لگے۔ تو سامعین کرام! جب عبدالسلام اختر صاحب نے یہ مجموعہء کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ ''مجموعہ کلام کو دیکھ کر دل نہایت خوش ہوا۔ ایک مخلص احمدی کی شاعری اس راہ پر چلتی ہوئی نہایت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اس مجموعے میں آں عزیز نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اپنے محبوب آقا پیارے نبی کریم ﷺ سے عشقِ بے نظیر، نیز اخلاق حسنہ اور دیگر ایسی ہی روایات کو اشعار کے سانچے میں احسن طور پر ڈھال کر پیش کیا ہے۔ خدا تعالیٰ مقبول و مؤثر بنائے اور جزائے خیر بخشے۔ آمین۔''

اس کتاب کی نظموں میں عبدالسلام اختر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات جو حضور علیہ السلام کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں انہیں نظم کیا ہے جن میں ایک خاص کشش ہے اور سیرت کے ان واقعات کو منظوم کر کے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندوں سے محبت کی ایک طرح ڈالی ہے اور یہ وجدانی تعلق بسا اوقات ایک قلبی ہم آہنگی پیدا کرنے کا موجب ہو جاتا ہے اور بے اختیار انسان کا دل اپنے محبوب کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جب میں نے پہلی مرتبہ اس مجموعہء کلام کو پڑھا تو ایسے ہی محسوس کیا گویا کہ میں خود بھی اس جگہ موجود ہوں اور اپنے پیارے محبوب آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس چہرے کی زیارت کر رہی ہوں۔ مثال کے طور پر ایک نظم پیش کرتی ہوں۔ تاریخ اصحابِ احمدؑ کا ایک انمول واقعہ ہے جو نظم کیا گیا ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ شدید دردِ گردہ کی حالت میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی آرزو دل میں لئے حضور علیہ السلام کی مجلس میں پہنچتے ہیں اور خدا تعالیٰ کس طرح انہیں شفائے کامل عطا فرماتا ہے۔

شدید دردِ گردہ میں زیارتِ حبیب	رقع دیکھئے اک خوبیء حسنِ ارادت کا
درِ محبوب سے اصحابِ احمد کی عقیدت کا	عقیدت کیا؟ وفا کی جاں نثاری اور کیا ہو گی؟
محبت میں جنوں کی پختہ کاری اور کیا ہو گی؟	یہ فرماتے ہیں اک بندے خدائے پاک رحماں کے

جہانِ مہر و الفت میں تھا اک عالی مقام ان کا	زبانِ خلق پر منشی ظفر احمد تھا نام ان کا
سناتے ہیں وہ خود اپنی زبان سے داستان اپنی	کہانی دل کی کرتے ہیں وہ لفظوں میں بیاں اپنی
وہ لکھتے ہیں بہت بیمار تھا میں دردِ گردہ سے	مرض تھا سخت اور لاچار تھا میں دردِ گردہ سے
یہ درد ایسا تھا جو صورت کوئی ہو کم نہ ہوتا تھا	کسی پہلو کسی کروٹ کبھی مدھم نہ ہوتا تھا
کسک اس کی بلائے جسم و جاں معلوم ہوتی تھی	جوٹیس اٹھتی تھی مرگِ ناگہاں معلوم ہوتی تھی
عبث تھا کوشش چارہ گری کا ہر ہنر مجھ پر	نظر آتا تھا جیسے ہوں دوائیں بے اثر مجھ پر
مگر سب سے بڑا غم تھا مجھے جو دردِ پنہاں تھا	وہ محرومی تھی میری صحبتِ موعودِ دوراں سے
خلش رہتی تھی دل میں دیکھ لوں وہ ماہِ تابندہ	جو ممکن ہو سمیٹوں دل میں وہ انوار رخشندہ
مگر حسرت بسا اوقات دل کی دل میں رہ جاتی	تمنا آنسوؤں کے راستے سے ہو کہ بہہ جاتی
حضورِ پاک کو بھی علم تھا اس دردِ پنہاں کا	میرے قلب پریشاں کا میرے حالِ غریباں کا
حضور اکثر تشفی کا مجھے پیغام بھجواتے	دوا بھی بھیج دیتے اور دعا بھی ساتھ فرماتے
پھر اک دن یہ ہوا ارشاد ”آپ ہرگز نہ گھبرائیں“	”اگر ہے درد اب بھی بے تکلف میرے پاس آئیں“
پیام دل بری تھا یہ کہ اک اندازِ جانانہ	مسرت کھل اٹھی میرے چمن میں خانہ در خانہ
محبت میں یہ لطفِ عام سا محسوس ہوتا ہے	کہ ہر تکلیف میں آرام سا محسوس ہوتا ہے
نگاہوں میں میرے چھانے لگے انوارِ محبوبی	عجب تسکین برسانے لگے۔ انوارِ محبوبی
مگر یکدم مجھے یاد آیا یہ تھا حکم حضرت کا	کہ میں حاضر ہوں تب جب ”درد ہو گردے میں شدت کا“
معاً دل میں میرے اک بے قرارانہ صدا اٹھی	جھکا جب دل، درباری پہ، دل سے یہ دعا اٹھی
کہ اے معبود! یہ دردِ نہاں کچھ کم نہ ہو ہرگز	یہ ٹیس اٹھی رہے سینے میں اور مدھم نہ ہو ہرگز
یہ درد اک واسطہ بن جائے انعامِ سعادت کا	حضور پاک کے روئے مبارک کی زیارت کا
خدائے پاک نے سن لی صدائے التجا میری	ہوئی مقبول میرے دل سے جو اٹھی دعا میری
نظر کے سامنے رویئے حبیب مژدہ بار آیا	میرے مہجور دل کی بے قراری کو قرار آیا
تبسم کے کنول دیکھے تو دنیا مسکرا اٹھی	میری سوکھی ہوئی کھیتی کی قسمت جگمگا اٹھی
حضورِ پاک نے قربت میں اپنی مجھ کو بٹھلایا	بڑی شفقت سے میرا حال دل دریافت فرمایا
پھر اپنے مہمانوں کی صفِ اوّل میں بٹھلا کر	ہمارے سامنے خود رکھا، گھر سے ماحضر لا کر

چنوں کا شوربہ، کچھ مولیو ں کے ساگ کے پتے	بصد بیتابی دل میرے ذوق و شوق نے چکھے
تبرک جو میرے حصے میں آیا لے لیا میں نے	بچا جو خوانِ نعمت سے وہ پانی بھی پیا میں نے
میں سچ کہتا ہوں یہ برکت تھی یا فضلِ خدا مجھ پر	نہ دردِ گردہ کا کوئی اثر باقی رہا مجھ پر

قارئین کرام! اسی طرح مکرم ومحترم عبدالسلام اختر صاحب نے تاریخ اصحابِ احمد کے انمول واقعات کو اپنی انمول شاعری کے جواہر میں پرو دیا ہے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر مل سکے تو ''نقوشِ جاوداں'' ضرور پڑھیں۔ عبدالسلام اختر میرے ذی احترام اساتذہ کرام میں سے تھے میرے والد محترم ہم سب بہن بھائیوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ اپنا استاد کے نام اور کام کو زندہ رکھنا شاگردوں کا کام ہوتا ہے۔

میں نے اپنے اس استاد محترم سے بہت کچھ سیکھا۔ ان سے فلاسفی اور سائیکالوجی کا علم حاصل کیا۔ انگلش پڑھی آپ کے پڑھانے کا انداز اپنا جواب آپ تھا۔ اپنے شاگردوں کو کبھی بور نہیں ہونے دیتے تھے۔ انگلش شاعری پڑھاتے ہوئے اکثر ان شعراء کے بالمقابل اردو اشعار بھی سنا دیا کرتے تھے۔ جس سے لطف دوبالا ہو جاتا۔ شیکسپیئر اور کیٹس کی جو شاعری ان سے پڑھی اس کا اثر آج تک نہیں بھولا حالانکہ نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ فلاسفی جیسے خشک مضمون کو بھی بہت دلچسپ انداز میں پڑھاتے تھے۔ گزرے ہوئے کئی واقعات یاد آتے رہتے ہیں۔ ایک روز سائیکالوجی میں انسانی Moods اور جذبات پر لیکچر دے رہے تھے۔ ہم سب طالبات کو اجازت تھی کہ دوران لیکچر جو بات سمجھ میں نہ آئے، سوال کر کے اسی وقت اس کا جواب حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک طالبہ نے انسانی جذبات پر ایک سوال کیا لیکن ذرا کھل کر سوال نہیں کیا۔ آپ نے فوراً یہ شعر پڑھا کہ

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے   کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ہم سب خوب دل کھول کے ہنسے اور اگر کوئی بوریت محسوس ہو بھی رہی تھی تو وہ جاتی رہی۔ ایسے لائق استاد کم کم ہی نصیب ہوتے ہیں۔

اب میں ان کی ایک چھوٹی سی نظم سنا کر اجازت چاہوں گی یہ نظم انہوں نے اس وقت لکھی جبکہ ہم میں سے کچھ طالبات ایف۔ اے کا امتحان دینے کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر جامع نصرت کالج چھوڑ کر بعض دوسری جگہوں پر جا رہی تھیں۔ یہ نظم الوداعی محفل منعقد ہونے پر ایک طالبہ نے پڑھ کر سنائی۔ اس نظم کا اثر بھی آج تک مجھ پر ہے۔ مجھے زبانی یاد بھی ہے اور اس کا آخری بند جو دعائیہ ہے مجھے کبھی نہیں بھولتا اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ دعا ہمارے حق میں واقعی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اب وہ استاد تو زندہ نہیں لیکن ان کی یادیں ہماری دعاؤں کے ساتھ زندہ ہیں۔

الوداعیہ نظم

رخصت کا وقت آیا خاموش ہے زمانہ	آنکھیں سنا رہی ہیں دل کا کوئی فسانہ
اے بلبلو چمن کی تم اپنا آشیانہ	لے کر جہاں چلی ہو ہم کو نہ بھول جانا

کچھ زادِ راہ لے لو رخصت کا آج دن ہے

دو سال کا زمانہ کالج میں یوں گزارا	جیسے ہو آسمان پر ہنستا ہو ستارا

یا صبح کی جبیں پر خورشید کی تجلی	یا جھیل کے کنارے ماہتاب کا نظارا

کچھ زادِراہ لے لو رخصت کا آج دن ہے

علم و ہنر کی شمعیں ہر سو جلا رہی ہو	شادابیوں سے دل کو مرکز بنا رہی ہو
یہ دولتِ سخن ہے یا علم کا خزانہ	اس ہاتھ دے رہی ہو اس ہاتھ پا رہی ہو

کچھ زادِ راہ لے لو رخصت کا آج دن ہے

جاؤ کہ زندگی میں ہر گام پر بھلا ہو	مقصود ہو میسر نخلِ چمن ہرا ہو
شادابیوں کا گلشن ہر دم ہرا بھرا ہو	سر پہ خدا کا سایہ دامن میں مدعا ہو

کچھ زادِراہ لے لو رخصت کا آج دن ہے

مجھے بھی یہ سب پیاری یادیں ساتھ لے کر لاہور آنا پڑا۔ سچ ہے۔ وداع و وصل کی دنیا میں سے یہ زندگی پنہاں ہیں

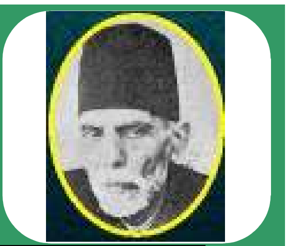

سارے جہاں سے اچھا، دارالاماں ہمارا

(کلام حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ)

سارے جہاں سے اچھا، دارالاماں ہمارا	دارالاماں ہمارا، جنت نشاں ہمارا
جس جا پہ اپنا عیسیٰ اترا ہے آسمان سے	اے سننے والے! سن لو ہے وہ مکاں ہمارا
مسجود قدسیاں ہے یہ سرزمین واللہ	ہر لب پہ ذکر جاری ، ہے ہر زماں ہمارا
گلہائے معرفت پر ہم بلبلیں ہیں گویا	اب بن چکا نشیمن یہ بوستاں ہمارا
یا رب! یہ آرزو ہے، پوری ضروری کرنا	مسکن ہو یاں ہمارا، مدفن ہو یاں ہمارا
کیا خوف ہے خزاں کا اس بوستان دیں کو	مرزا غلام احمدؑ ہے، باغباں ہمارا
جو کام کر دکھایا مہدی! تیرے قلم نے	وہ کام کر نہ سکتے، سیف و سناں ہمارا
حد سے بڑھیں نہایت ایذائیں دشمنوں کی	طاعون حق نے بھیجا پھر پاسباں ہمارا
تم اے زمینی لوگو! نقصان کیا کرو گے	ہے روز اولین سے جب آسماں ہمارا

وہ دن بھی آ رہا ہے جب ہو گا ایک عالم

ان گالیوں کے بدلے پھر خطبہ خواں ہمارا

پسر موعود ہونے کے دعویدار

جناب عبدالغفار جنبہ صاحب
سے نہایت ادب کے ساتھ 24 ضروری اور بنیادی سوال

تحریر ابن صدیق۔ نائیجر مغربی افریقہ

جرمنی میں مقیم جناب عبدالجبار جنبہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ امت مسلمہ کی راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث گئے نہ صرف پندرھویں صدی کے مجدد ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان پیشگوئی ''مصلح موعود'' کے مطابق ''پسر موعود ''''زکی غلام'' بھی ہیں۔

آپ احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ خلافت رابعہ کے کسی زمانے میں آپ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے جماعت احمدیہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنی ایک جماعت الگ سے بنالی۔ اور اس کا نام اصلاح پسند جماعت رکھ لیا۔ آجکل آپ جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔ جماعت احمدیہ کے مقابل پر اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے عقاید کی معلومات لینے کے لئے اور ان کے حوالے سے معین معلومات جاننے کے لئے ان کی ویب سائٹ کا رخ کیا جس سے میں موجود ایک سلائیڈ کے ذریعہ ان کے عقیدے اور دعوی مصلح موعود کو پیش کیا گیا ہے سو وہ سلائیڈ اوپر لگادی گئی ہے۔

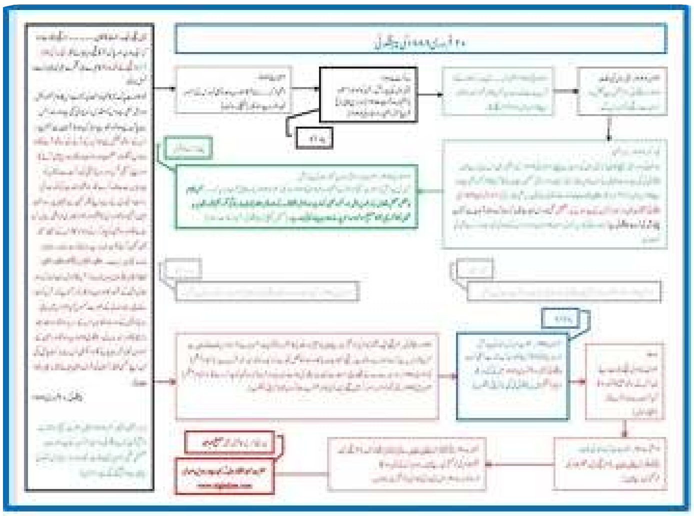

مذکور سلائیڈ کے مطابق عبدالغفار جنبہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چوتھے لڑکے صاحبزادہ مبارک احمد کے مثیل اور مصلح موعود اور مجدد پندرھویں صدی ہیں آپ جناب کا بیت عنکبوت صرف اس بات پر اٹکا ہوا ہے کہ اکتوبر 1907 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ انا نبشرك بغلام حلیم ۔

پھر اس کے ساتھ اسی ماہ کا ایک اور الہام ہے ینزل منزل المبارك

اسی طرح سے 13 اپریل 1899 کا الہام اصبر ملیاً ساھب لك غلاماً زکیاً ۔

اسی طرح سے 6 اور 7 نومبر 1907 کو الہام ہوا ساھب لك غلاماً زکیاً رب ھب لی ذریة طیبة انا نبشرك بغلام اسمه یحیٰ ۔

چنانچہ انہی الہامات پر مبنی تذکرہ کے صفحات کے سکین ویب سائٹ پر بات کو مزید پکا کرنے کے لئے لگائے گئے ہیں

عبدالغفار جنبہ صاحب سے ہمارے نہایت ادب سے چند سوال عرض کرنا چاہتے ہیں

پہلا سوال ۔آپ کے ہی بقول اپری 1899 کا الہام اصبر ملیاً ساھب لك غلاماً زکیاً ۔ کے مطابق 14 جون 1899 کو حضرت مبارک احمد پیدا ہو گئے ۔اب آپ کے پاس آپ کی کل متاع اکتوبر 1907 کا الہام ا نا نبشرك بغلام حلیم ۔اور 6اور 7 نومبر 1907 کا الہام ساھب لك غلاماً زکیاً رب ھب لی ذریۃ طیبۃ انا نبشرك بغلام اسمه یحیٰ باقی رہ گئے ۔اب ہمیں بتایئے اس میں کہاں لکھا ہے کہ یہ الہام پسر موعود یا مصلح موعود کے متعلق ہیں صرف دو حرف غلاما زکیا میں کیسے پوری پیشگوئی مصلح موعود یا پسر موعود سمٹ آئی

دوسرا سوال حضرت اقدسؑ نے مواہب الرحمن کے صفحہ 139 پر لکھا تھا ۔کہ بَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ یعنی مجھے ایک پانچویں بیٹے کی بشارت دی گئی ہے اور اسی طرح اور کچھ الہامات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو آپ نے بھی ذکر کئے ہیں مگر انہیں الہامات کے ساتھ الہام ہوا ”کَفٰی ھٰذَا“ ۔اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ یہ مبارک احمد کی ولادت کے وقت کے الہام ہیں ۔اور دوسرے الہام کے یہ معنی ہیں کہ یہ نسل یا یہ اولاد کافی ہے ۔اور اب اس کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوگی ۔اس الہام کو آپ نے کیوں چھپایا ؟ اور کیوں یہ الہام اپنی ویب سائٹ پر نہیں لگایا کہ اللہ فرما رہا ہے یہ اولاد کافی ہے؟

تیسرا سوال جنبہ صاحب یہ بتائیں کہ پہلے الہام سے تو ثابت ہوتا تھا کہ ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو بچپن میں ہی فوت ہو جائے گا ۔اور دوسرے الہام کے یہ معنی ہیں کہ یہ نسل یا یہ اولاد کافی ہے ۔اور اب اس کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوگی چنانچہ پہلے الہام کے مطابق مبارک احمد آٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا ۔اور دوسرے الہام کے مطابق آپ کے ہاں اور کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی اور تین چار برس کا عرصہ دراز گذرا کہ آپ کو الہام ہوا کہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اور اس الہام کو آپ نے اپنے پوتے پر لگایا ۔کیونکہ جب دونوں کلام خدا کی طرف سے تھے تو ان میں تناقض نہیں ہونا چاہئے تھا اور دونوں ایک دوسرے کے مطابق ہونے چاہئیں تھے ۔چنانچہ ملہم نے بھی اسی بات کے خیال سے آئندہ بیٹے کے الہام کو اپنے پوتے پر چسپاں کیا ۔کیونکہ پوتا بھی بیٹے کے قائمقام ہوتا ہے ۔پس اس کے بعد لازم ہے کہ ہر ایک الہام جو آئندہ بیٹے کی نسبت ہو وہ آئندہ نسل کے لئے ہو۔

تو جناب جنبہ صاحب آپ سے سوال یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود کفیٰ ھذا کے بعد غلام زکی کی بشارت کو مزید بیٹوں کی بجائے پوتے پر چسپاں کیا تو پھر آپ کیسے پسر موعود بن گئے؟ آپ تو ذریت میں سے بھی نہیں ہیں

چوتھا سوال یہ ہے کہ آپ کا تو دعویٰ ہی مشکوک اور مقطوع ہے ۔یعنی ایک طرف آپ شبیہ مبارک احمد ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو دوسری طرف پسر موعود یا مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں حضرت مسیح موعود نے بشیر اول کو تو مصلح موعود کا ارہاص قرار دیا مگر مبارک احمد کو تو کبھی ارہاص یا شبیہ مصلح موعود قرار نہیں دیا ۔جب مبارک احمد کو ہی شبیہ مصلح موعود قرار نہیں دیا تو آپ مبارک احمد کے شبیہ بن کر مصلح موعود کیسے ہو گئے؟

پانچواں سوال یہ ہے پسر موعود پیشگوئی کے ضمن جب اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بار بار وعدہ کر رہا ہے کہ وہ موعود بیٹا ”تجھے دیا جائے گا“ ”تیری ذریت“ سے ہوگا ”تیری نسل“ سے ہوگا ”تیرے تخم سے“ سے پیدا ہوگا تو ان چار قیود کی موجودگی میں آپ کا پسر موعود ہونے کا دعویٰ آخر کون سے قوی دلائل رکھتا ہے؟

چھٹا سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ ”وہ موعود بیٹا“ نو سال کے اندر پیدا ہوگا اور پھر آپ ساتھ اپنے گھر اور اپنی فیملی کی حالت بتاتے ہیں کہ ابھی صرف میرے گھر میں پہلی بیگم سے دو بیٹے ہیں اس زوجہ سے کوئی اولاد نہیں یعنی حصر کرتے ہیں کہ میرے گھر

میں میری فلاں زوجہ سے وہ نو سال کے اندر بیٹا پیدا ہوگا تو اتنے بڑے حصر کی موجودگی پھر آپ کیسے پسر موعود بن گئے آپ کا تو مرزا فیملی سے کوئی تعلق نہیں؟

ساتواں سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پسر موعود کے خدائی وعدے کے پورا ہونے کے لئے بڑی تحدی سے فرما رہے ہیں کہ ''اگر مدت مقررہ (نو سال) سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک وہ وعدہ کو پورا نہ کرلے۔اب آپ اپنے ریاضی کے علم کے مطابق ہمیں یہ علم مہیا کریں کہ یہ 9 سال کی گنتی اٹھارہ سو کے کس سال میں ختم ہوتی تھی اور آپ جو ماشاء اللہ ابھی حیات ہیں آپ کس سال پید ہوئے تھے؟

آٹھواں سوال یہ ہے کہ ''سبز اشتہار کے ص 7 پر موجود پسر بیٹے کی پیدائش کے بارہ میں فرما رہے ہیں کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر وہ وعدہ ضرور پیدا ہوگا'' اور پھر حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی ''سبز اشتہار کے ص 7'' کا حوالہ دیتے ہوئے اسی بیٹے کی پیدائش کا ذکر فرما رہے ہیں کہ و بیٹا پیدا ہوگیا'' اب آپ بتائیں آپ کہاں پر کھڑے ہیں۔آپ کون ہیں اور سبز اشتہار اور حقیقۃ الوحی کے مقابل پر آپ کا کیا دعویٰ ہے؟

نواں سوال یہ ہے کہ 20 فروری 1886 والے اشتہار میں پسر موعود کا نام تو محمود بتایا گیا تھا اور 1889 میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود پیدائش سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السالم کو کشفی طور پر مسجد کی دیوار پر محمود کا نام لکھا ہوا دکھایا گیا اور پھر وہ لڑکا پیدا ہوا اور ان کا وہی کشفی نام یعنی محمود رکھ دیا گیا اور فرمایا کہ ''نیک تفاول'' کے طور پر محمود رکھا۔حضرت مسیح موعود کو مسجد کی دیوار پر جس بچے کا نام دکھایا گیا آپ نے اسی نام کو نیک تفاول کے طور پر انہیں وہی نام دے دیا اسکے بعد آپ بتائیں آپ کس انتظار میں کس امید پر کھڑے ہیں کہ آپ پسر موعود بن جائیں گے؟ کیسے؟

دسواں سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رحمت کی دو شقوں کا ذکر کیا۔ایک کا بشیر اول کی وفات کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری رحمت پسر موعود کی پیدائش سے ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ رحمت تب تک نہیں آئے گی جب تک بشیر اوّل واپس اللہ کے پاس نہ چلا جائے اور پھر وہ پسر موعود کی شکل میں رحمت کی دوسری شق آئے گی۔اور پھر فرمایا کہ وہ دوسری رحمت آگئی جب پسر موعود پیدا ہوئے تو بتایئے آپ رحمت کی کونسی شق ہیں۔رحمت کی دو ہی شقیں حضور نے بیان کیں اور دونوں دو بیٹوں کی پیدائش کے ساتھ نازل ہوگئیں تو پھر آپ کی گنجائش کہاں ہے؟

گیارھواں سوال یہ ہے کہ دوسرا بشیر یا محمود یا مصلح موعود کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں تمہیں ایک عجیب واقعہ اور نادر بات بتاتا ہوں'' اور پھر اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا نام لے کر ان کی رویا بیان فرمائی اور بیٹے کا ذکر فرمایا کہ وہ بیٹا ان کے پاس لوٹ آیا ہے؟ اور پھر اسے بیتے بشیر ثانی پر منطبق کر کے فرمایا کہ ''مجھے علم دیا گیا ہے کہ یہ وہی بشیر ہے۔

اب آپ بتائیں کہ مجھے علم دیا گیا ہے کہ یہ وہی بشیر ہے جو بشیر ثانی یا محمود یا پسر موعود ہے اس کی والدہ بھی آپ علیہ السلام نے بتادی۔اب آپ بتائیں اس اعلان کے باوجود آپ پسر موعود کیسے بن سکتے ہیں؟

بارھواں سوال آپ سے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت سیدہ شہر بانو کو تمام سادات کی دادی قرار دیتے ہوئے اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بارہ میں میں فرمایا ''یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔کہ خدا تعالیٰ نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے''۔یعنی پسر موعود اور اسلام کو ترقی دینے والی اولاد نے حضرت سیدہ ام المومنین کے بطن سے ہونا ہے پھر آپ اس اعلان کی موجودگی میں کیسے پسر موعود بن سکتے ہیں؟

تیرھواں سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے سبز اشتہار میں پسر موعود بیٹے کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا'' بلاتوقف لڑکا پیدا ہوگا'' اور پھر اعلان فرمایا کہ'' وہ لڑکا پیدا ہوگیا ہے'' بلاتوقف پیدائش کے اعلان کے بعد کیا آپ اپنی تاریخ پیدائش لوگوں کو بتانا پسند کریں گے؟

چودھواں سوال سراج منیر کو شائع کرنے میں 8 سال توقف کیوں کیا؟ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے کتاب سراج منیر کی اشاعت میں 8 سال تک توقف کیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی''اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے''(سبز اشتہار روحانی خزائن ج2 ص450) پھر حضرت خلیفہ اولؓ کو تحریر کرتے ہوئے فرمایا کہ''اسی تصفیہ اور تفتیش کی غرض سے سراج منیر کے چھاپنے میں توقف درتوقف ہوتے گئے''(تشحیذ الاذھان ج3 ص411)

پھر اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا کتاب سراج منیر شائع ہوئی یا کہ نہیں؟ اور اگر شائع ہوئی تو کیا 12 جنوری 1889 کے اعلان کے مطابق کامل انکشاف سے اس میں اطلاع دینے کا وعدہ ایفاء فرمایا یا نہیں؟۔

یقیناً وعدہ ایفا فرمایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضور سراج منیر میں بعد کامل انکشاف اعلان فرماتے نظر آتے ہیں

''''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔''(سراج منیر، روحانی خزائن جلد12 صفحہ 36)

اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش پر حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ محمود پیدا ہوگیا ہے یا سبز اشتہار والا لڑکا پیدا ہوگیا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اس کا نام ہم نے بطور تفاول محمود اور بشیر رکھا ہے۔ اب 8 سال بعد مئی 1897 میں سراج منیر شائع کرتے ہیں اور اس میں کامل انکشاف کے بعد فرماتے ہیں پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کے لئے سبز اشتہار شائع کئے تھے چنانچہ وہ لڑکا میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔ پھر حاشیہ میں لکھا کہ بلاتوقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہوگیا۔ اب آپ بتائیں آپ کس کے منہ میں نوالہ دینا چاہتے ہیں کیا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے منہ میں اپنے الفاظ ڈالنے کا ارادہ ہے وہ تو فرما رہے ہیں کہ سو اب وہ پیدا ہوگیا ہے تو اب آپ کس منہ سے دعویٰ پسر موعود فرما رہے ہیں؟

مسیح موعودعلیہ السلام کی مبشر اولاد

پیشگوئی مصلح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود ومہدی معہود سے قبل کی ہے یعنی اُس زمانے کی ہے جبکہ ابھی حضور علیہ السلام نے مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اپنے اشتہار مورخہ 8 اپریل 1886ء میں حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ''یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جل شانہٗ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شایع کیا جاوے گا۔ والسَّلامُ علیٰ من اتَّبَعَ الھُدیٰ۔''(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 117) چنانچہ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپؑ کو مسیح ومہدی کے درجے پر فائز فرمایا تو اس پیشگوئی کی کڑیاں گزشتہ نوشتوں میں بھی موجود ہونے کا انکشاف ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے متعلق بیان کردہ علامات میں ایک بہت بڑی علامت اُس کی شادی اور اولاد ہونا بھی بیان فرمائی ہے چنانچہ روایت میں آتا ہے: یَنْزِلُ عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الأَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ ۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ علیہ السلام الفصل الثالث)

یعنی جب عیسٰی بن مریم زمین پر نازل ہوں گے تو وہ شادی کریں گے اور اُن کی اولاد بھی ہوگی۔ انسان کا شادی کرنا اور اولاد ہونا یہ ایک قدرتی امر ہے لیکن آنحضرت ﷺ کا آنے والے مسیح کی شادی اور اولاد کے بارے میں بالخصوص پیشگوئی کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسیح موعود کی شادی اور اولاد غیر معمولی اور بے شمار برکتوں اور فضائل کی حامل ہوگی اور یہ پیشگوئی بالکل اسی طرح ہی پوری ہوئی، ہر بچہ جو حضرت اقدس علیہ السلام کی حرم محترم حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا الٰہی بشارتوں کے تحت پیدا ہوا۔ حضرت اقدس علیہ السلام اپنی ایک نظم میں اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد	بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد	بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تُو نے بارہا دی	فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی
مری اولاد سب تیری عطا ہے	ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہے	یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی	فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی
بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا	جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا	دکھاؤں گا کہ اک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی	فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی

اسی طرح اور جگہوں پر بھی حضور علیہ السلام نے اپنی صداقت کے نشانوں میں اپنی مبشر اولاد کو بھی رکھا ہے لیکن ہر جگہ پر آپؑ نے اُس موعود بیٹے کی الگ تخصیص فرمائی ہے جیسا کہ اوپر کی نظم سے بھی ظاہر ہے، پہلے اپنی ساری اولاد کا عمومی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہے	یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

اور پھر اُس موعود بیٹے کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا	جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 5 حوالوں کو دوبارہ سے تحریر کرتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی مصلح موعود تھے

اوّل: دوسری قسم کی رحمت کی جو بھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888 کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ مایشاء" (سبز اشتہار ص 17)

دوئم: "دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو کیم دسمبر 1888 ہے پیدا نہین ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں" (سبز اشتہار ص 7 حاشیہ)

سوئم: ’’بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے‘‘ (سبز اشتہار ص 21 حاشیہ)

چہارم: تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت مجھے دی چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگر چہ اب جو یکم دسمبر 1888 ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889 میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے‘‘ (حقیقۃ الوحی ص 360)

پنجم:: ’’پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ اب وہ پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز اشتہار شائع کئے گئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے‘‘ (سراج منیر ص 31)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح طور پر یہ ثبوت ملتا ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی اشتہار 20 فروری 1886 اور سبز اشتہار میں تھی۔ اس کے مصداق صرف اور صرف خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین احمد محمود رضی اللہ تعالیٰ ہی تھے۔ انہی کا نام محمود کام محمود اور وہی فضل عمر اور بشیر ثانی ہیں۔ خدا نے انہی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین بنایا اور انہی کے ذریعہ قسم دوم کے نشان رحمت کو پورا کیا۔ آپ ہی عمر پانے والے مصلح موعود ہیں۔ آپ حضرت صاحب کی اولاد ان کے تخم اور ان کی نسل سے بشارت الٰہی کے مطابق پیدا ہونے والے ہیں۔

اس نوٹ کے ساتھ ہم نہایت ادب کے ساتھ آپ کی خدمت میں کچھ وضاحتی اعشاریہ بھی پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ ان تنقیحات پر بھی نظر ڈالئے سوالات کے جوابات دینے میں آپ کو کافی مدد ملے گی۔

1۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’پیشگوئی مصلح موعود‘‘ میں کتنے بیٹوں کی پیدائش کا ذکر کیا ہے؟

2۔ جب اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ کر رہا ہے کہ وہ موعود بیٹا ’’تجھے دیا جائے گا‘‘ ’’تیری ذریت‘‘ ’’تیری نسل‘‘ ’’تیرے تخم سے‘‘ سے پیدا ہوگا تو اس سے کیا مراد ہے؟ صلبی بیٹا مراد تھا یا صرف روحانی بیٹا مراد تھا یا پھر صلبی روحانی بیٹا مراد تھا؟

3۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ ’’وہ موعود بیٹا‘‘ نو سال کے اندر پیدا ہوگا تو کیا وہ آپ علیہ السلام کے گھر آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم کے بطن سے پیدا ہوگا یا کسی اور مرید کا بیٹا ہوگا۔؟

4۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’وہ خاص شخص میری ہی ذریت سے ہوگا جو مسیح علیہ السلام سے بھی مشابہت رکھتا ہوگا اور۔ فرزند دلبند گرامی وار جمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء ہوگا تو کیا اس سے مراد صلبی بیٹا تھا یا روحانی بیٹا یا صلبی روحانی بیٹا مراد ہے؟

5۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس خدائی وعدے کے پورا ہونے کے لئے بڑی تحدی سے فرما رہے ہیں کہ ’’اگر مدت مقررہ (نو سال) سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک وہ وعدہ کو پورا نہ کر لے‘‘؟ پھر کیا وہ وعدہ پورا ہوا؟ نہیں ہوا تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں اس کی وضاحت کی؟ اور اگر پورا ہوا تو اس میعاد کے اندر اس وعدہ کے مطابق پیدا ہوا؟

6۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ’’سبز اشتہار کے ص 7 پر موجود کونسے بیٹے کی پیدائش کے بارہ میں فرما رہے ہیں کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر وہ وعدہ

ضرور پیدا ہوگا‘‘7۔پھر حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اسی ’’سبز اشتہار کے ص 7‘‘ کا حوالہ دیتے ہوئے کس بیٹے کی پیدایش کا ذکر فرمارہے ہیں کہ وہ بیٹا پیدا ہوگیا؟8۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کومولوی محمد حسین بٹالوی کو کیوں ’’وہ بیٹا‘‘ اور ’’ایک بیٹا‘‘ کا فرق سمجھانا پڑا؟

9۔وہ کونسا لڑکا ہے جس کی پیدائش سے قبل حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو کشفی طور پر مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا دکھایا گیا اور پھر وہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کا وہی کشفی نام رکھا گیا اور اسے کونسا لڑکا قرار دیا گیا؟10۔حضرت مسیح موعود نے کس لڑکے کا نام ’’نیک تفاول‘‘ کے طور پر محمود رکھا اور اسے کونسا محمود قرار دیا اور پھر کس نیک تفاول کو ساری عمر ایک دفعہ بھ غلط نہیں قرار نہیں دیا؟11۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ’’کس کامل انکشاف‘‘ کے لئے اپنی کتاب ’’سراج منیر‘‘ کو 8 سال تک طباعت سے روکے رکھا اور پھر وہ کونسا کامل انکشاف تھا جب ہوگیا تو سراج منیر کو شائع کردیا اور اس میں ذکر کیا کہ یہ ہے وہ کامل انکشاف۔آخر وہ کامل انکشاف کس لڑکے کی پیدائش کے بارہ میں ہے؟

12۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنے کس صلبی بیٹے کی پیدائش کو ’یتزوج ویولد له‘‘ کی حدیث مبارکہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا ’’وہ موعود بیٹا‘‘ قرار دیا ہے؟13۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے رحمت کی کن دوشقوں کا ذکر کیا ہے؟اور پھر کس بیٹے کو پہلا رحمت کا نشان اور دوسرے کس بیٹے کو دوسری رحمت کی نظیر قرار دیا ہے اور وہ دوسری رحمت کیا ہے؟14۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ’’بشیر اول‘‘ کو کس صلبی بیٹے کا ’’ارہاص‘‘ قرار دیا ہے اور کیوں؟15۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے کس بیٹے کی پیدائش پر فرمایا کہ ’’میں تمہیں ایک عجیب واقعہ اور نادر بات بتاتا ہوں‘‘ اور پھر اپنی کس زوجہ محترمہ ام المومنین کا نام لے کر ان کی رویا بیان فرمائی اور کس بیٹے کا ذکر فرمایا کہ وہ بیٹا ان کے پاس لوٹ آیا ہے؟ اور پھر اسے بیتے پر منطبق کر کے فرمایا کہ ’’مجھے علم دیا گیا ہے کہ یہ وہی بشیر ہے؟

16۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے حضرت سیدہ شہر بانو کو تمام سادات کی دادی قرار دیتے ہوئے اپنی کس زوجہ محترمہ ام المومنین کے بارہ میں میں فرمایا ’’یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔کہ خدا تعالیٰ نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے‘‘؟

17۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے سبز اشتہار میں کس بیٹے کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا ’’بلاتوقف لڑکا پیدا ہوگا‘‘ اور وہ لڑکا پیدا ہو گیا ہے؟18۔مصلح موعود اگر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا صلبی بیٹا نہیں ہونا تھا تو مخالف احمدیت منشی اندر من مرادآبادی کے اعتراض کہ ’’نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے ایسی لمبی معیاد تک تو آپ کے گھر میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے؟‘‘ کا جواب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ’’اشتہار صداقت اثار‘‘ کی صورت میں کیا دیا اور کیوں دیا؟19۔کیا 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی کے الفاظ ’’ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا‘‘ ’’ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا‘‘ ’’وہ لڑکا‘‘ ’’تیرا گھر برکت سے بھرے گا‘‘ ’’خواتین مبارکہ سے۔تیری نسل بہت ہوگی‘‘ ’’تیری ذریت بڑھاوں گا‘‘ ’’تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی‘‘ ’’ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلدلا ولدرہ کر ختم ہوجائے گی‘‘

اور 22 مارچ 1886 کے الفاظ ’’ابھی تک جو 22 مارچ 1886 ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دولڑکوں (پہلی بیگم صاحبہ سے) کے جن کی عمر 20 اور 24 سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔‘‘

اور 8 اپریل 1886 کے الفاظ ’’منشی اندمن مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ 9 برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہہ ہے ایسی لنبی معیاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے‘‘

’’آج 8 اپریل 1886 میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر کھل گیا ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب

حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں 9 برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔''

پھر اشتہار محک الاخیار واشرار ستمبر 1886 میں ''بعض مخالف۔اشتہارات شائع کرتے ہیں تا دھوکہ دے کر ان کے ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی۔ہم اس کے جواب میں صرف لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں''

''نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ مخوہ پیدا ہوگی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے''

تتمہ اشتہار 10 جولوئی 1888 میں فرمایا ''سب ضرورتوں کو خدا تعالی نے پورا کر دیا اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔''

پھر اشتہار 12 جنوری 1889 میں فرمایا'' آج 12 جنوری 1889 میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد　　　　دیر آمدہ زرہ دور آمدی

پس اگر حضرت باری جلہ شانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہوگا''

مندرجہ بالا تمام عبارتیں کس صلبی بیٹے کا اور کس کے صلبی بیٹے کا ذکر کر رہی ہیں؟؟ مخالفین سلسلہ آپ علیہ السلام کے صلبی بیٹے کی پیدائش ہونے یا نہ ہونے پر تو معترض ہیں مگر روحانی فرزند کی پیدائش پر کیوں معترض نہیں ہیں؟

20۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام مندرجہ بالا الہامات میں لفظ''زکی غلام''''لڑکا''''فرزند صالح''''بیٹا'' کیا ہم معنی الفاظ میں استعمال نہیں ہوا؟ کیا ان تمام برسوں میں کسی مخالف سے مخالف نے بھی یہ تفریق کی ہے کہ زکی غلام اور ہے اور لڑکا اور ہے؟

21۔کیا پسر موعود یا مصلح موعود کے علاوہ بھی کسی بچے کے لئے نو سال کی معیاد مقرر کی گئی تھی؟ اگر نہیں اور پھر اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعلان فرما رہے ہیں کہ میعاد کے اندر لڑکا پیدا ہو گیا ہے تو وہ پھر پسر موعود یا مصلح موعود کیوں نہیں؟

22۔صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے بعد 1907 میں الہام ہوا کفیٰ ھذا اسکا کیا مطلب ہے؟ کب ہوا؟ کس موقعہ پر ہوا؟ اور اہل پیغام یا جنبہ صاحب جیسے دعویداران مصلح موعود اس الہام کو کیوں چھپاتے ہیں؟

23۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستخط شدہ بیان کس کو مصلح موعود اعلان کر رہا ہے؟

24 حضرت اقدس فرماتے ہیں ''بعض لڑکے فوت بھی ہونگے اور ایک لڑکا خدا تعالی سے ہدایت کمال پائے گا؟ (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن ج2 ص305) وہ لڑکا اہل پیغام یا جنبہ صاحب یا سلطانی صاحب کے نزدیک کون تھا؟

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁

خوفزدہ اکثریت

جمیل احمد بٹ

قومی اسمبلی اور سینیٹ کے حالیہ مشترکہ اجلاس میں کمیشن برائے اقلیتی حقوق بل،2025 پر بحث کے دوران بعض اراکین نے بل کی شق نمبر 35 کو نا قابلِ قبول قرار دیا کیونکہ اس میں بل کو پہلے کے سب قوانین سے بالا قرار دیا گیا ہے اور اس کے ذریعہ قادیانی پھر 1984 کے آرڈیننس پر سوال اٹھا سکتے ہیں اور یہ 'پٹارا' پھر کھل سکتا ہے۔اس اظہار اور اس امکان کو تسلیم کر کے وزیر قانون کی اس شق کو نکال دینے کی جوابی یقین دہانیوں نے ایک بار پھر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ اکثریت ملک کی ایک کمزور اقلیتی جماعت سے اس حد تک خوفزدہ ہے کہ اسے اس جماعت کے لئے اپنے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کے کسی دور دراز امکان کا ہونا بھی برداشت نہیں۔

آرڈیننس کا یہ حوالہ اصل میں اس کے تحت اس خلاف آئین پابندی کا ہے جو اس کے ذریعہ احمدیوں پر اپنے خیالات کے اظہار پر لگائی گئی ہے اور اظہار پر پابندی کا سبب دلیل کے میدان میں احمدیوں کا سامنا نہ کر سکنا ہے۔الٰہی جماعتوں میں قائم رہنے اور ترقی کرنے کی صلاحیت قدرتی طور پر ودیعت ہوتی ہے۔اس کا ادراک خوف پیدا کرتا ہے جس کا توڑ جبر سے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جیسا کہ ماضی کے ایک بڑے جبروت والے بادشاہ نے اللہ کے ایک فرستادہ سے گفتگو میں جیت نہ سکنے پر اسی راہ کو اختیار کیا او اللہ کی کتاب کے مطابق اپنے خوف کا یہ اظہار کیا:

ترجمہ:یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔(مومن27:40)

یوں سچائی کے پھیل جانے کے حقیقی خوف کے ہاتھوں امن عامہ میں خلل کے نام پر اسے جبر سے روکنے کی یہ کوشش ویسی ہی ہے جیسا کے ساڑھے تین ہزار سال قبل فرعون کا طریق۔

آئین کے منافی: وزیر قانون صاحب نے یہ بھی کہا کہ قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم مانتے ہی نہیں اس لئے وہ ان حقوق کے اہل نہیں ہیں جو اس حقوق بل اور آئین کی دفعہ 20 کے تحت اقلیتوں کو دئے گئے ہیں۔ایسا کہنا سراسر آئین کے منافی ہے۔کیونکہ آئین میں احمدیوں کو، بلا اس شرط کے کہ وہ خود بھی مانیں، نام لے کر غیر مسلم شمار کیا گیا ہے۔آئین کی اس شق کے الفاظ ہیں:

260)3)(b'(non-Muslim means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Buddhist or Parsi community, a person of the Qadiani Group or the Lahori Group who call themselves Ahmadies or by any other name or a Bahai and a person belonging to any of the Scheduled Castes۔

ترجمہ:غیر مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان نہیں ہے اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی جماعت یا قادیانی یا لاہوری گروپ جو خود کو احمدی کہتے ہیں یا کوئی اور نام کا کوئی فرد یا ایک بہائی اور کسی جدولی ذاتوں سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہیں۔

آئین کی شق 20: وزیر قانون صاحب نے یہ بھی کہا کہ قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم مانتے ہی نہیں اس لئے وہ ان حقوق کے اہل نہیں ہیں جو آئین

کی دفعہ 20 کے تحت اقلیتوں کو دئے گئے ہیں۔ ایسا کہنا سراسر آئین کے اور سپریم کورٹ کی اس کی تشریح کے منافی ہے۔ کیونکہ اس دفعہ کے تحت دی گئی مذہبی آزادی بلاتفریق اور ہر جہت سے مکمل ہے۔ سپریم کورٹ کے 2013ء کے جس فیصلے کے تحت 11 سال بعد اقلیتی حقوق کا کمیشن بنانے کا یہ بل پیش کیا گیا ہے خود اس فیصلہ میں چیف جسٹس تصدق حسین جیلانی صاحب نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور تحریر کیا ہے کہ

15. Of all the Articles relating to the minorities' rights, Article 20 is of prime significance. —

(a) The right to religious conscience conferred under this Article does not make any distinction between majority and minority or Muslim and Non-Muslim. It is in the nature of an Equal Religious Protection Clause conferred on every citizen, every religious

denomination and every sect thereof. This equal religious protection clause is in the same nature as the equal justice under the law and equal protection under the law clauses conferred under Articles 4 and 25. In other words, every absolute equality and there is no distinction among citizens, religious denominations and sects thereof, as f ar as the right to religious conscience, is concerned.

(b) The right to religious conscience is a fundamental right. It has not been subjected or subordinated to any other provision of the Constitution because it is only subject to law, public order and morality and not to any religious clauses of the Constitution. The very term law, public order and morality has been used in non-religious terms as the notion of law or public order or morality is not reducible to the Islamic meanings of these terms. Therefore, Article 20 has a certain pre-eminence in the Constitution being only subject to the genera l restrictions of law, public order and morality, which three terms cannot be interpreted or used in such a restrictive way as to curtail the basic essence and meaning of the pre-eminent right to religious conscience.

(c) The right to profess and practice is conferred not only on religious communities but also on every citizen. What this means is that every citizen can exercise this right to profess, practice and propagate his religious views even against the prevailing or dominant views of its own religious denomination or sect. In other words, neither the majority religious denominations or sect nor the minority religious denomination or sect can impose its religious will on the citizen.

(e) The right of religious conscience conferred on every citizen is a right conferring three distinct rights i.e. Right to Profess, Right to Practice and Right to Propagate. What this means is that Article 20 does not merely confer a private right to profess but confers a right Practice both privately and publicly his or her religion. Moreover, it confers the additional right not only to profess and practice his own religion but to have the right to propagate his or her religion to others. It is important to note that

this propagation of religion has not been limited to Muslims having the right to propagate their religion but this right is equally conferred on Non-Muslims to propagate their religion to their own community and to other communities. (PLD 2014 SC 699)

بلاتفریق۔ترجمہ:15۔اقلیتوں کے حقوق سے متعلق تمام دفعات میں سے دفعہ 20 کو مثالی اہمیت حاصل ہے۔

(اے)۔اس دفعہ کے تحت مذہبی آزادی کا حق اکثریت اور اقلیت اور مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کرتا۔یہ ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مساوی مذہبی تحفظ کا حق، ہر شہری، ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کے لئے ہے۔دوسری طرف مساوی مذہبی تحفظ کی یہ شق اسی نوعیت کی ہے جیسے آئین کی دفعات 4 اور 25 میں دیئے گئے قانون کے تحت یکساں انصاف اور یکساں تحفظ کے حقوق۔

دوسرے لفظوں میں جہاں تک مذہبی آزادی کے حق کا تعلق ہے اس میں افراد، مذہبی گروہ اور ان کے فرقوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور مکمل مساوات ہے۔

مذہبی آزادی کے حق کی کوئی ایسی تشریح نہیں کی جاسکتی جو اس حق کو کم کرے۔ترجمہ:(بی)۔مذہبی آزادی کا حق ایک بنیادی حق ہے۔اس کو آئین کی کسی اور دفعہ کے زیر اثر یا ماتحت نہیں رکھا گیا ہے کیونکہ یہ صرف قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کے زیر اثر ہے نہ کہ آئین کی مذہبی دفعات کے۔قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی اصطلاحات غیر مذہبی ہیں۔کیونکہ ان تصورات کو ان اصطلاحات کے اسلامی معنوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا دفعہ 20 کو آئین میں یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ صرف قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی عمومی پابندی کے تحت ہے۔جبکہ ان تینوں اصطلاحات کی ایسی تشریح یا ایسا محدود استعمال نہیں کیا جاسکتا جو مذہبی آزادی کے نمایاں حق کی بنیادی روح کو کم کردے۔

کوئی چھوٹا یا بڑا فرقہ کسی شہری پر اپنی مذہبی رائے کو مسلط نہیں کرسکتا۔ترجمہ:(سی)۔اظہار اور عمل کا حق نہ صرف مذہبی گروہوں کو بلکہ ہر شہری کو دیا گیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری اپنے مذہبی خیالات کو ظاہر کرنے، ان پر عمل کرنے اور انہیں پھیلانے کا حق کو استعمال کرسکتا ہے خواہ وہ اس کے اپنے مذہبی فرقے میں مروجہ اور غالب خیالات کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔بالفاظ دیگر نہ تو اکثریتی مذہبی گروہ یا فرقہ اور نہ اقلیتی مذہبی گروہ یا فرقہ اپنی مذہبی مرضی کو کسی شہری پر مسلط کرسکتا ہے۔

آزادیٔ مذہب کا حق اصل میں اظہار، عمل اور تبلیغ کے تینوں حق ہیں۔ترجمہ:(ای)۔مذہبی آزادی کا حق ہر شہری کو تین مختلف قسم کے حق دیتا ہے یعنی مذہب اختیار کرنے کا حق، مذہب پر عمل کرنے کا حق اور مذہب کی تبلیغ کا حق۔اس کا مطلب یہ ہے کہ آئین کی دفعہ 20 صرف نجی طور پر مذہب کے اظہار کا حق نہیں بلکہ یہ نجی اور عوامی دونوں سطحوں پر اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق ہے۔

مزید یہ کہ یہ نہ صرف مذہب کے اظہار اور عمل کا حق دیتا ہے بلکہ اضافی طور پر اپنے مذہب کو دوسروں میں پھیلانے کا حق بھی دیتا ہے۔یہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مذہب کی تبلیغ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں کہ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق ہے بلکہ یہ حق مساوی طور پر غیر مسلموں کو بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی اپنے اور دوسرے گروہوں میں تبلیغ کریں۔

عذرِ گناہ:

احمدیوں کو مذہبی آزادی نہ دئے جانے کا یہ عذر کہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے محض عذر گناہ ہے کیونکہ ملک میں آباد دیگر اقلیتیں جن کے لئے یہ بہانہ نہیں ہے وہ بھی تعصب اور عدم رواداری کا شکار ہیں اور آئے دن ظلم اور زیادتی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔خود سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ ایک چرچ

کے جلائے جانے اور مندروں کی بے حرمتی کے واقعات کے ازخود نوٹس لینے کا نتیجہ تھا۔

احمدی آئین کے پابند ہیں: بار بار احمدیوں پر ظلم، ناانصافی اور حق تلفیاں کر کے اس کا جواز تراشنے کے لئے ان پر آئین کو تسلیم نہ کرنے کا الزام دہرایا جاتا ہے۔ یہ محض غلط بیانی ہے کیونکہ احمدی اپنے طریق کے مطابق عملاً آئین کے پابند ہیں۔

باوجود اس حقیقت کے کہ احمدی حضرت محمد ﷺ کو اپنا ہادی اور آپ ﷺ پر نازل شدہ آسمانی کتاب اور آپ ﷺ کے طریق کار کو اپنا دستور العمل مان کر اس پر عامل ہیں۔ صرف آئین میں درج مسلمان کی تعریف کی پابندی میں وہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ، عدالتی دستاویزات، مردم شماری، حصول ملازمت اور تعلیمی اداروں کے داخلہ اور دیگر فارموں میں جہاں بھی مطلوب ہو مذہب کے کالم میں بجائے مسلمان کے اپنے آپ کو احمدی لکھتے ہیں۔ اور اس کے نتائج کا سامنا کرتے ہیں۔ رائے دہی کے حق سے محروم ہیں۔ تعلیم، ہر قسم کی ملازمت، کاروبار اور شہری حقوق میں تفریق کا نشانہ ہیں اور عملاً تیسرے درجے کے شہری بن کر جی رہے ہیں۔

احمدی اپنے آپ کو غیر مسلم نہیں مانتے؟ رہا یہ اعتراض کہ احمدی اپنے آپ کو غیر مسلم نہیں مانتے تو اس کا جواب یہی ہے کہ ایسا وہ اپنے ضمیر کی آواز پر کرتے ہیں۔ یہ معترض شاید یہ چاہتے ہیں کہ احمدی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی طرح اعلانیہ اللہ کی توحید، آنحضرت ﷺ کی حقانیت اور قرآن کریم کے خدا کا کلام ہونے کا انکار کر دیں۔ تین خداؤں کو یا بتوں کو یا کسی خدائی کے دعویدار کو خدا مان لیں۔ گھنٹیوں پر کان دھریں اور بھجن گائیں۔ اللہ کے فضل سے ملنے والی بصیرت پر قائم اپنے محکم ایمان کے ساتھ ایسا کچھ کرنا کسی بھی احمدی کے لئے ممکن نہیں۔

ہمارے بھائی؟ وزیر قانون صاحب نے اپنی تقریر میں عیسائی، ہندو، سکھ اور بہائی شہریوں کو اپنا بھائی کہا۔ اور اس بات کو چنداں اہمیت نہیں دی کہ یہ سب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کریم کو ناحق جانتے ہیں اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ توحید کا انکار کر کے دو، تین یا بہت سے خداؤں پر ایمان رکھنے والے مشرک ہیں اور دین میں حرام کو عملاً حلال جانتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ سب متضاد اور مخالف عقائد آپ کو گوارا ہیں اور ان کے حامل سب افراد کے ساتھ بھائی چارہ رکھنے کا آپ برملا اعلان کرتے ہیں تو آپ کو احمدیوں کو اپنا بھائی کہنے میں سوائے مذہبی سیاست کاروں کے ڈر اور خوف کے کیا امر مانع ہے جبکہ

احمدی موحد ہیں اور ایک اللہ کو مانتے ہیں

آنحضرت ﷺ کو اللہ کو رسول اور خاتم النبیین مانتے ہیں۔ قرآن کریم کو اللہ کی کتاب اور آخری شریعت مانتے ہیں

اللہ کے سب فرشتوں اور کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ جزا سزا اور حیات آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

احکامات الٰہی اور سنت رسول ﷺ پر عامل ہیں۔

کیا توحید، رسالت اور کتاب کی تکذیب اور انکار کے بالمقابل احمدیوں کا ان سب پر ایمان کے باوجود صرف آپ کا اپنے خیال میں (نہ کہ واقعی طور پر) ان کا آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ ماننا زیادہ قابل گرفت ہے؟ العجب

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁

آپ کی آراء

بشریٰ حفیظ، ایڈمنٹن کینیڈا

مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب اور ان کی نثر نگاری کے متعلق کچھ کہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آپ ایک ادیب شاعر اور کالم نگار کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر آپ ایک نثر نگار ہیں۔ جب پاکستان میں تھے تو وہاں کے اخبارات میں آپ کے کالم چھپتے رہے اور اب جب سے لندن آئے ہیں، تو یہاں آ کر بھی ان کا قلم رُکا نہیں۔ آپ نے یو کے ٹائمز میں بھی کالم لکھنے شروع کر دیئے۔ جنوری 2013 سے قندیل ادب انٹرنیشنل لندن کے نام سے آن لائن رسالہ نکال رہے ہیں۔

آپ ایک کان کُن ہیں جو شخصیات کی کانکنی کرتے ہیں، اور اپنے تیشہ قلم سے ایسی درخشندہ اور نادر شخصیات اور ان کی زندگی کے ہر پہلو کو بڑے خوبصورت انداز سے قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں (مثلاً دانش کدہ عظیم، نافلہ مہدی، سپوت ایشیا، خلافت کا جانثار، اور ان کے علاوہ بھی دیگر کئی کتب ہیں) اس کی مثال ایسے سمجھ لیں کہ مور جب اپنے پر پھیلاتا ہے تو اس کی خوبصورتی دیکھ کر سمجھ نہیں آتی کہ اس کے کس حصے کو کمال کا درجہ دیں۔ اسی طرح محترم رانا صاحب کا قلم خوبصورت الفاظ و واقعات رقم کرتا چلا جاتا ہے۔ آپ کا ہی شعر ہے

جو رفتگاں میں کٹ گیا لوٹ کر نہیں آیا
میں کھینچ لاؤں گا ہر دور کو سہولت سے

اور یادِ رفتگاں کو زندہ کرنا ایک محنت اور صبر آزما کام ہے، اور آپ یہ کر رہے ہیں، جو آپ کے محنتی اور مستقل مزاج ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کی شاعری میں متانت اور سنجیدگی ہے۔ بھاری بھرکم الفاظ سے گریز اور سادہ الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن اپنی بات کہہ جاتے ہیں جو ایک قاری کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے آپ کی شاعری میں تصوف، غریب کا استحصال، ملک میں بڑھتی ہوئی بے چینی، انسانی قدروں کی پامالی اور زمانے کی تلخی نظر آتی ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

بند در سب کر دیئے تو آ سکتی نہیں ہوا
ہوں زباں پہ قفل تو پھر کس کی آئے گی صدا

شعر ہے

عدل کے نام پر ظلم روا ہے یہاں
ظلم کو کیا کیا خوش معنی پہناتے ہیں میرے شہر کے لوگ

اردو زبان کو جس محنت سے لندن جیسے شہر میں فروغ دے رہے ہیں یہ ان کی اردو ادب کے ساتھ محبت ہے۔ آج کے دور میں زیادہ تر لوگ ادبی کتابیں پڑھنے سے گھبراتے ہیں لیکن رانا صاحب نے اس کا یہ حل نکالا کہ ادبی مجالس اور مشاعروں کا اہتمام کر کے لوگوں کے دلوں کو اردو زبان کے ساتھ باندھنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً 200 سے زیادہ مشاعرے منعقد کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ آپ کی نئی کتاب ''تذکرہ شعرائے حق'' ایک ادبی تخلیق ہے آپ نے یہاں بھی اپنی کانکنی کے زور سے 282 شعراء کو ڈھونڈ نکالا۔ امام الکلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک کے جدید شعراء کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے اور ان کی نمونہ شاعری کے ساتھ بھی سہولت مل جائے گا۔ مکرم رانا صاحب نے چند ایک کو چھوڑ کر (شاید ان کے حالات زندگی نہیں ملے) باقی شعراء کے حالات زندگی مختصر لیکن بڑے جامع انداز میں بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب یوں کہہ لیں کہ قوس قضا کے رنگوں سے مزین ہے، لیکن آخر میں وہ سب رنگ مل کر ایک رنگ میں ڈھل جاتے ہیں جس کا منبع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ''تذکرہ شعرائے حق'' ان مسائل تصوف کو اپنے اپنے رنگ کے شعروں میں بیان کرنے والوں کی آوازیں ہیں۔

ماشاءاللہ بہت عرق ریزی کا کام ہے کتاب کی جلد خوبصورت اور پرنٹنگ بہت اچھی ہے۔ میری دعا ہے کہ خدا کرے محترم رانا صاحب کے قلم کی سیاہی کبھی ختم نہ ہو اور۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ کے مصداق وہ لکھتے چلے جائیں اور ہمیں خوبصورت ادب پڑھنے کو ملتا رہے۔ آمین

مرکزی دفتر بوگورانڈونیشاء

سب سے پہلے احمدی مکرم احمد نور الدین صاحب مکرم ابوبکر ایوب صاحب مکرم زینی دھلان صاحب

انڈونیشاء کے ابتدائی احمدی